سلسلہ تصوف نمبر ۹

اردو ترجمہ کتاب

لطائف خمسہ

یا

مقامات مظہری

یعنی حالات و مقامات و ملفوظات و مکتوبات و معمولات و ارشادات حضرت شمس الدین حبیب اللہ جناب مرزا جان جاناں مظہر شہید نقشبندی

مرتبہ

حضرت قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین شاہ غلام علی صاحب نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین و خلیفہ اعظم

حضرت مرزا جان جاناں مظہر شہید قدس سرہ

جسے

ملک فضل الدین ملک چنن الدین ملک تاج الدین ککے زئی تاجران کتب قومی

منزل نقشبندیہ

کوچہ ککے زئیاں ـــــ بازار کشمیری

لاہور

نے

بصرف کثیر بامحاورہ اردو ترجمہ کرا کر

نولکشور پریس لاہور میں مینجر کے اہتمام سے چھپوایا

قیمت

اُردو ترجمہ کتاب

مقاماتِ مظہری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اما بعد فقیر عبداللہ معروف بہ غلام علی عفی عنہ عرض پرداز ہے۔ کہ یہ رسالہ اُس کتاب مستطاب کا اختصار اور انتخاب ہے۔ جو صاحب کمالات۔ معارف دستگاہ حضرت مولوی نعیم اللہ نے سیدنا و مرشدنا مطلع انوار الطریقہ۔ منبع اسرار حقیقت مقتدائے ارباب یقین و عرفان شمس الدین حبیب اللہ حضرت مرزا جان جاناں رضی اللہ تعالےٰ عنہ اور ان کے خلفاء کے احوال میں لکھ کر مخلصوں کے دل اور آنکھ پر بڑا احسان کیا ہے۔ مَیں نے بعض مطالب تو اس سے منتخب کئے۔ اور جو کچھ خود بھی یاد تھا وُہ بھی اس پر اضافہ کیا۔ تاکہ میرے لئے سعادت کا سرمایہ ہو جائے۔ واللہ ولی التوفیق۔ مجھے اس رسالے کی تالیف میں تردد تھا۔ کہ کہیں ایسا نہ ہو۔ کہ اِن اوراق کے لکھنے سے آنحضرت ناراض ہو جائیں۔ لیکن مَیں نے واقعہ میں دیکھا کہ آپ میرے مکان میں تشریف فرما ہوئے ہیں۔ اور مولوی نعیم اللہ صاحب بھی حاضر ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ اچھا ہم نے تجھے اجازت دی۔ اور بعد ازاں دُعا کی۔ اس سے مجھے معلوم ہوا۔ کہ آپ نے اس رسالے کے لکھنے کی اجازت عطا فرمائی ہے۔ اِس سے وُہ تردد اطمینان سے بدل گیا۔ اُمید ہے کہ یہ عمل قبول ہو گا۔ "ماقل وکفیٰ خیر مما کثر والھیٰ" یہ جو چیز تھوڑی ہو اور کافی ہو وُہ اس چیز سے بہتر ہے۔ جو زیادہ ہو اور کھیل میں مشغول کرے۔"

اِس رسالے میں اٹھارہ فصلیں ہیں:۔

تصوف کی سرمایہ رحمت کتابوں کا سلسلہ

مراۃ العارفین

یہ کتاب بھی میں تصنیف لطیف جگر گوشہ رسول مقبول حضرت احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم و نور دیدہ علی المرتضےٰ جناب سید الشہدا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی راہ سلوک میں ہے جناب امام علیہ السلام نے طریق سلوک کو نہایت عمدگی سے بتایا ہے - اس کتاب کا ترجمہ اردو میں ساتھ ساتھ ہے - خوبی اور برکت پڑھنے سے معلوم ہوتی ہے - نہایت عمدہ لکھائی اعلےٰ چھپائی نفیس کاغذ پر چھپوائی گئی ہے + قیمت ۴ر

مکتوبات سید علی ہمدانی

حضرت میر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کی مکتوبات کا اردو ترجمہ طالبان راہ حقیقت کے لئے اس کا مطالعہ نہایت مفید ہے + قیمت ۶ر

ہشت شرائط خواجگان نقشبندیہ

از تصنیف لطیف ملا حسین صاحب نیاز رحمۃ اللہ علیہ یعنی بزرگان سلسلہ نقشبندیہ کے شرائط قابل دید ہیں قیمت ۲ر

رسالہ نقشبندیہ

اس رسالہ میں نقشبندیہ طریقہ کے ذکر اور لطائف قلبی و مراقبہ وغیرہ کا بیان ہے - اور اس کے ساتھ طریق مراقبہ بھی بتایا گیا ہے اور دل کا نقشہ دکھلا کر ہر ایک لطیفہ و مقام دکھلایا گیا ہے + قیمت ۴ر

مجمع الاسرار

جناب حضرت پیر بہادر شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں طریقہ قادریہ کے اذکار اور اوراد کو نہایت تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے - کتاب قابل دید ہے + قیمت ۱۰ر

ہدیۃ القلوب و تحفۃ الارواح

یہ کتاب بھی تصوف میں ایک بیش بہا جواہر ہے - خدا سے رابطہ و اتحاد کرنے والوں کو اس کتاب کا مطالعہ نہایت ضروری ہے - کوئی ایسا مسئلہ ایسا نہیں جس کا ذکر اس میں آیا ہو - کتاب قابل دید ہے + قیمت .. ۱۲ر

تحفہ قادریہ بزبان اردو

اس بابرکت کتاب میں حضرت شاہ ابو المعالی رحمۃ اللہ علیہ لاہوری نے جو عاشق جناب سید عبد القادر جیلانی کے ہیں - جناب غوث پاک کے مناقب اور کرامات کو نہایت معتبر روایات سے عجیب دلکش اور پر اثر طریق سے قلمبند فرمایا ہے اور تحریر عبارت میں جناب علیہ الرحمۃ نے اپنے سچے عشق اور بے تابی کا نہایت پر درد الفاظ میں ثبوت دیا ہے - جس کے مطالعہ سے انسان پر فوری اثر نمودار ہوتا ہے - اس کتاب کو طالبان مولےٰ کی خاطر نہایت عام فہم اردو میں ترجمہ کیا گیا ہے - اور بہت بڑی کوشش سے چھپایا گیا ہے - کتاب قابل دید ہے + قیمت ۸ر

فصل اوّل طریقہ نقشبندیہ مُجددیہ کے بیان میں

یہ ظاہر ہے کہ طریقہ نقشبندیہ عالیہ سے یہ مراد ہے کہ مبداء فیاض اور دل کی طرف ہمیشہ توجہ رکھی جائے۔ اور نفلی عبادتوں کو اعتدال سے کیا جائے۔ اور مالوفاتِ طبع کو میانہ روی سے ترک کیا جائے۔ اور اپنے اوقات کو ان اوراد اور وظائف سے سنوارا جائے۔ جو صحیح حدیثوں سے ثابت ہیں۔ اس طریقہ میں توبہ سے لیکر مقام رضا باجمال تک کے سارے مقامات کا سلوک معمول ہے۔ اور اس کا ماحاصل یہی ہے کہ ذات الٰہی کی ہمیشہ کی حضوری حاصل ہو جائے۔ اور روحانی اور جسمانی انجذاب اور شوق اور دلجمعی حاصل ہو جائے۔

اور اسی طریقے والوں میں اس حدیث شریف کہ "الاحسان ان تعبد ربك كانك تراہ" احسان اس بات کا نام ہے۔ کہ تو اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کرے۔ کہ گویا تو اسے دیکھ رہا ہے۔ کے مطابق تو اپنے مشہود کا استغراق شاملِ حال ہوتا ہے بعض سکر۔ مستی اور جذبات قلبی کے غلبات کے مغلوب ہوتے ہیں۔ اور بعض کو توحید کے اسرار منکشف ہوتے ہیں۔ اس طریقہ والوں کے تصرفات القاء ذکر ایک حال سے دوسرے حال میں پہچاننے۔ دُعا سے مشکلات کو حل کرنے کے لئے از بس مشہور ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی عنایت سے اس طریقہ میں اور ہی مقامات اور مدارج عطا فرمائے ہیں۔ اور ایک مقام سے دُوسرے مقام تک کے حالات اور علوم جدا جدا کرامت فرمائے ہیں۔ جو لوگ آنجناب کے طریقے پر ہیں۔ وہ ان حالات اور کیفیات کی وجہ سے دوسروں پر ممتاز ہیں۔ مگر سارے پیرو اس طریقہ علیہ کے تمام مقامات پر نہیں پہنچے۔ جو جس مقام پر پہنچا ہے۔ وُہ اسی کے حالات اور واردات پر خوش وقت رہا۔ اسی واسطے اس خاندان والوں کے احوال اور تاثیرات میں نمایاں فرق ہے۔ لیکن سب کے سب قدیمی نقشبندی اشغال و اذکار پر کاربند ہیں۔ مقام قلب میں سب کے سب استغراق۔ بیخودی سکر اور جذبات کی وجہ سے محبتِ الٰہی میں سرشار ہیں۔ اور ان مقامات میں جن کو حضرت مجددؒ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ولایت سے تعبیر فرمایا ہے۔ طرح طرح کی کیفیتوں سے باطن کو محفوظ رکھتے ہیں۔ اور ان مقامات کی لطافت اور نیرنگی سے جن کو آنجناب نے کمالات اور حقائق سے

جناب کو قادری۔چشتی اور سہروردی خاندان سے اجازت حاصل تھی۔اور فیض بھی اُٹھایا تھا بعض لوگوں کو قادری اور چشتی خاندان میں دست بیعت کرتے تھے۔اور انہیں اکابر کا شجرہ عنایت کرتے تھے۔لیکن یہ معلوم نہیں کہ آپ نے سہروردیہ طریقہ میں بھی دست بیعت کسی کو کیا ہو۔کیونکہ اس ولائیت میں اس طریقے کے طالب بہت کم پائے جاتے ہیں +

اب مَیں ان تینوں خاندانوں کے بزرگوں کے اسمائے شریف لکھتا ہوں +

فصل دوم سلسلہ نقشبندیہ کے بیان میں

آنجناب نے نقشبندیہ طریقہ حضرت سید نور محمد بداؤنی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کیا تھا۔ اور اُنھوں نے حضرت شیخ سیف الدینؒ سے اور نیز حافظ محمد محسن سے بھی استفادہ کیا۔اُنھوں نے عروۃ الوثقیٰ حضرت ایشاں محمد معصوم سے۔اور اُنھوں نے امام طریقت حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی سے اور اُنھوں نے حضرت خواجہ محمد باقی باللہ سے۔ اور اُنھوں نے حضرت مولانا خواجگی امکنگی سے۔اور اُنھوں نے حضرت مولانا درویش محمد سے۔اور اُنھوں نے حضرت خواجہ احرار سے۔اور اُنھوں نے حضرت مولانا یعقوب چرخی سے۔اور اُنھوں نے خواجہ خواجگان خواجہ بہاوالدین نقشبند سے۔اور اُنھوں نے حضرت سید میر کلالؒ سے۔ اور اُنھوں نے حضرت خواجہ باباسماسیؒ سے۔اور اُنھوں نے خواجہ علی عزیزان رامیتنیؒ سے۔ اور اُنھوں نے حضرت خواجہ محمود انجیر فغنویؒ سے۔اور اُنھوں نے حضرت مولانا محمد عارف ریوگریؒ سے۔اور اُنھوں نے خواجہ جہاں حضرت عبدالخالق غجدوانیؒ سے۔اور اُنھوں نے خواجہ یوسف ہمدانیؒ سے۔اور اُنھوں نے خواجہ ابوعلی فارمدیؒ سے۔اور اُنھوں نے خواجہ ابوالحسن خرقانیؒ سے۔اور اُنھوں نے خواجہ بایزید بسطامیؒ سے۔اور اُنھوں نے امام ہمام حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔اور اُنھوں نے امام قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔اور اُنھوں نے سلمان فارسیؓ سے۔اور اُنھوں نے حضرت امیرالمومنین ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔اور اُنھوں نے رحمۃ العالمین شفیع المذنبین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے +

حضرت امام جعفر صادق کی دُوسری نسبت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ تک پہنچتی ہے۔ اور

مفصل بیان فرمایا ہے۔ ادراک عاجز ہے۔ مگر استغراق جس سے مراد بیخطرگی اور توجہ تام بلکہ مقصود کی طرف توجہ کرنے سے بے شعوری ہے۔ سکر کی کیفیتوں کے بغیر ان مقامات کے واصلوں کو حاصل ہوتی ہے۔ ان کے باطن صاف اور مطمئن ہوتے ہیں ۔

جس شخص کو علم اور کشف عطا ہوتے ہیں۔ وُہ ہر مقام میں تجلیات آلہی دیکھتا ہے۔ توحید کے اسرار جو اس طریقے میں بہت کم ظاہر ہوتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت خواجہ احرار قدس اللہ سرہ العزیز کو دو نسبت سے پہنچا ہے۔ ایک اپنے آبائے کرام سے جس کا مقتضا اسرار توحید کا ظہور ہے۔ اور دوسرے خاندان نقشبندیہ کے جو نور شرعی اور کمال تقویٰ سے روشن ہے۔ اور حضرت باقی باللہ رحمتہ اللہ علیہ ان دونوں نسبتوں کے مجمع البحرین تھے ۔

حضرت مجدد علیہ الرحمتہ نے جناب سے دونوں نسبتیں حاصل کرنے کے بعد نقشبندیہ نسبت کو اختیار کیا۔ جس میں قدم کی لغزش پیش آتی ہے۔ مگر جس شخص نے مقام قلب میں تمکن اور ثبات پیدا کر کے آگے ترقی نہیں کی اُسے البتہ علوم توحید اور غلبات سکر سے کچھ حاصل ہے۔ اور اس کی توجہات اور تاثیرات بھی گرم اور شوق افزا ہوتی ہیں۔ اور توحید جس کے معنی توجہ غیر سے ہٹا کر اللہ تعالیٰ کی طرف لگانے کے ہیں۔ اس خاندان سے نسبت رکھنے والوں کو حاصل ہوتی ہے ۔

خوارق عادات کا ظہور سخت مجاہدات کا لوازمہ ہے۔ سخت ریاضتوں کے بغیر پوشیدہ باتوں میں تصرفات کا ہونا شاذ و نادر وقوع میں آتا ہے۔ لیکن کوئی کرامت اس سے بڑھ کر اور نہیں۔ کہ ہمیشہ اللہ تعالےٰ کی طرف متوجہ ہو کر ذکر قلبی کیا جائے۔ اپنے اخلاق کو سنوارا جائے اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقوں کی پیروی کی جائے ۔

خدا کا شکر ہے کہ یہ سعادت اس طریقے والوں کو حاصل ہے۔ اس کتاب میں جو یہ لکھا جائیگا۔ کہ فلاں شخص ولائیت میں فلاں فلاں مقامات پر پہنچا۔ یا انتہائے سلوک کو پہنچ گیا۔ اس سے مراد یہ ہوگی۔ کہ وُہ اس مقام کے حالات۔ واردات اور کیفیات سے مشرف ہوگیا ہے اور علم باللہ اسے بطریق ہمیشگی حاصل ہے۔ اور سنت نبوی کا پیرو ہے۔ ؎

محالست سعدی کہ راہِ صفا ۔۔۔ تواں رفت جز در پئے مصطفےٰ

آنجناب نے خاندان نقشبندی سے تکمیل اور کمال کو حاصل کر کے اسی طریقے کے اذکار کو رواج دیا۔ اور طالبوں کو بھی انہیں اکابر کے طریق کے موافق تربیت فرماتے تھے ۔

انہیں حضرت امام باقرؓ سے۔ اور انہیں حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے۔ اور انہیں حضرت سید الشہداء امام حسینؓ سے۔ اور انہیں حضرت امام ہمام حسن مجتبیٰ سے۔ اور انہیں امیر المومنین حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔ اور انہیں حضرت رسالت پناہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

سلسلۂ آبائی:۔

حضرت غوث الثقلین سید عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے والد بزرگوار سید ابی صالح رحمۃ اللہ علیہ سے۔ اور اُنہوں نے اپنے والد بزرگوار سید موسیٰ جنگی دوست رحمۃ اللہ علیہ سے انہوں نے اپنے والد بزرگوار سید عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ سے۔ اُنہوں نے اپنے والد بزرگوار سید یحییٰ زاہد رحمۃ اللہ علیہ سے۔ اُنہوں نے اپنے والد بزرگوار سید موسیٰ مورث رحمۃ اللہ علیہ سے۔ اُنہوں نے اپنے والد بزرگوار سید داؤد مورث رحمۃ اللہ علیہ سے۔ اُنہوں نے اپنے والد بزرگوار سید موسیٰ الجون رحمۃ اللہ علیہ سے۔ اُنہوں نے اپنے والد بزرگوار سید عبداللہ محض رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔ اُنہوں نے اپنے والد بزرگوار سید حسن مثنیٰ رحمۃ اللہ علیہ سے انہوں نے اپنے والد بزرگوار سید السادات امیر المومنین امام حسن مجتبیٰ رحمۃ اللہ علیہ سے۔ انہوں نے اپنے والد بزرگوار امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے۔ انہوں نے شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

ذکر سلسلۂ چشتیہ:۔

آنجناب کو طریقہ چشتیہ کی اجازت شیخ الشیوخ محمد عابد رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل ہے۔ اور آپ کو حضرت شیخ عبدالاحدؒ سے۔ اور آپ کو خازن الرحمۃ شیخ محمد سعیدؒ سے۔ اور آپ کو مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی رحمۃ اللہ علیہ سے۔ اور آپ کو اپنے والد بزرگوار شیخ عبدالاحدؒ سے۔ اور آپ کو شیخ رکن الدینؒ سے۔ اور آپ کو شیخ عبدالقدوسؒ سے اور آپ کو شیخ محمد عارفؒ سے۔ اور آپ کو شیخ عبدالحقؒ سے۔ اور آپ کو حضرت شیخ جلال الدین پانی پتی سے۔ اور آپ کو حضرت شمس الدین ترکؒ سے۔ اور آپ کو حضرت شیخ علاء الدین مخدوم علی صابرؒ سے۔ اور آپ کو شیخ الاسلام شیخ فرید شکر گنجؒ سے۔ اور آپ کو حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ

آپ کو حضرت زین العابدین سے حاصل ہوئی۔ اور آپ کو حضرت امام ہمام سید الشہدا امام حسین رضی اللہ عنہ سے۔ اور آپ کو حضرت امام مجتبےٰ رضی اللہ عنہ سے۔ اور آپ کو حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے اور آپ کو جناب رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ اور یہ نسبت ائمہ اہل بیت کی شرافت کے سبب اس طریقے میں سلسلۃ الذہب (سنہری سلسلہ) کے نام سے مشہور ہے +

خواجہ ابو علی فارمدیؒ کی نسبت خواجہ ابوالقاسم گورگانیؒ تک بھی پہنچتی ہے۔ اور آپکی خواجہ ابو عثمان مغربیؒ تک اور آپ کی سید الطائفہ خواجہ جنید بغدادیؒ تک اور آپ کی خواجہ سری سقطی تک اور آپ کی خواجہ معروف کرخی تک اور آپ کی حضرت امام علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک اور آپ کی امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اور علیٰ ہذالقیاس +

اور خواجہ معروف کرخیؒ نے خواجہ داؤد طائی سے بھی استفادہ کیا۔ اور اُنھوں نے خواجہ حبیب عجمیؒ سے اور اُنھوں نے خواجہ حسن بصریؒ سے۔ اور اُنھوں نے امیر المومنین علی مرتضےٰ رضی اللہ عنہ سے۔ اور اُنھوں نے حضرت رسُول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے +

ذکر سلسلہ قادریہ :-

آنجناب کو طریقہ قادری کی اجازت حضرت شیخ محمد عابد رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل ہے اور انھیں شیخ عبدالاحدؒ سے اور انھیں حضرت خازن الرحمۃ محمد سعیدؒ سے۔ اور انھیں امام طریقہ مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ سے۔ اور انھیں اپنے والد بزرگوار شیخ عبدالاحدؒ سے۔ اور انھیں شاہ کمال کیتھلیؒ سے۔ اور انھیں شاہ فضیل رحمۃ اللہ علیہ سے اور انھیں حضرت سید گدائے رحمٰن ثانیؒ سے۔ اور انھیں سید شمس الدین صحرائیؒ سے اور انھیں سید عقیلؒ سے۔ اور انھیں سید عبدالوہابؒ سے اور انھیں سید شرف الدینؒ سے اور انھیں سید السادات سید عبدالرزاقؒ سے۔ اور انھیں حضرت غوث الثقلین محبوب سبحانی سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔ اور انھیں خواجہ ابوسعید مخزومیؒ سے۔ اور انھیں خواجہ ابوالحسن قرشی سے اور انھیں خواجہ ابوالفرح طرطوسیؒ سے۔ اور انھیں خواجہ عبدالواحد تمیمیؒ سے۔ اور انھیں خواجہ ابوبکر شبلیؒ سے۔ اور انھیں سید الطائفہ جنید بغدادیؒ سے۔ اور انھیں خواجہ سری سقطیؒ سے۔ اور انھیں خواجہ معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ سے۔ اور انھیں حضرت امام علی رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔ اور انھیں حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔ اور انھیں حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے۔ اور

مبدل ہوئی +

کھانے میں بہت احتیاط کیا کرتے تھے۔ چند روز کا کھانا اپنے ہاتھ سے پکا کر رکھ لیتے۔ اور جب بھوک بہت ستاتی تو اس میں سے تھوڑا سا کھا کر پھر مراقبہ میں مشغول ہو جاتے +

کثرت سے مراقبہ کرنے کی وجہ سے آپ کی پیٹھ کبڑی ہو گئی تھی۔ آپ فرماتے تھے کہ تیس سال سے طبیعت کو غذا کی کیفیت سے کچھ تعلق نہیں۔ ضرورت کے وقت جو کچھ تیار ہو کھا لیا جاتا ہے +

آپ دو قسم کے سالن اکٹھا کرنے کو بدعت جان کر کمال پرہیز گاری کی وجہ سے اپنے ایک فرزند کو گھی عنایت کرتے اور دوسرے کو شکر +

دولتمندوں کا طعام ہرگز نہ کھاتے۔ کیونکہ وہ شبہ کی تاریکی سے اکثر خالی نہیں ہوتا۔ ایک مرتبہ کسی دنیا دار کے گھر سے کھانا آیا۔ تو فرمایا کہ اس میں ظلمت معلوم ہوتی ہے۔ اور از روئے نوازش ہمارے حضرت ایشاں کو بھی فرمایا۔ کہ تم بھی اس طعام میں غور کرو۔ آپ نے متوجہ ہو کر عرض کی۔ کہ طعام تو وجہ حلال سے معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اس میں ریا کی عفونت البتہ ہے۔ اگر اہل دنیا کے گھر سے کوئی کتاب عاریتاً لیتے۔ تو تین روز تک اسے مطالعہ نہ فرماتے اور فرماتے۔ کہ اہل دنیا کی صحبت کی ظلمت اس پر غلاف کی طرح لپٹی ہوئی ہے۔ اس ظلمت کے دُور کرنے کے بعد جو آپ کی صحبت بابرکت کی وجہ سے دُور ہوتی تھی مطالعہ فرماتے +

ہمارے حضرت صاحب کو آنجناب سے بدرجہ کمال محبت تھی۔ آپ کا نام ہی سُن کر آبدیدہ ہو جاتے۔ آپ فرماتے ہیں۔ کہ افسوس اعزیزو! تم نے حضرت سیّد کی زیارت نہیں کی۔ اگر اُن کو دیکھ لیتے۔ تو قدرت کاملہ آلہی پر تمہارا ایمان تازہ ہو جاتا۔ کیونکہ ایسے صاحب کمال لوگ خلقت میں شاذ و نادر ہوتے ہیں +

آپ فرماتے ہیں کہ جناب کے مکشوفات بہت صحیح اور واقعہ کے مطابق ہُوا کرتے تھے۔ بلکہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم لوگوں کو سر کی آنکھوں سے اس طرح صاف دکھائی نہیں دیتا۔ جس طرح وُہ دل کی آنکھوں سے معائنہ کرتے تھے۔ آپ کے تصرفات بڑے زبردست اور اعلیٰ پائے کے تھے۔ مخلصوں کی حاجتوں کو پُورا کرنے کے لئے دُعا کیا کرتے تھے اور ایسا بہت کم ہوتا تھا۔ کہ مراد جناب کی توجہ کے برخلاف ہو۔ ایک مرتبہ ایک عورت نے آپ کی خدمت میں عرض کی۔ کہ میری لڑکی کو جِن اُٹھا کر لے گئے ہیں۔ جسقدر تعویذ اور عملیات

سے۔ اور آپ کو امام طریقہ خواجہ معین الدین سنجری سے۔ اور آپ کو خواجہ عثمان ہارونیؒ سے۔ اور آپ کو حاجی شریف زندنیؒ سے اور آپ کو خواجہ مودود چشتیؒ سے۔ اور آپ کو خواجہ یوسف چشتیؒ سے۔ اور آپ کو خواجہ ابو احمد چشتیؒ سے۔ اور آپ کو خواجہ ابو محمد چشتیؒ سے۔ اور آپ کو خواجہ ابو اسحاق شامیؒ سے۔ اور آپ کو خواجہ ممشاد علو دینوریؒ سے۔ اور آپ کو خواجہ ہبیرہ بصریؒ سے۔ اور آپکو خواجہ حذیفہ مرعشیؒ سے۔ اور آپ کو سلطان ابراہیم ادہمؒ سے۔ اور آپ کو خواجہ فضیل عیاضؒ سے اور آپ کو خواجہ عبد الواحدؒ سے۔ اور آپ کو خواجہ حسن بصریؒ سے۔ اور آپ کو امیر المومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے۔ اور آپ کو حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سے +

فصل سوم۔ آنجناب کی مشائخ اربعہ کی حالات میں جو نقشبندی مجددی تھے

سید السادات حضرت سید نور محمد بداونی رحمتہ اللہ علیہ

آپ علوم ظاہری اور باطنی کے عالم۔ کامل فقیہہ اور مکمل عارف تھے۔ آپ نے طریقہ احمدیہ کے سلوک کے مقامات حضرت مجددؒ کے سجادہ نشین فرزند عروۃ الوثقیٰ حضرت ایشان محمد معصومؒ کے خلیفہ اور فرزند شیخ سیف الدین سے حاصل کئے۔ اور نیز حضرت حافظ محمد محسن کی خدمت میں جو کہ حضرت ایشان محمد معصومؒ کے خلیفہ شیخ عبد الحق محدث کی اولاد سے ہیں۔ سالہا سال رہکر فیض حاصل کیا۔ اور اعلیٰ مقامات اور عمدہ حالات سے مشرف ہوئے +

آپ کو استغراق اعلیٰ درجے کا حاصل تھا۔ چنانچہ پندرہ سال تک کوئی افاقہ نہ ہُوا کرتا مگر نماز کے وقت نماز ادا کر کے پھر مغلوب الاحوال ہو جایا کرتے تھے۔ آخر احوال میں انہیں کچھ افاقہ ہُوا۔ سنت نبوی کی پیروی۔ پرہیز گاری اور عبادت میں ممتاز تھے۔ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادات و ادب کی پیروی کا بڑا خیال رکھا کرتے تھے۔ آنحضرت صلعم کے اخلاق و سیر کی کتابیں ہمیشہ اپنے ساتھ رکھا کرتے تھے۔ اور انہیں کے موافق عمل کیا کرتے تھے +

ایکمرتبہ خلاف سنّت آپ نے بیت الخلا میں دایاں پاؤں پہلے رکھا۔ جس کے سبب احوال باطنی میں تین روز تک قبض رہی۔ پھر بہت سی عاجزی کے بعد وُہ قبض بسط سے

جب مراقبہ کیا۔ تو بیخودی کی غیبت میں دیکھا۔ کہ آپ کا بدن شریف اور کفن تو درست ہے۔ مگر پاؤں کے تلووں اور اُن پر کے کفن پر مٹی نے اثر کیا ہے۔ جب اس کی وجہ دریافت کی۔ تو فرمایا۔ کہ تمہیں معلوم ہوگا۔ ہم نے بیگانہ پتھر وضو کرنے کے مقام پر رکھا ہُوا تھا۔ کہ جب اس کا مالک آجائیگا اُسے دیدیا جائیگا۔ ایک مرتبہ اس پتھر پر ہم نے قدم رکھا تھا۔ جس کی شامت کی وجہ سے مٹی نے تلووں پر اثر کیا ہے +

واقعی یہ ٹھیک ہے۔ کہ جو جسقدر زیادہ پرہیز گار ہے۔ اس کا قرب اور ولایت بھی زیادہ ہے۔ آپ ۱۱ر ذیقعدہ ۱۱۳۵ھ کو فوت ہوئے +

حاجی محمد افضل رحمۃ اللہ علیہ :۔

آپ متبحر عالم۔ دانشور فاضل اور علوم باطنی کے معارف کے اسرار سے بخوبی واقف تھے۔ آپ نے حضرت ایشاں محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند و خلیفہ حجۃ اللہ نقشبندؒ سے طریقہ اخذ کیا۔ اور دس سال تک باطنی فیوض کا استفادہ کرتے رہے۔ اور پھر بارہ سال تک حضرت مجدّد رحمۃ اللہ علیہ کے سجادہ نشین اور فرزند خازن الرحمۃ شیخ محمد سعیدؒ کے فرزند و خلیفہ حضرت شیخ عبد الاحدؒ کی خدمت میں مشرف ہو کر مقامات عالیہ کو پہنچے۔ اور معقول اور منقول علوم اور علم حدیث کی اسناد آپ سے حاصل کیں۔ اور نیز شیخ سالم بصری سے جنہوں نے بعد میں مکہ میں رہائش اختیار کی علم حدیث کی سند حاصل کی۔ حضرت حجۃ اللہ نقشبند نے حضرت شیخ عبد الاحد سے آپ کے بارے میں فرمایا۔ کہ پیران کبار سے جو کچھ ہمارے سینے میں پہنچا ہے۔ وُہ پورے کا پُورا بے کم وکاست تمہارے باطن میں القا کردیا ہے +

آپ استغراق بدرجہ کمال رکھتے تھے۔ اور فنا اور نیستی آپ پر اسقدر غالب تھی۔ کہ گویا وُہ اپنے تئیں صاحب طریقہ ہی خیال نہیں کرتے تھے۔ ہمارے حضرت صاحب کو بارہا فرمایا کرتے تھے۔ کہ آپ کو کشف اور مقامات آلہیہ کی تحقیق کی نظر عطا ہوئی ہے۔ ہمارے حال پر بھی نظر کرو۔ کہ ہم تو اپنے آپ میں اعمال کی خرابی کی وجہ سے کچھ نہیں پاتے +

راقم کہتا ہے۔ کہ امام الطریقہ حضرت مجدّد رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں۔ احوال باطنی کو بھول جانا بھی ذاتی کے ظہور کی علامت ہے۔ اور اس پر آیت شریفہ "لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ" "اس کو آنکھیں کبھی نہیں پاسکتیں" دلیل ہے۔ اس بارے میں آپ حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً کی زیارت سے مشرف ہو کر الطاف آلہی اور عنایات حضرت رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وسلم

کئے گئے ہیں۔ سب کے سب غیر مفید ثابت ہوئے ہیں۔ اس بارے میں آپ توجہ فرمائیں۔ آپ نے سُنکر دیر تک مراقبہ کر کے فرمایا۔ کہ فلاں وقت تیری لڑکی آجائیگی۔ آپ کی توجہ سے ویسا ہی ہُوا۔ اس لڑکی سے جب ماجرا پوچھا۔ تو اُس نے بیان کیا۔ کہ میں جنگل میں تھی۔ ایک بزرگ نے میرا ہاتھ پکڑ کر یہاں پہنچا دیا۔ کسی شخص نے آپ سے خاموشی اور مراقبے کی وجہ دریافت کی۔ کہ آپ نے فوراً کیوں نہ فرما دیا۔ کہ تیری لڑکی آجائے گی۔ آپ نے فرمایا کہ مَیں نے بارگاہ آلہی میں التجا کی تھی۔ کہ اگر میری دُعا اور توجہ پر اثر ہو۔ تو مَیں اس لڑکی کو لانے کے لئے دُعا کروں۔ جب بارگاہ آلہی سے بذریعہ الہام معلوم ہُوا۔ کہ اس بارے میں میری دُعا کا اثر ہوگا۔ تو پھر مَیں نے کہہ دیا۔ کہ لڑکی آجائیگی۔ آپ کا ہر ایک عمل اللہ تعالےٰ کی رضا کے موافق تھا۔

ایک دفعہ دو رافضی عورتوں نے آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر طلب طریقہ کا اظہار کیا آپ نے نورِ فراست سے معلوم کر کے فرمایا۔ کہ پہلے بدعقیدے سے توبہ کرو۔ اور پھر طریقہ حاصل کرو۔ ایک نے آپ کے کمال کا اقرار کر کے توبہ کی اور طریقہ حاصل کیا۔ اور دُوسری کو اس بات کی توفیق نہ ہوئی۔

آپ کے ایک مخلص کو نفسانی خواہش نے گناہ میں مبتلا کرنا چاہا۔ تو آپ کی تصویر دو نو کے مابین حایل ہوگئی۔ جس سے عورت خوف زدہ ہوکر کونے کو بھاگ گئی۔ اور اس مخلص نے توبہ کی۔ اور مدت تک مارے شرم کے حاضرِ خدمت نہ ہُوا۔

ایک مرتبہ بھنگ فروش اپنی دوکان آپ کے مقام رہائیش کے نزدیک لے آیا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ بھنگ کی وجہ سے باطن کچھ مکدر سا ہوگیا ہے۔ مخلصوں نے جاکر زبردستی اس کی دُکان برباد کردی۔ پھر آپ نے فرمایا۔ کہ اب تو پہلے کی نسبت اور بھی مکدر ہوگیا ہے۔ کیونکہ ہم سے یہ واقعہ خلاف شرع ظہور میں آیا ہے۔ مناسب یہ تھا۔ کہ پہلے نرمی سے اُس کو سمجھایا جاتا۔ کہ اس کام سے توبہ کرو۔ اگر توبہ نہ کرتا تو پھر سختی سے منع کرتے۔ آخر اسے بڑی تلاش سے حاضر کیا۔ تو آپ نے پہلے مخلصوں کی جرأت کی بابت فرمایا۔ کہ انہیں معاف کردو اور پھر بڑی نرمی سے سمجھایا۔ کہ یہ پیشہ خلاف شرع ہے۔ کوئی مُباح پیشہ اختیار کرنا چاہیئے اور کچھ نقدی دیکر عذر بھی کیا۔ وُہ توبہ کر کے آپ کا مخلص بنگیا۔

آپ فرماتے ہیں۔ کہ ایک دن مَیں اپنے پیر حافظ محمد محسنؒ کے مزار کی زیارت کیلئے گیا۔

میری آنکھیں بیکار ہوگئیں۔ لیکن خانقاہ کی خدمت کی برکت سے میرے پاس اس قدر خادم آئے۔ کہ اُن کو میری خدمت کا موقعہ مشکل سے ہاتھ آیا۔ اور میری دلی آنکھیں معرفت کے نور سے منوّر ہوگئیں۔ اور سر کی آنکھیں غیر کی طرف توجہ کرنے سے بے پرواہ ہوگئیں۔ اور مجھے ہمیشہ کا مراقبہ حاصل ہے۔ اور غیر کے تصوّر کو جو نظر کی راہ دل میں پہنچتا ہے۔ میرے دل میں نہیں آسکتا۔ سو اللہ تعالےٰ کا ہزار ہزار شکر ہے۔ کہ اس نے مجھے ایسی نعمتیں عطا کر رکھی ہیں۔ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ وَاٰلِہٖ ؏

آپ نے اس طریقہ شریفہ میں مرید ہونے سے پیشتر دیکھا۔ کہ ایک بڑا عظیم الشان شہر ولائیت کی برکتوں اور انوار سے معمُور ہے۔ اور اس کے ہر محلہ میں اولیا اللہ کا ایک گروہ رہتا ہے۔ ایک مرتبہ اس شہر میں مشہور ہُوا۔ کہ مقربان آلہی کا ایک بڑا گروہ آنے والا ہے۔ شہر کے لوگ ان عزیزوں کی عظمت و شوکت کے نظارے اور ان کے استقبال کے لئے نکلے ہیں اور ان کے انوار میں استغراق حاصل کیا۔ اُنھوں نے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ کسی نے جواب دیا کہ اللہ تعالےٰ نے اس وقت کمالات جدید کا اظہار فرما کر ان اکابر کو از رُوئے اجتبا حضرت ذات کے واصلوں کی راہ سے دکھلایا ہے۔ اور ان کے سردار شیخ احمد سرہندی ملقب بہ مجدّد الف ثانی ہیں۔ ہم ان بزرگواروں کے دیدار کے لئے آئے ہیں۔ یہ دیکھ کر آپ کو اِس طریقہ پر عقیدہ زیادہ پکّا ہوگیا۔ اور بڑی کوشش سے اس طریقہ کے سلوک کی راہ میں آکر بارگاہ آلہی کے مقربوں کے سردار بنے ؏

ہمارے حضرت صاحب فرماتے ہیں۔ کہ آپ پر تواضع اور فروتنی کی صفت غالب تھی اگر اصحاب میں سے کوئی کسی شخص کے دل کو آزردہ کرتا۔ تو آپ خود بنفس نفیس معذرت کے لئے اس شخص کے پاس جاتے۔ اور فرماتے۔ کہ قصوُر مجھ فقیر سے ہوگیا ہے۔ مجھے بخش دو۔ بلکہ مبارک سر اس کے پاؤں پر رکھ دیتے ؏

نواب خان فیروز جنگ نے جو آپ کا مُرید تھا۔ عرض کی کہ سیّد حسن رسُول نما جسے چاہتے تھے۔ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ ہم جسے چاہیں۔ وُہ دو مرتبہ آنخضرت صلعم کی زیارت سے مشرف ہوتا ہے۔ تم آج رات ہی فاتحہ پڑھ کر آنخضرت صلعم کی روحانیت مبارک کی طرف متوجہ ہوکر سو جاؤ۔ اس نے وَیسا ہی کیا۔ تو اسی رات زیارت سے مشرف ہُوا۔ اور سو روپیہ ہدیہ مقرر کرکے دوسری مرتبہ

کے مورد بنکر ہزارہا فتوحات لیکر واپس تشریف لائے۔ اور طالبان حق کے مرجع بنے۔ اور خلقت کو ظاہر و باطن میں فیض پہنچایا۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث رحمتہ اللہ علیہ نے آپ سے علم حدیث کی سند حاصل کی۔ آپ کی خدمت میں جو نقدی بطور ہدیہ آتی۔ اس سے ہر فن کی کتابیں خرید کر وقف کر دیتے۔ ایک مرتبہ پندرہ ہزار روپیہ بطور ہدیہ آیا۔ تو آپ نے منفعت بخش علوم کی کتابیں خرید کر وقف کردیں۔ آپ نے ہزارہا کتابیں راہ خدا میں وقف کر کے علوم کی اشاعت میں مدد دی۔ اللہ تعالےٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

آپ فرماتے ہیں کہ ان مخلصوں پر تعجب ہے۔ جو اپنی عمر میں ایک مرتبہ بھی حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار مقدس کی زیارت کا شرف حاصل نہیں کرتے۔ حالانکہ جانتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلعم کے وسیلے دونوں جہان کے مقاصد حاصل ہوتے ہیں۔ اور نیز تعجب کی بات ہے۔ کہ ضروری تجوید کے موافق کلام اللہ کے حروف جو چند روز میں صحیح ہو سکتے ہیں نہیں کرتے۔ حالانکہ نماز کا صحیح ہونا قرأت کے صحیح ہونے پر موقوف ہے۔ اور نیز تعجب کی بات ایک اور ہے۔ کہ لطائف کا ذکر کسی نقشبندی بزرگ کی توجہ سے حاصل نہیں کرتے حالانکہ اس طریقہ میں یہ دولت جو کہ محبت آلہی کا بیج اور ایمان کی بقا کا موجب ہے۔ بغیر زیادہ محنت کے تھوڑی مدت میں حاصل ہو سکتی۔

آپ کے بڑے خلیفہ محمد اعظمؒ کشف صحیح کے صاحب تھے۔ اور نسبت قوی رکھتے تھے۔ بہت سے طالب آپ کی صحبت میں اس شریف طریقہ کے حالات اور واردات کو پہنچے ہیں رحمتہ اللہ علیہما۔

حافظ سعد اللہ رحمتہ اللہ علیہ

آپ حضرت ایشاں کے فرزند و خلیفہ حضرت محمد صدیق کے کامل خلفاء سے ہیں۔ اور تیس سال تک آپ کی خدمت میں رہکر مقامات عالیہ اور طریقہ احمدیہ کی انتہا کو پہنچے۔ آنحضرت کی خانقاہ کے فقراء میں آپ کا لقب سید الصوفیہ تھا۔ مباہات کے طور پر آپ فرماتے تھے کہ تیس سال تک میں نے اپنے پیر کی خانقاہ کا پانی سر پر اُٹھایا ہے۔ جس کی وجہ سے میرے سر کے بال بھی گھس گئے ہیں۔ بلکہ مولیٰ کی راہ میں میری آنکھوں کے نور کا موتی بچھا رہ گیا ہے۔ اُنہوں نے مجھے عین گرمی کی شدت میں احمد آباد بھیجا۔ سورج کی گرمی کی وجہ سے

جس وقت دہلی تشریف لاتے۔ تو راستے میں صرف اُس آٹے کے سوا جو وجہ حلال سے اپنے ہمراہ رکھتے اور کوئی چیز نہ کھاتے۔ ہر ایک کام میں عمل بعزیمت کو ملحوظ رکھتے۔ آپ خاص و عام کے مقبول بنے اور لوگ آپ کی طرف رجوع کرنے لگے۔ آپ کا آستانہ اہل اللہ کی جائے پناہ بنگیا۔ قریباً دو سو عالم اور صالح مرد آپ کے حلقہ میں بیٹھا کرتے۔

آپ کی توجہات سے بہت سے طالب مقامات احمدیہ کی انتہا کو پہنچے۔ اور صاحب فنا و بقا جو آپ کی صحبت مبارک میں استغراق۔ بے خودی۔ ارادات۔ ولائیت اور تہذیب اخلاق میں کامیاب ہوئے ہیں۔ ان کی تعداد بے شمار ہے۔

حدیث اور فقہ کے درس کے بعد رو بقبلہ ہو کر مراقبہ کرتے۔ اور جو شخص آپ کی خدمت شریف میں حاضر ہوتا۔ اسی کے باطن میں انوار جمعیت اور ذکر کا القا کرتے۔ جمعہ کے روز جبکہ لوگ بہت اکٹھے ہو جاتے۔ جس شخص پر آپ کی نظر مبارک پڑتی۔ اُسے ہی دلی توجہ سے ذاکر بنا دیتے۔

کسی شخص نے آپ سے پوچھا۔ کہ ان لوگوں کو تو معلوم ہی نہیں۔ کہ ذکر قلبی کیا چیز ہے اور نہ ہی یہ دل کی طبعی حرکت اور ذکر کی حرکت میں تمیز کر سکتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ یہ معاملہ خدا کے ساتھ ہے۔ معلوم کرنا کوئی بڑا کام نہیں۔ قبر میں جا کر خود ذکر کا اثر اور قدر انہیں معلوم ہو جائیگا۔ کیونکہ ذکر قلبی کے نور کی برکت سے ایمان سلامت رہتا ہے۔ طریقہ احمدیہ کے انوار آپ کے فیض کی وجہ سے چمک اُٹھے۔ اور اس خاندان کی نسبت شریفہ کا رواج ہو گیا۔ اسی واسطے آپ کا لقب عالم غیب میں "قاسم لخزائن اللہ" تھا۔

ایک روز کسی مسجد میں تشریف لائے۔ وہاں پر ایک شخص اپنے مریدوں کی ایک جماعت سمیت بیٹھا تھا۔ اور اَور لوگوں کو مرید کر رہا تھا۔ لیکن اس کا باطن نسبت مع اللہ کے نور سے جو صوفیا میں مشہور ہے خالی تھا۔

مشائخ کبار کے نزدیک فنائے قلب۔ واردات ولائیت اور تہذیب اخلاق کے بغیر مرید کرنا حرام ہے۔ آپ کو اس کے حال پر رحم آیا۔ اور دیر تک اس کے حال کی طرف متوجہ رہ کر اُس کو ولائیت قلبی کے مرتبے کو پہنچا دیا۔ ہمارے حضرت صاحب سے جو حاضر خدمت تھے۔ از رُوئے لطف اس کے احوال کی تصدیق چاہی۔ تو عرض کی۔ کہ جناب کی توجہ سے فی الفور اس کا دل ذاکر ہو گیا۔ اور اس کے لطیفہ میں نورانیت آگئی۔

پھر فاتحہ پڑھ کر سو گیا۔ پھر اُسے یہی سعادت نصیب ہوئی۔ پھر سو روپیہ اور ہدیہ مقرر کر کے صبح کے وقت آپ کی خدمت میں حاضر ہوُا۔ اور ایک سو روپیہ نذر کر کے عرض کی۔ کہ الحمد للہ جناب کی توجہ سے مجھے یہ شرف حاصل ہوُا۔ آپ نے نور فراست سے معلوم کر کے فرمایا کہ دوسرا سو کہاں ہے۔ اس نے گھبرا کر وُہ بھی پیش کر دیا +

حضرت ایشاں فرماتے تھے۔ کہ آپ کو ظاہری علم میں مہارت تو حاصل نہ تھی۔ اور نہ ہی آپ کی صحبت میں واقعات کے کشف کا مذکور ہوتا تھا۔ لیکن محض اپنے پیر کی خانقاہ کی خدمت کے بعد مقبُول عوام ہو گئے تھے۔ مگر باطنی نسبت نہائت عالی اور قوی رکھتے تھے۔ آپکی خانقاہ میں ایک بڑی بلی رہتی تھی۔ جو آپ کے تصرف کی وجہ سے چڑیوں پر بڑی مہربان تھی۔ وُہ اپنا منہ کھولتی تھی تو اس میں آپ دانے ڈال دیا کرتے تھے۔ اور چڑیاں جمع ہو کر اس کے منہ میں سے دانے نکال نکال کر چُگا کرتی تھیں۔ اور اس سے کھلاڑیاں کیا کرتی تھیں +

آپ کے فیض سے بہت سے لوگ قرب حق کے مقامات کو پہنچے۔ آپ نے ۱۱ شوال ۱۱۵۲ھ کو رحلت فرمائی۔ آپ کے ایک خلیفہ شیخ صبغتہ اللہ نہائت پیر مرد اور نورانی بندہ خدا تھے۔ مَیں نے ان کی زیارت کی ہے +

شیخ الشیوخ محمد عابد رحمتہ اللہ علیہ:۔

آپ حضرت شیخ عبد الاحد کے بڑے خلفار سے ہیں۔ شہر سرہند کے اکابر خلفار میں سے علم۔ عمل۔ پرہیزگاری اور عبادت میں ممتاز تھے۔ نسبت میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تک پہنچتے ہیں۔ آپ کثیر العبادت اور کثیر الذکر تھے۔ تہجد میں سورۂ یٰسین ساٹھ مرتبہ پڑھا کرتے تھے۔ اور ہر ایک دوگانے کے بعد ذکر اور مراقبے میں مشغول ہوُا کرتے تھے۔ آدھی رات سے لیکر سحر تک یاد الٰہی میں مشغول رہتے۔ مرض الموت میں جو چھ مہینے تک آپ کو اسہال آتے رہے۔ تہجد میں پینتیس مرتبہ سورہ یٰسین پڑھا کرتے تھے۔ ہر روز حبس نفس سے ہزار بار نفی اثبات۔ اور بیس ہزار مرتبہ کلمہ طیب پڑھا کرتے۔ اور نیز تلاوت قرآنی اور ورد و وظائف کیا کرتے +

ایک مرتبہ کا ذکر ہے۔ کہ سرہند کا حاکم کچھ مویشی لوٹ کر لایا۔ اُنہوں نے اس وقت سے لیکر بیس سال تک گوشت ترک کر دیا +

ایک روز آپنے ایک درویش کو فرمایا۔ کہ کیا وجہ ہے کہ تیرے باطن میں مجھے کدورت معلوم ہوتی ہے۔ شائید تو نے مشتبہ لقمہ کھایا ہے۔ اس نے عرض کی۔ کہ نہیں میں نے تو خانقاہ کے طعام کے سوا اور کوئی چیز نہیں کھائی۔ آخر خود ہی اس بات کا اقرار کیا۔ کہ ایک رنگریز کے ہاں میں نے طعام کھایا تھا۔ جو حضرت غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نیاز تھی آپ نے اسے جھڑ کا۔ کہ کیا میں نے تجھے کہا نہیں تھا۔ کہ ہر ایک شخص کا کھانا نہیں کھانا چاہیئے

مرزا مظفر رحمتہ اللہ علیہ تعمیر اوقات۔ نسبت باطنی کی قوت۔ وفور حالات اور ارادات میں بینظیر تھے۔ آپ کے مستفیدوں کو میں نے دیکھا ہے۔ ان کے دلوں میں جو ضروری بات اس طریقے میں ہونی چاہیئے موجود تھی۔ آپ کے اصحاب میں سے ایک کو آپ کی وفات کے بعد قبض ہوئی اور دو سال تک بسط حاصل نہ ہوئی۔ آخر وہ مجبور ہو کر آپ کے مزار شریف کی زیارت کو گیا جونہی کہ اس کی نگاہ مزار مبارک پر پڑی۔ اس کی حالت تازہ ہو گئی۔ اور اپنی نسبت کو بحال پایا۔

محمد میر رحمتہ اللہ علیہ نسبت باطنی کے عالی ہونے۔ گمنامی۔ گوشہ نشینی اور طالبوں کی ہدایت میں ممتاز تھے۔ ایک صالح مرد کی زبانی میں نے سنا۔ جو بیان کرتا تھا۔ کہ بیس آدمی آپ کی صحبت میں مرتبہ۔ ولائیت اور فنا و بقا کو پہنچے ہیں۔ ایک جن بھی آپ کا مرید تھا۔ اس نے عرض کی کہ جس قدر آپ کا خرچ ہے۔ بندہ حاضر کر سکتا ہے۔ لیکن آپ نے اس بات کو قبول نہ فرمایا۔ کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ بیگانہ مال لے آئے۔ شاہ عبد الحفیظ صوفی عبدالرحمن میر بہادر۔ درویش محمد۔ محمد حسن اور دوسرے عزیز رحمتہ اللہ علیہم قرب الٰہی کے مقامات میں ممتاز تھے۔ اور طالبان حق کی ہدائیت میں مشغول۔ میں نے ان عزیزوں کی زیارت بھی کی ہے۔

شیخ محمد میر رحمتہ اللہ علیہ کی دختر نیک اختر اولیائے زمانہ سے تھیں۔ اور آپ پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی عنائیت خاص تھی۔ ان سے بڑے بڑے عجیب واقعات منقول ہیں۔ جس کے احوال کی نسبت وہ چاہتیں حضور میں عرض کریں تو جواب باصواب ملتا طالبوں کو اپنے بال مبارک بطور تبرک عطا فرماتیں۔ ایک بزرگ جو نور ولائیت اور نور نبوت میں کشف صحیح اور وجدان صریح سے امتیاز کر سکتا تھا۔ کہتا ہے کہ اس نیک بخت کا گھر مصطفائی انوار سے پر تھا۔ اور نیز اسے محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے غلبہ کی

جس سے وُہ اپنے اصل کی طرف آتشی ہوا کی طرح پرواز کر گیا۔ اور قلب میں گھلاوٹ سی پاکر عالم امر کی سیر کی طرف متوجہ ہوُا۔ اور افعالی تجلی کو پہنچکر فنا حاصل کی۔ اور طریقے کی اجازت کی قابلیت پیدا کی۔ جناب نے فرمایا۔ کہ واقعی تمہاری وید ٹھیک ہے۔ ہمیں بھی اسکے احوال اسی طرح دکھائی دیئے +

ایک روز قبرستان میں سے گذرے۔ تو مُردوں کے حال کی طرف متوجہ ہو کر کھڑے کھڑے مراقبہ کیا۔ ان بیچاروں نے فیض کے لئے درخواست کی۔ آپ نے ان کے حال کی طرف توجہ فرمائی۔ مَیں نے اپنے مُرشد قدس سرہٗ کی زبان مُبارک سے سُنا۔ کہ مَیں اس وقت حاضر تھا۔ اس وقت حقیقت محمُدی صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور تھا۔ اور آنحضرت کی توجہ سے تمام قبرستان انوار اور برکات سے معمُور ہو گیا +

آپ نے پا پیادہ حج کیا ہے۔ اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی مہربانیوں سے سرفراز ہوئے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں۔ کہ میرے سینے کی جلن اور گرمی جو ابتدائے درد طلب کی وجہ سے تھی۔ اور کبھی کم نہ ہوتی تھی۔ اسے آنحضرت صلعم کی عنایت سے تسکین حاصل ہوئی۔ اور جو کچھ مقصُود تھا وُہ بھی حاصل ہو گیا۔ وہاں پر بہت سے طالبوں نے آپ کی صحبت بابرکت سے فیض حاصل کیا +

ایک شخص مدینہ منورہ میں بہت مجاہدہ ریاضت اور نفلی عبادتیں کیا کرتا تھا۔ اُسے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب سے حکم ہوُا۔ کہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر فیض حاصل کرے۔ آپ نے اسے اس سخت ریاضت سے منع فرمایا۔ اور اوسط درجے کی عبادت کا حکم دیا۔ لیکن چونکہ وُہ سخت ریاضت کا عادی تھا۔ اس لئے آپ کے کہنے پر عمل نہ کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر اُسے آپکی متابعت اور آپ کی خدمت میں حاضر باشی کا حکم فرمایا۔ پھر اس نے آپ کی خدمت سے فیض حاصل کیا۔ اور آپ کی تربیت سے وُہ مقامات عالیہ کو پُہنچا +

آپ کا ۱۰ رمضان المبارک سنہ ۱۱۶۰ھ میں انتقال ہوُا۔

آپ کے خلفاء بہت ہیں۔ ان میں سے خواجہ موسٰی خان مخدوم اعظم نہائت پرہیزگار۔ عابد صاحب کشف مقامات اور تصرفات ماوری النہر میں طالبان خدا کی ارشاد و ہدائت میں یگانہ روزگار تھے۔ آپ کے بارہ خلیفے تھے +

کو ترک کر کے فقر اور قناعت کی سلطنت اختیار کی۔ اور اپنا مال و اسباب سب خدا کی راہ میں فقیروں کو بانٹ دیا۔ صرف پچیس ہزار روپیہ اپنی لڑکی کی شادی کے لئے رکھ لیا۔ لیکن جب آپ نے سُنا۔ کہ آپ کے ایک دوست کو سخت ضرورت درپیش ہے۔ تو وُہ روپیہ بھی سارے کا سارا اُسے عطا فرما دیا۔ کمالات انسانی اور اخلاق رحمانی میں یگانہ روزگار تھے۔ وفا، حیا، شکر، اور صبر، آپ کے اوصاف حمیدہ تھے۔

ایک مرتبہ آپ نے اپنے گھر میں کدو کی بیل لگا رکھی تھی۔ ایک لونڈی نے کہا۔ کہ آپ دعویٰ تو توکل کا کرتے ہیں۔ اور پھر یہ کدو کی بیل لگا رکھی ہے۔ شائد دل میں یہ خیال آجائے۔ کہ فاقے کے وقت اس بیل کے پتے ہی کھالیں گے۔ اور ایسا کرنے سے اسباب پر بھروسہ پیدا ہو جائے۔ آپ نے اس لونڈی کے کلام کو تعلیم الٰہی جانکر وُہ بیل جڑ سے اکھیڑ دی۔ گوشہ نشینی اور تنہائی اختیار کر کے اور دونو جہان کا شرف یادِ خدا میں دیکھ کر طریقہ قادری حضرت شاہ عبدالرحمٰن قادری رحمۃ اللہ علیہ سے جو جذبات قویہ اور تصرفات جلیہ میں شہور تھے حاصل کیا۔ اور آپ کی صحبت کی برکت سے عالیہ حالات حاصل کر کے اپنا وقت ذکر، طاعت اور تلاوت میں گذارتے۔

ایک مرتبہ آپ کے پیر نے آم تناول فرمائے۔ چونکہ ترش تھے۔ اس لئے اس نے زمین پر پھینک دیئے۔ جسے آپ نے کمال عقیدت کی وجہ سے نزاکت اور میرزائی کو ترک کر کے زمین پر سے اس شیرے کو بمعہ مٹی زبان سے اُٹھا کر نگل لیا۔

اس عمل اور خاکساری کی برکت سے آپ پر ایک عمدہ کیفیت طاری ہوئی۔ آپکی ولادت باسعادت ۱۱ رمضان المبارک ۱۱۱۳ھ کو ہوئی۔ جمعہ کے روز صبح کے وقت جبکہ آفتاب عالمتاب نے مطلع سے سر نکالا۔ تو شمس الملتہ والدین نے مطلع ولادت سے طلوع فرمایا۔

آپ کی تاریخ ولادت 'تولد صاحب شرع' ہے۔ آپ کے طالع کا زائچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زائچہ سے صرف دو جگہ پر مختلف ہے۔ باقی سب اسی کے موافق ہے۔ اسی واسطے ہدائیت اور نیک بختی کے آثار آپ کے حال کی پیشانی سے ظاہر ہوئے اور فہم و ذکا کے انوار جبین مبین سے چمکتے تھے۔ عقلمند لوگ آپ کی علوت۔ فطرت کے مشاہدے سے کہتے تھے۔ کہ آپ اہل کمال کے سردار ہونگے۔ اور ظاہری عقلمندوں

وجہ سے فقر و فاقہ پیش آیا۔ چنانچہ حدیث میں آیا ہے "اَلْفَقْرُ اَسْرَعُ اِلٰی مَنْ یُّحِبُّنِیْ مِنَ السَّیْلِ اِلٰی مُنْتَهَاهُ" فقر اس شخص کی طرف جو مجھے محبت کرتا ہے۔ پانی کی اس رو سے بھی جلدی دوڑکر جاتا ہے۔ جو اپنے انتہا پر اس کی رفتار ہوتی ہے؛ فقر کی مصیبت کی تاب نہ لاکر افغانوں کے ملک میں جانا چاہا۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا۔ اور فقر و فاقے پر صبر کرنے کا حکم دیا۔ کیونکہ صبر قرب و معیت آلہی کا موجب ہے "اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ" بے شک اللہ تعالٰے صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

فصل در بیان نسب شریف ولادت باسعادت حضرت ایشان ما

رحمتہ اللہ علیہ

انوار آلہی کے مظہر۔ حضور و آگاہی کے آثار کے مصدر۔ طریقہ احمدیہ کو قائم کرنے والے۔ سنن نبوی کو زندہ کرنے والے۔ فرید العصر والدوران شمس الدین حبیب اللہ حضرت مرزا جان جاناں رضی اللہ تعالٰی عنہ ساداتِ علوی ہیں۔ آپ کی نسب شریف اٹھائیسویں پشت میں حضرت محمد بن حنفیہ کے توسط سے امیر المؤمنین علی مرتضٰی کرم اللہ وجہ تک پہنچتی ہے آپ کے آبائے کرام امرائے عظام تھے۔ اور تیموری خاندان کے بادشاہوں سے قرابت رکھتے تھے۔ نیک اوصاف و پسندیدہ خصائل سے موصوف تھے۔ اور مروت۔ عدالت۔ شجاعت۔ سخاوت اور کمال دینداری میں مشہور تھے۔ امیر عبد السبحان جو دوسری پشت میں اکبر بادشاہ کے نواسہ ہیں۔ آنحضرت کے جد امجد تھے۔ باوجود ظاہری شان وشوکت اور جاہ و جلال کے طریقہ چشتیہ میں بہت اچھی حالت رکھتے تھے۔ سحر کو ہمیشہ جاگا کرتے۔ اور محبت آلہی کی وجہ سے رویا کرتے۔ لوگوں کو مرید کرتے۔ آپ کے تمام متوسلین ذاکر اور تہجد گزار تھے۔ آپ کی دادی صاحبہ اسد خاں وزیر کی دختر نیک اختر اوصاف کاملہ میں بے نظیر تھیں۔ اور انہیں کی صحبت سے اہل سنت وجماعت کا مذہب اختیار کر گئے واردات آلہیہ سے اچھے طور پر بہرہ ور تھیں۔ اور عبادات کی تسبیح سن سکتی تھیں۔ اور اپنے شوہر کی طرح محبت آلہی کے ذوق وشوق میں سرشار تھیں۔ علم ظاہری بھی حاصل تھا۔ چنانچہ مثنوی مولانا روم کا سبق پڑھایا کرتی تھیں۔ آنجناب کے والد ماجد نے مال و مرتبہ اور منصب بادشاہی

درمیان آجاتا۔ تو جناب کی صورت مبارک تشریف فرما ہوتی۔ ہم نے بارہا آپ کو ظاہری آنکھوں سے دیکھا ہے۔ اور آپ نے ہم پر توجہ فرمائی ہے۔

آپ فرماتے تھے۔ کہ ایک روز کسی شخص نے ہمارے والد بزرگوار کی خدمت میں ذکر کیا کہ متقدمین صوفی وحدت وجود کے قائل ہیں۔ اور حضرت مجدد رضی اللہ عنہ نے ان کے برخلاف وحدت شہود کو ترجیح دی ہے۔ ابھی یہی ذکر ہو رہا تھا۔ کہ ایک نور آفتاب کی طرح چمکا۔ اور اس نور میں حضرت مجدد رضی اللہ عنہ ظاہر ہوئے۔ اور مجھے وہاں سے اُٹھ جانے کا اشارہ کیا یہ واقعہ مَیں نے اپنے والد ماجد کی خدمت میں بیان کیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ اغلب ہے۔ کہ تمہیں حضرت مجدد رضی اللہ عنہ کے طریقہ سے فائدہ حاصل ہو۔

آپ فرماتے تھے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے ہماری طبیعت کو نہائت معتدل بنایا ہے۔ اور ہماری سرشت میں سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کی رغبت بطور ودیعت رکھی گئی ہے۔ ابھی ہم بچے ہی تھے۔ کہ اپنے والد بزرگوار کے ہمراہ آپ کے پیر حضرت شاہ عبدالرحمٰن رحمتہ اللہ علیہ کی زیارت کے لئے گئے۔ آپ سے کرامات اور تاثیرات تو ضرور ظہور میں آئیں۔ لیکن چونکہ نماز میں تساہل کرتے تھے۔ اس لئے ہمارے دل میں ان کی طرف سے نفرت پیدا ہو گئی۔ کہ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا تارک اقتدار کے قابل نہیں ہوتا۔ ہمیں یہ بھی ڈر تھا۔ کہ کہیں مجھے بھی انہیں کا مرید نہ بنا دیں۔ ایک روز میں نے پوچھا۔ کہ حضرت عبدالرحمٰن نماز میں کیوں تساہل کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ ان پر سکر غالب ہے۔ معذور ہیں۔ میں نے عرض کی کہ نماز کے وقت سکر غالب آتا ہے۔ اور باقی امور میں ہشیار ہوتے ہیں۔ آپ یہ سنکر جھنجھلائے۔ اور فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے تجھے عقل اور سمجھ اس لئے دی ہے۔ کہ تو ہمارے پیروں پر اعتراض کرے۔ لیکن اس بات سے وُہ مریدی کا اندیشہ دُور ہو گیا۔

آپ فرماتے تھے کہ عشق و محبت کا شور میری سرشت میں ہے۔ اور شروع ہی سے مَیں خوبصورتوں کی طرف مائل ہوتا آیا ہوں۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ کہ ابھی مَیں چھ مہینے کا بچہ ہی تھا۔ کہ مجھے انا کی گود سے ایک خوبصورت عورت نے اُٹھایا۔ اس کا جلوہ دیکھ کر مَیں ازخود رفتہ ہو گیا۔ اور مجھے اس سے محبت پیدا ہو گئی۔ مجھے اس کے دیکھے بغیر قرار نہیں ہوتا تھا۔ اور اس کی جُدائی میں روتا تھا۔ ابھی مَیں پانچ سال کا تھا۔ کہ لوگوں میں مشہور ہو گیا۔ کہ اس لڑکے کا مزاج عاشقانہ ہے۔

پر سبقت لے جائینگے۔ آپ کے والد ماجد نے تعلیم و تربیت کی کوشش کی۔ باوجود چھوٹی عمر کے آپ کو کمال حاصل کرنے کے لئے تقسیم اوقات کی تاکید فرماتے۔ کہ پیارے وقت اور شریف عمر کا بدل کوئی چیز نہیں۔ اس لئے اسے بیجا نہیں صرف کرنا چاہیئے۔

آپ کو آداب بادشاہی۔ فنون سپاہ گری اور کسب و ہنر بھی سکھلائے گئے۔ فرماتے تھے۔ کہ اگر تم امیر ہو گئے تو اہل ہنر کی قدر کرو گے۔ اور اگر جیسا کہ ہمارا دل چاہتا ہے۔ فقر اور ترک دنیا اختیار کرو گے۔ تو تمہیں اہل پیشہ کی ضرورت نہ ہوگی۔

پس آپ کو ہر فن میں مہارت حاصل ہوگئی۔ ہر پیشے کے ہنرور اپنے ہنر کی واد ان سے لیتے۔ جو شخص آپ سے ملاقات کرتا۔ وہ اپنے فن میں آپ کو استاد خیال کرتا۔ ایک معتبر آدمی کی زبانی میں نے سنا ہے۔ کہ آپ کو تقطیع پچاس طرز کی معلوم تھی۔ آپ فرماتے تھے۔ کہ ہم نے لڑائی کے ہتھیاروں کا استعمال بدرجہ کمال پہنچایا تھا۔ اگر بیس آدمی تلواریں سونت کر آجائیں۔ اور ہمارے ہاتھ میں صرف ایک لاٹھی ہو۔ تو ان میں سے کوئی بھی ہمیں زخم نہیں پہنچا سکتا۔ ایک مرتبہ ایک شخص نے نماز مغرب سے فارغ ہونے کے بعد بادل کی تاریکی میں ہم پر خنجر کا وار کیا۔ جب بجلی چمکی۔ تو اس روشنی میں ہم نے اس کے ہاتھ سے خنجر چھین کر پھر اسی کے ہاتھ دیدیا۔ اس نے پھر حملہ کیا۔ پھر چھین کر اسے واپس دیا۔ اسی طرح جب سات بار ہوا۔ تو آخر وہ شخص پاؤں پڑا۔ اور عذر کیا۔

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ راہ میں مست ہاتھی آرہا تھا۔ اور ہم گھوڑے پر سوار مقابل سے آرہے تھے۔ مہاوت نے للکارا کہ دور رہنا۔ الگ ہو جانا۔ لیکن دل نے نہ مانا۔ کہ ایک بے جگر حیوان کے مقابلے سے منہ پھیر لیا جائے۔ ہاتھی نے جھنجھلا کر ہمیں سونڈ میں لپیٹ کر اٹھا لیا۔ ہم نے میان سے خنجر نکالکر اس کے سونڈ پر وار کیا۔ جس سے وہ چیخ اٹھا اور ہمیں دور پھینک دیا۔ ہم اللہ تعالےٰ کے فضل سے صحیح و سلامت رہے۔ ایک مرتبہ جہاد با شرائط ہوا۔ عین ہنگامے کے وقت جبکہ تیر اور نیزے کے استعمال کا وقت آپہنچا۔ تو سردار نے جو ہمارے ساتھ کے ہاتھی پر تھا۔ یہ خیال کیا کہ شاید ڈر گیا ہوں۔ اسی وقت میں نے ایک غزل تیار کی۔ جسے سن کر وہ حیران رہ گیا۔

ابھی ہم نو سال کے بچے ہی تھے۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خواب میں دیکھا۔ انہوں نے ہمارے حال پر بہت عنایت مبذول فرمائی۔ اس وقت جب کبھی حضرت صدیق اکبرؓ کا ذکر

اگرچہ پرہیزگاری اور عبادت میں نور اور صفائی ہے۔ مگر محبت کے طریقے میں سوز و گداز کی وجہ سے فرق ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔ کہ مغیث نام ایک شخص حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی لونڈی بریرہ نام پر عاشق تھا۔ جس وقت بریرہ بازار نکلتی۔ تو اس کے پیچھے ہو لیتا۔ زار زار روتا اور آہیں مارتا۔ یہاں تک کہ اس کی ڈاڑھی آنسوؤں سے تر ہو جاتی۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی حالت پر رحم آیا۔ اور اُسکی سفارش بریرہ سے کی۔ کہ اس کے ساتھ نکاح کر لو۔ اس نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! اگر اس بارے میں وحی نازل ہو۔ تو مجھے قبول ہے۔ ورنہ میں اس بات کی مختار ہوں۔ کہ میں اس کا چہرہ نہ دیکھوں۔ بہت عرصے بعد مغیث اسی کے عشق میں مر گیا۔

پس پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مَنْ عَشِقَ وَكَتَمَ وَعَفَّ ثُمَّ مَاتَ مَاتَ شَهِيدًا۔ جو عاشق ہُوا۔ اور اس عشق کو چھپایا۔ اور پاکدامن رہا اور مر گیا وُہ شہید ہو کر مرا۔ اس حدیث کا راوی وارمی ہے۔

محبت کی عجیب عجیب تاثیرات کی بابت آپ فرماتے تھے۔ کہ ایک عاشق نے ہجر کی آگ کی تاب نہ لا کر اپنے تئیں دریا میں غرق کیا۔ جب اس کی معشوق کو یہ خبر ملی۔ تو وُہ بھی اسکے ماتم میں دریا میں گر پڑی۔ آخر بڑی جستجو سے دونوں کو ایک دُوسرے کے آغوش میں پایا۔ سہ

بسیار دیدہ ام کہ کسے را دو کرد تیغ ۔۔۔ شمشیر عشق ہیں کہ دو کس را یکے کند

آپ فرماتے تھے۔ کہ ایک عاشق رقیبوں کے پاس معشوق کو دیکھ کر بیتابی کی تاب نہ لا سکا۔ اور دیوانگی کے سبب چاہتا تھا۔ کہ اپنے یار کو زخمی کرے۔ کسی نے اُسے کہا۔ کہ اس میں تیرے یار کا کیا قصور ہے۔ یہ تو تیرے دل کا ہی قصور ہے۔ یہ سُنکر اُس نے اپنا سینہ پھاڑ کر دل نکال لیا۔ اور خنجر کے زخم سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

نیز فرماتے تھے۔ کہ ایک عاشق نے اپنے یار کو غیروں کی مجلس میں جانے سے منع کیا۔ لیکن اُس نے حسن کے غرور کی وجہ سے اس کی بات کا خیال تک نہ کیا۔ جہاں وُہ جانا چاہتا تھا چلا گیا۔ عاشق بیچارہ دیر تک غیرت کے مارے گریبان میں سر رکھ کر بیٹھا رہا۔ غیرت کی آگ نے اُس کی ناتوان جان کو جلا دیا۔ جب اسے دیکھا۔ تو مرُدہ پایا۔ جب اس کے معشوق کو یہ بات معلوم ہوئی۔ وہ بھی مارے حسرت کے گریبان میں منہ ڈالکر

آپ فرماتے تھے۔ کہ میری محبت کے جذب کی طاقت اس درجے کی تھی۔ کہ معشوقوں کی جسمانی تکلیف کا ظہور میرے جسم میں ہو جاتا تھا۔ ایک مرتبہ ایک جوان کو جو میرا منظور نظر تھا تپ ہو گیا۔ مجھے بھی تپ ہو گیا۔ اس نے دوائی کھائی۔ تو اس کا اثر مجھ میں بھی ظاہر ہوا +

آپ فرماتے تھے۔ کہ ایک مرتبہ آدھی رات کے وقت جبکہ میں گھر کا دروازہ بند کئے لیٹا تھا۔ وہ جوان آیا۔ اور چنبیلی کے درخت سے پھول چن کر میرے سر پر رکھ کر غائب ہو گیا وہ پھول صبح تک میری چارپائی پر پڑے رہے۔

آپ فرماتے تھے۔ کہ جس شخص نے عشق کی خاکساری کی زمین پر اپنی آنکھیں اور چہرہ نہیں ملا وہ سجدہ کے شوق کی لذت کہ سجدہ کرنے والا حدیث کے مطابق اللہ تعالیٰ کے قدم پر ہوتا ہے۔ کیا جانتا ہے۔ بعض تجلیات الٰہیہ چشم کی دلربا کمند طرہ کو پکڑنے والی ہوتی ہیں۔ تجلیات کا ذوق اور تاثیر عارض اور خط و خال کے جلوے سے جدا جدا محبت رسا کے وجدان کے موافق حاصل کیا جاتا ہے۔ خواجہ حافظ شیرازی شیخ فخرالدین عراقی اور شیخ اوحد کرمانی رحمتہ اللہ علیہم نے جو اصطلاحات اشعار میں مقرر کی ہیں۔ ان سے اشارہ تجلیات کی طرف ہے۔ یہ بات بالکل درست ہے۔ کہ جہاں پر کوئی حسن کا دلبر عشق کی بیتابی میں مشغول ہے۔ وہاں پر معشوق حقیقی کے جمال کا جذبہ ہے۔ جس نے کہ اس پر اپنا پرتو ڈالا ہے ؎

جلوہ صفت است اگر دیدہ بینائی ہست | ایں جہاں آئینہ آئینہ رسیائی ہست
مہر و ماہ ارض و سما آئینہ شکل اندہمہ | میتواں یافت کہ در پردہ خود آرائی ہست

اس بارے میں عارف جامی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔ ؎

بیرون خیمہ زا قلیم تقدس | تجلے کرد بر آفاق و الانفس
ازاں لمعی فروغے بر گل افتاد | ز گل شورے بجان بلبل افتاد
رخ خود شمع زاں آتش برافروخت | بہر کاشانہ صد پروانہ راسوخت

عشق مجازی دلوں کی گرمی اور بجھی ہوئی آتش الٰہی ہے۔ بشرطیکہ ان میں ملاقات نہ ہو تاکہ وصال کا پانی دل کی حرارت کو سرد نہ کر دے۔ اسی واسطے کہا گیا ہے۔ کہ جس میں عشق شورانگیز نہیں اس پر طریقہ حرام ہے +

نیز فرماتے تھے یہ اَلْحَسَنُ مَا حَسَّنَهُ الشَّرْعُ وَالْقَبِيحُ مَا قَبَّحَهُ الشَّرْعُ۔ خوبی اسی چیز میں ہے۔ جس کو شرع اچھی خیال کرے۔ اور برائی اسی چیز میں ہے جسے شرع بری قرار دے

اَحْیِنِیْ فِیْ حُبِّکَ وَاَمِتْنِیْ فِیْ حُبِّکَ وَاحْشُرْنِیْ فِیْ حُبِّکَ" الٰی اللہِ تعالٰے ہ
مجھے اپنی محبّت میں زندہ رکھ۔ اپنی محبت میں مار اور اپنی محبّت میں میرا حشر کرنا۔

آپ فرماتے تھے کہ میرے والد ماجد فرمایا کرتے تھے۔ کہ تمہارا قدم ہمارے لئے مُبارک ہے۔ کیونکہ جس سال تم پیدا ہوئے۔ اُسی سال ہم نے دُنیاوی تعلقات کو چھوڑ کر فقر اور قناعت کی دولت اختیار کی۔ پس مجھے بھی ان کی صحبت کی برکت سے ترک و تجرید کی رغبت پیدا ہوئی۔ اور فقر کو دولتمندی پر ترجیح دی۔

آپ فرماتے تھے۔ کہ ابھی مَیں سولہ سال کا تھا۔ کہ میرے سر سے پدری سایہ اُٹھ گیا۔ انتقال کے وقت وصیّت کی۔ کہ اپنا وقت اس طرح کمالات کے حاصل کرنے میں تقسیم کرتے رہنا۔ اسی وصیّت کے مطابق میں نے اپنا وقت علم و عمل اور احباب کی صحبت پر تقسیم کیا۔ اور عمر اور زندگانی سے کافی بہرہ حاصل کیا۔

آپ فرماتے ہیں۔ کہ میرے والد ماجد کے انتقال کے بعد خیر خواہوں نے مجھے موروثی بادشاہی منصب کے حاصل کرنے کے لئے کہا۔ اور فرخ سیر کی ملازمت کے لئے آمادہ کیا۔ جب مَیں وہاں پہنچا تو اتفاقاً اسی روز بادشاہ زکام کی وجہ سے بیمار تھا۔ دربار میں نہ آسکا۔ اسی رات میں نے خواب میں دیکھا۔ کہ ایک بزرگ نے اپنے مزار سے نکلکر اپنی کلاہ میرے سر پر رکھ دی ہے۔ بیشک وُہ بزرگ حضرت خواجہ قطب الدین قدس سرہ تھے۔ پھر میرے دل میں منصب و جاہ کی رغبت نہ رہی۔ بلکہ درویشوں کی زیارت کا شوق دل میں پیدا ہوُا۔ جہاں پر کسی صاحب کمال کو سُن پاتا۔ اُسی کی زیارت کے لئے جاتا۔ ایک مرتبہ شیخ کلیم اللہ چشتی رحمتہ اللہ علیہ کی زیارت کے لئے جو مشائخ وقت تھے۔ گیا۔ اس وقت آپ حدیث کا سبق پڑھا رہے تھے۔ حدیث میں آیا۔ کہ رات کے وقت ایک جن نے حضرت رسُول کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم پر حملہ کیا۔ آنحضرت صلعم نے اُسے پکڑنا چاہا۔ دُعائے سُلیمانی کے ملاحظہ سے اس پر تصرف نہیں کرنا چاہتے تھے۔ میرے دل میں خیال آیا۔ کہ دیکھئے شیخ صاحب اس حدیث کی کیا تاویل فرماتے ہیں۔ شیخ صاحب نے فرمایا۔ کہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ شیخ کو چاہیئے۔ کہ دُوسرے کے مُرید پر اس کے پیر کے اذن بغیر تصرف نہ کرے۔

آپ فرماتے تھے کہ جب مَیں شاہ مظفّر قادری کی زیارت کے لئے گیا۔ تو کسی شخص نے

مرگیا۔ دونوں کو ایک دُوسرے کے نزدیک ہی دفن کر دیا گیا + ؎

دو زخم سوز داگر جنت ہوس باشد مرا
یک و جیب جا از سرکوئے تو بس باشد مرا

آپ فرماتے تھے۔ کہ ایک مور کسی خوبصورت عورت پر عاشق ہوگیا۔ اور اس کے گرد پھر کرنا چاہتا تھا۔ ملامت گروں نے کہنا شروع کیا۔ کہ یہ عورت تو جانوروں کی معشوقہ ہے عورت کو غیرت آئی۔ اس نے مور کو بلایا۔ جونا چاہتا ہوُا اس کے پاس آیا۔ اس نے کہا۔ اپنی آنکھ میری طرف کر۔ مور نے جو کہ عاشقِ جانباز تھا۔ اپنی آنکھ اُس کی طرف کی۔ اُس نے گرم سلائی اس کی آنکھ میں پھیری۔ جس سے وُہ کانا ہو گیا۔ پھر اس نے دُوسری آنکھ کے لئے کہا۔ تو اُس نے دوسری آنکھ بھی آگے کر دی۔ بے رحم عورت نے اس میں بھی گرم سلائی پھیری۔ جس سے وُہ درد کے مارے تڑپ تڑپ کر مرگیا۔ چند روز بعد اس بیرحمی کے غم میں وُہ عورت بھی مرگئی +

نیز فرماتے تھے۔ کہ ایک شکاری نے فاختہ کے جوڑے میں سے ایک کو شکار کیا تو دُوسری فاختہ نے تنہائی کی تاب نہ لا کر اپنے تئیں ہلاک کرنا چاہا۔ اس نے تنکے وغیرہ جمع کر کے انگاری لا کر ان پر رکھ دی۔ اور خود دیر تک اُوپر بیٹھی رہی۔ یہانتک کہ جلکر خاک ہوگئی۔ اور کہا ؎

مرا چوں خلیل آتشی در دل ست
کہ پندارم ایں شعلہ بر من گل ست

نیز فرماتے تھے۔ کہ موسم بہار میں ایک پھُول بلبل کے پنجرے سے لٹکا دیا۔ بلبل نے پھُول پر چونچ رکھ کر آہ و زاری شروع کی۔ بہت دیر تک روتی رہی۔ پھر اچانک خاموش ہو گئی۔ جب دیکھا تو مُردہ پائی + ؎

عجب از مُردہ نباشد بدر خیمۂ دوست
عجب از زندہ کہ چوں جاں برآورد سلیم

مَیں نے بھی بہت سے ایسے راہ محبت کے سالک دیکھے ہیں۔ جنھوں نے محبّت کے مذکورات میں محبت کی بھٹی کے شعلے کو روشن کیا ہے۔ اور جان دے دی ہے۔ اور دو نو جہان سے قطع تعلق کر کے مشاہدہ محبُوب میں استغراق حاصل کیا ہے ۔ اَللّٰھُمَّ

کہ اپنے تئیں آئینے میں آنجناب کی صورت پر پایا۔ جس سے میرے دل میں محبت بڑھ گئی۔ اور عقیدہ اور بھی پختہ ہو گیا۔

آنجناب مستفیدوں کے حال کی طرف بہت توجہ فرمایا کرتے تھے۔ اُن کو انکی لغزشوں سے متنبہ فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک روز میری نگاہ ایک نامحرم پر جا پڑی۔ جونہی کہ میں حضور پُر نور میں حاضر ہوا۔ فرمایا۔ کہ تم میں زنا کی تاریکی پائی جاتی ہے۔ شائد تم نے کسی نامحرم کو دیکھا ہے۔ اسی اثناء میں توجہ کی۔ میں نے نظر بیجا کی تاریکی کو اپنے باطن میں دیکھا۔ اسی طرح ایک روز راستے میں ایک شرابی سے میری ملاقات ہوئی۔ آنجناب نے فرمایا۔ کہ آج تیرے باطن میں شراب کی تاریکی معلوم ہوتی ہے۔ شائد تو نے شراب پی ہے۔ میری حالت پر نگاہ کی۔ تو مجھے اپنے باطن میں شراب کی تاریکی نظر آئی۔ آنجناب نے فرمایا۔ کہ دیکھو فاسقوں کی ملاقات ہی اس طرح باطن کو مکدر بنا دیتی ہے۔ معاذ اللہ۔ اس کی کیا حالت ہوتی ہوگی جو گناہوں کا مرتکب ہوتا ہوگا۔ اسی طرح اعمال کے انوار جو اصحاب میں ظاہر ہوتے۔ ان کے باطنوں میں ان انوار کو مشاہدہ کرتے۔ اگر تہلیل پڑھ کر میں جاتا۔ تو فرماتے۔ کہ آج تم نے کلمہ طیبہ پڑھا ہے۔ اگر درود پڑھ کر جاتا۔ تو فرماتے۔ کہ آج درود کے انوار تم سے ظاہر ہو رہے ہیں۔ ایک روز فرمایا۔ کہ درود کے وقت گنتی کو ملحوظ رکھنا چاہیئے۔ میں نے عرض کی۔ کہ گنتی کس طرح معلوم ہو سکتی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ انوار خود بخود گینڈے کے پھول کی طرح اجزاء اجزاء نظر آتے ہیں۔

آپ فرماتے تھے۔ کہ ایک روز جناب کے حکم کے موافق میں اصل السوس (ملٹھی) کوٹ رہا تھا۔ پوچھا کہ باریک ہو گئی۔ میں نے عرض کی۔ کہ البتہ۔ آپ نے دست مبارک سے چھو کر فرمایا۔ کہ ابھی باریک نہیں ہوئی۔ بات کو تحقیق کر کے کہنا چاہیئے۔ تاکہ جھوٹ کی عادت نہ ہو جائے۔

آپ فرماتے تھے۔ کہ آنحضرت کی صحبت کے یُمن سے تھوڑی مدت میں طریقے کی حالتوں اور کیفیتوں نے باطن کو گھیر لیا۔ اور متواتر جذبات نے دل کو غیر کی محبت سے خالی کر دیا۔ اور اللہ تعالیٰ کی محبت دل میں بڑھ گئی۔ میں کسی کی طرف متوجہ نہ ہوتا۔ شوق کی بیتابی سے خواب و خورش برطرف ہو گئی۔ اور سر پاؤں سے ننگا جنگلوں میں پھرا کرتا۔ سخت بھوک کے وقت درختوں کے تھوڑے سے پتے کھا لیتا۔ اکثر وقت مراقبے کے استغراق

آپ سے پُوچھا کہ کیا اس زمانے میں بھی اوتاد اور ابدال ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ کوئی زمانہ اللہ تعالیٰ کے دوستوں سے خالی نہیں ہوتا۔ جو شخص ابدال کی زیارت کرنا چاہے۔ وُہ اس جوان کو دیکھ لے۔ ابھی میں نے طریقہ اختیار نہیں کیا تھا۔ لیکن شیخ صاحب نے یہ بات میرے حق میں نور فراست سے فرمائی تھی۔

آپ فرماتے ہیں۔ کہ مَیں نے شاہ غلام محمد موحد کی بھی زیارت کی ہے۔ آپ کی خانقاہ بلحاظ صبر۔ قناعت۔ زہد اور توکل کے حضرت جنیدؒ کی خانقاہ تھی۔

نیز فرماتے ہیں۔ کہ میں نے میر ہاشم جالیسری کی بھی زیارت کی ہے۔ اُنہوں نے فرمایا کہ ہمارے پیر نے پانچہزار مرتبہ کلام اللہ کو ختم کیا۔ میر ہاشم کو الہام ہُوا۔ کہ تمہاری موت کا وقت قریب آگیا ہے۔ اور تمہارا دفن ملک کشمیر میں ہے۔ آپ نے قطع مسافت کے بعد کشمیر جاکر انتقال فرمایا۔ ایسا ہی بہت سے بزرگوں کی خدمت میں حاضر ہو کر نظر عنایت حاصل کی۔

فصل در ذکر استفادہ حضرت ایشان از حضرت نور محمد بدوانی رحمتہ اللہ علیہ

آپ فرماتے ہیں۔ کہ میری عمر اٹھارہ سال کی تھی۔ کہ ایک شخص نے میرے روبرو حضرت سید قدس سرہ کے کمالات کا ذکر کیا۔ جناب کے اوصاف سُنتے ہی دل بے اختیار ہو کر قدمبوسی کی سعادت کا مشتاق ہُوا۔ پس آنجناب کے دیدار معرفت بار سے مشرف ہُوا۔ تو آنجناب کو متشرع بزرگ سنن نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا پیرو۔ متخلق باخلاق اللہ پایا۔ کہ صحبت مبارک کے انوار دل کو صفائی اور جان کو راحت بخشتے تھے۔ یقیناً دیکھ لیا۔ کہ مقصوُد کا شاہد یہی ہے۔ مُردہ دل کو اطمینان ہو گیا۔ کہ شہود حق یہیں جلوہ گر ہے۔ آنجناب نے پُوچھا۔ کہ کس کام کے لئے آئے ہو۔ مَیں نے عرض کی کہ استفادہ کے لئے۔ اگرچہ آپ کی عادت نہ تھی کہ استخارہ بغیر کسی کو طریقہ کی تلقین فرمائیں۔ لیکن فضل الٰہی سے بغیر توقف کے بندے کی طرف توجہ فرمائی۔ جس سے میرے لطائف خمسہ اسم ذات کا ذکر کرنے لگے۔ اور یہ آنجناب کا خاصہ ہے۔ کہ ایک ہی توجہ سے لطائف خمسہ ذکر الٰہی سے جاری ہو جاتے ہیں۔ اور سالک تجلی صفاتی کا مورد ہو جاتا ہے۔ آنجناب کی توجہ کی تاثیر سے باطن میں کچھ اس قسم کا رنگ آگیا۔

انوار نے اور بھی وسیع ہو کر بدن کو گھیر لیا۔ اور جو خطرات لطیفہ و ماغ سے دل پر گرتے تھے۔ وُہ بھی زائل ہو گئے۔ حضرت مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر لطیفہ کی تسلیک جدا جدا فرمایا کرتے تھے لطیفہ قلب کی تہذیب اور تسلیک کے بعد لطیفہ نفس مقرر فرمایا ہے۔ ان دونوں کے ضمن میں لطیفہ روح۔ لطیفہ سر۔ لطیفہ خفی اور لطیفہ اخفیٰ بھی نور اور صفائی اور اپنے اصل سے فنا و بقا حاصل کرتے ہیں +

آپ فرماتے تھے۔ کہ میں چار سال تک حضرت سید قدس سرہٗ کی خدمت میں استفادہ کرتا رہا۔ پھر طریقہ کی تعلیم کی اجازت اور خرقہ کی ترک عنایت فرما کر اہل سنت وجماعت کے عقیدے کی پابندی۔ سنت کی پیروی اور بدعت سے الگ رہنے کی نصیحت کی حضرت شیخ عبد الاحد کے خلیفہ شاہ گلشن نے مجھ سے پُوچھا۔ کہ آپ کے پیر نے آپ کو کس مقام کی خوشخبری دی ہے۔ اور باطن کی سیر و سلوک کہاں تک پہنچائی ہے۔ اس کے جواب میں مَیں نے وُہ کچھ بیان کیا۔ جو آنحضرت میرے بارے میں فرمایا کرتے تھے۔ اور اس مقام کے حالات اور واردات مجھ میں تھے۔ انہوں نے سُنکر تعجب اور انکار سے کہا۔ کہ آپ کا پیر بڑے بڑے دعوے کرتا ہے۔ یہ نسبت تو مقابر مشہورہ میں بھی نہیں پائی جاتی۔ مَیں نے اس بات کی شکائیت آنجناب سے کی۔ کہ شاہ گلشن آپ سے منکر ہے اور یوں کہتا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ تم ان کے پاس کیوں جاتے ہو۔ ان کا علم کوئی خدائی علم نہیں۔ کہ ہر چیز کو گھیرے ہُوئے ہو۔ یا ہم پیغمبر نہیں ہیں۔ کہ ہمارا انکار کفر کا موجب ہو۔ اور نہ ہی ہم ولی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ کہ انکار نافرمانی میں بدل جائے۔ اس سے اتنا تو ہو گیا۔ کہ شاہ گلشن کی ملاقات ترک ہو گئی۔ کیونکہ شیخ الاسلام انصاریؒ کا قول ہے۔ کہ جو شخص تیرے پیر کا بدخواہ ہو۔ اور تو اس کا خیر خواہ بنے۔ تو تجھ سے کتّا بہتر ہے +

ایک سال بعد جب شاہ گلشن مجھے ملے۔ تو کہا کہ تم ہم سے اِس واسطے ناخوش ہو۔ کہ ہم نے تمہارے پیر کا انکار کیا۔ مَیں نے کہا۔ بیشک۔ کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے پیر کا کمال ہم پر ظاہر کر دیا ہے۔ اور وُہ اِس طرح ہے۔ کہ ایک روز مَیں بازار میں بیٹھا ہُوا تھا۔ کہ اتنے میں پالکی سوار آیا۔ جس سے تمام بازار منور ہو گیا۔ کسی نے کہا۔ کہ یہ پیر مرزا جان جاناں ہیں۔ مَیں ان کے پیچھے جا کر گھر میں داخل ہُوا۔ تو ان کے گھر کو بھی خانۂ خدا کی طرح انوار و صفا سے لبریز پایا۔ وہاں کے ہر ایک پتھر اور ڈھیلے سے کیفیات الٰہیہ جوش زن تھیں۔ جیسا کہ

ہی میں گذر جاتا۔ دل ہمیشہ حقیقت الحقائق کی طرف متوجہ رہتا۔ حضور اور احسان لطیفہ قلب کے موافق حاصل ہُوا۔ اور "اَن تعبد ربك كانك تراه" تو اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرے کہ گویا تو اُسے دیکھ رہا ہے، کا مرتبہ وصف حال تھا۔ اور محویت۔ فنا۔ بقا۔ وصل اور مقصود کی یافت جو ارباب قلب میں مشہور ہے حاصل ہوئی۔ خطرات کا دل میں آنا بس ہو گیا۔ توحید کا سر منکشف ہُوا۔ تمام جمادات نباتات وغیرہ محبوبیت صورت میں نظر آنے لگے۔ کبھی وحدت کثرت میں مشہور ہوتی۔ اور کبھی غیریت کا خیال دل سے دُور ہو جاتا۔ ہر وقت روتا رہتا اور آہیں مارتا۔ خوف آلہی سے آہ وزاری زیادہ ہو گئی اور منع کی ہوئی چیزوں کے ارتکاب سے ندامت آتی۔ ذکر جہر کے سوز و گداز سے دل کی رقت زیادہ ہو جاتی ہے۔ یا وجد و حال والوں کی کیفیات کے انعکاس سے رونا جاری ہو جاتا ہے۔ یا مقام جذبہ کی بیتابی اور حرارت سے گریہ حاصل ہوتا ہے۔ بیت

بلبلے برگِ گلے خوشرنگ درمنقار داشت
واندراں برگ ونوا خوش نالہائے زار داشت
گفتمش درعین وصل ایں نالہ و فریاد چیست
گفت مارا جلوۂ معشوق دریں کار داشت

وہ وصل جو لطیفہ قلب کو اپنے اصل سے ہوتا ہے۔ وُہ شوق کی بیتابی کا مقتضی ہوتا ہے اور معشوقوں کے جمال کے نظارے اور نغمات کے سُننے اور ذوق سے رونے کا باعث ہوتا ہے۔ مختصر یہ کہ کچھ مدت ذوق اور شوق میں گذری۔ اور سکر و مستی میں ماسوی اللہ سے درگذرا۔ یہانتک کہ لطیفہ قلب کی سلطنت انجام کو پہنچی۔ اور معاملہ دماغی لطیفے سے پڑا۔ جس سے شوق کی آگ ٹھنڈی پڑ گئی۔ اور آہ وزاری کو طاقت نہ رہی۔ اور اطمینان اور بے ذوقی حاصل ہوئی مَیں نے اپنے حال کی شکائیت آنجناب کی خدمت میں کی۔ آپ نے بڑے افسوس سے فرمایا اب وُہ کیفیتیں کہاں۔ یہی بے مزگی مبارک ہو۔ اس مقام میں اور ہی حالات سے مستفیض ہُوا۔ اور جذبات۔ نگرانی اور انتظار جیسا کہ لطیفہ قلب کو خود بخود میسّر تھی۔ لطائف اربعہ اور لطیفہ نفس کو حاصل ہوئی۔ فنائے نفس۔ تہذیب اخلاق۔ نفس کا مرنا۔ زوال عین۔ انانیت کی فنا وغیرہ حاصل ہوئی۔ صفات و کمالات کو اصل سے منسُوب پاکر اپنے تئیں محض معدوم مشاہدہ کیا۔ اور اس مقام کے مناسب علوم اور معارف حاصل ہوئے۔ اور نسبت کے

میری حالت پر بہت توجہ فرمائی۔ اور اپنے فرزند کو فرمایا۔ کہ اس قسم کے عزیزوں کی ملاقات جو آداب ظاہری اور انوار باطنی سے آراستہ ہوں لازمی طور پر کرنی چاہیئے۔ میں نے آپ کی قدمبوسی کی۔ تو فرمایا۔ کہ تم ہم میں سے ہو۔ اس طریقہ میں صحبت ضروری شرط ہے۔ مگر تم دُور رہتے ہو۔ پہنچ نہیں سکتے۔ جو نسبت حضرت سید سے تمہیں ملی ہے وہی اصل ہے۔ اگر اسی کی محافظت کرو گے۔ تو تمہیں کافی ہو گی۔ پھر میں نے حضرت حاجی محمد افضل رحمۃ اللہ کی خدمت میں توجہات کی بابت التماس کی۔ تو فرمایا۔ کہ تم نے دیکھ بھال کر سلوک کیا ہے۔ اور یہ کہ تمہیں مقامات کی کشف حاصل ہے۔ لیکن ہم میں مقامات کی کشف اور علم اسقدر نہیں اس لئے استفادہ عمدہ طور پر نہیں ہو سکے گا۔

آپ فرماتے ہیں۔ کہ اگرچہ ظاہر میں ان سے استفادہ تو نہ کیا۔ لیکن حدیث کے سبق کے ضمن میں آپ کے باطنی فیوض سے فائیض ہوا۔ اور نسبت کے عرض میں بہت سی قوت آگئی آپ کو حدیث کا تذکرہ کرتے ہوئے رسُول خدا صلی اللہ علیہ وسلّم کی نسبت میں استغراق حاصل ہوتا تھا۔ اور بہت سی برکات اور انوار ظاہر ہوتے تھے۔ گویا کہ در حقیقت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت حاصل ہو رہی ہے۔ اور اسی اثنا میں نبوی التفات اور توجہ مشہود ہوتی تھی اور کمالات نبوت کی نسبت نہایت وسعت اور کثرت انوار میں جلوہ گر ہوتی تھی۔ اور اَلْعُلَمَآءُ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَآءِ عَلَیْہِمُ السَّلَامُ (عالم نبیوں کے وارث ہوتے ہیں) کے معنی واضح ہوتے تھے۔ آپ شیخ الحدیث اور از روئے صحبت پیر فقیر ہیں۔ میں نے بیس سال تک ظاہر و باطن میں بہت سے فوائد آپ کی خدمت سے حاصل کئے۔ حضرت محمد زبیرؒ کی رحلت کے بعد جو قطب ارشاد تھے۔ شیخ محمد اعظم خلیفہ حضرت حاجی صاحب نے فرمایا۔ کہ میری قطبیت کا مرتبہ انتقال کر گیا ہے۔ اور ارشاد کی نہر جو حضرت محمد زبیرؒ کے سینے میں جاری تھی۔ میرے باطن میں بھی شروع ہوئی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ اس کا مُنہ تو دیکھو۔ یہ مرتبہ تو مرزا جان جانان کو عنایت ہوا ہے۔ اور اس کی دلیل یہ ہے۔ کہ اس وقت آپ کی خدمت میں لوگ کثرت سے رجُوع کرتے ہیں۔ کیا تو نہیں دیکھتا۔ کہ ان کے اصحاب ابھی مقامات کو پہنچ گئے ہیں۔ اور ہر روز ان کا افاضہ ترقی پر ہے۔

آپ فرماتے تھے۔ کہ ایک روز کسی شخص نے جناب کے حضور میں عرض کی۔ کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے۔ کہ ایک جنگل آگ سے پُر ہے۔ اور کشن اس آگ میں ہے۔ اور

اکثر اولیاء اللہ کی قبروں میں دیکھا جاتا ہے۔ اس دن میں نے جا کر آنجناب کی خدمت میں عرض کی۔ کہ آج شاہ گلشن نے آپ کی بہت تعریف کی ہے۔ لیکن جس طرح انکار والی بات نے آنجناب میں اثر نہیں کیا تھا۔ اسی طرح کلام مدحیہ نے بھی کچھ اثر نہ کیا۔ چنانچہ انبساط کا موجب نہ ہُوا۔ کیونکہ جناب کی پاک طبیعت لوگوں کی تعریف و مذمت سے پاک تھی۔ رضا و تسلیم آپکی صفت تھی +

آپ فرماتے تھے۔ کہ آنجناب کی رحلت کے بعد مزار مقدس کے انوار کا اقتباس کیا کرتا تھا۔ چنانچہ چھ سال تک زیارت کے لئے جاتا رہا۔ اور آنحضرت کی روحانی توجہات سے اپنے باطن میں ترقیات پاکر باطنی سلوک صفات کی سیر اور اس کے اصُول اور شیونات سے گذر گیا اور معاملہ اسم ہوالباطن کی تجلیات سے پڑا۔ اور نمایاں تغیرات اور عجیب احوال باطنی نسبت میں مشاہدہ کئے۔ چنانچہ علی کشمیری جو حضرت محمد صدیق رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ہیں۔ میرے بارے میں فرماتے تھے۔ کہ حضرت سیدؒ کے مزار کی ملازمت سے تمہاری نسبت کو اور ہی قسم کی رونق اور علو حاصل ہو گیا ہے۔ مَیں نے کہا کہ واقعی مَیں بھی اپنے حالات میں ترقی دیکھتا ہوں +

آپ فرماتے تھے۔ کہ حضرت سید رحمۃ اللہ علیہ نے واقعہ میں فرمایا۔ کہ کمالات آلہی کی کوئی انتہا نہیں۔ اپنی ختم ہونے والی عمر کو ان کی طلب میں صرف کرنا چاہیئے۔ قبروں سے استفادہ کرنے کا کوئی دستور نہیں۔ اس لئے کسی زندہ بزرگ کی خدمت میں حاضر ہو کر مقامات قرب کو حاصل کرنا چاہیئے۔ کئی مرتبہ آنجناب نے اس بارے میں حکم فرمایا۔ تو فقیر نے بھی حسب الامر بزرگان وقت کی خدمت کی طرف رجُوع کیا +

فصل در بیان استفادہ حضرت ایشان از حضرت حاجی محمد افضل رحمۃ اللہ علیہ

آپ فرماتے تھے۔ کہ شاہ گلشن رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں طلب کا اظہار کیا۔ تو فرمانے لگے کہ آپ کو شیخ زمانہ ہونا ہے۔ اور مَیں اسقدر آداب طریقہ کا مقید نہیں۔ کبھی سماع بھی سُن لیتا ہوں۔ اور کبھی نماز بے جماعت بھی ادا کرتا ہوں۔ کسی اور جگہ جاؤ۔ اس لئے میں حضرت حجۃ اللہ نقشبند علیہ الرحمۃ کے دوہتے اور خلیفہ حضرت محمد زبیرؒ کی خدمت میں حاضر ہُوا۔ انہوں نے

سُنتے تھے۔ اس سے زیادہ دیکھ لئے۔

آپ فرماتے تھے۔ کہ جناب کی نسبت شریفہ نہایت بیرنگ اور لطیف تھی۔ ارباب ولائت کو اس کا ادراک نہیں ہو سکتا۔ ایک روز مَیں جناب کی خدمت میں حاضر ہُوا۔ تو فرمایا۔ کہ آج ایک شخص حضرت محمد زبیرؒ کے اصحاب سے ہمارے پاس بیٹھا تھا۔ ان کا ایک اور صاحب آیا دونوں نے مراقبہ کر کے آپس میں کہا۔ کہ ہمارے اور تمہارے باطن میں وُہ نسبت اور کیفیات ظاہر ہیں۔ جو حضرت حاجی صاحب کے باطن میں تھیں۔ لیکن ہم نے جس قدر غور کیا۔ کچھ بھی ظاہر نہ ہُوا۔ مَیں نے عرض کی۔ کہ جناب نے تو حضرت محمد زبیر اور حضرت شیخ عبدالاحد سے سالہا سال تک نسبت باطنی حاصل کی ہے۔ جس سے نسبت میں علوی ہیئت اور لطافت پیدا ہو گئی ہے۔ جو سافل نسبت والے ہیں۔ اُن کو مقامات عالیہ کی کیا خبر ہے۔ درحقیقت ان لوگوں میں ذوق و شوق کی نسبت کی گرمی کے سوا اور کچھ نہیں۔ اور نہ ہی یہ اس کے سوا اور کچھ پہچان سکتے ہیں۔ لیکن خاندان احمدیہ کی نسبت کا کارخانہ صُوفیہ کے متعارف طور سے پرے ہے۔ اور کمالات آلہیہ مختلف طور پر ظاہر ہوتی ہیں۔ جو عقل کے احاطہ سے مبرّا ہیں۔ جیسا کہ وارد ہے۔ کہ علم ان کو نہیں گھیر سکتا۔ اس تقریر سے آنجناب بہت خوش ہوئے۔

آپ فرماتے تھے۔ کہ آنجناب کی خدمت میں فنا و نیستی غالب تھی۔ لوگوں کی لغزشوں کی معقول تاویل کر کے معذور جانتے تھے۔ اور یہ نصیحت میں نے آپ ہی سے حاصل کی۔ اور نیز اور بہت سے فوائد مشاہدہ کئے۔

فصل دربیان استفادہ حضرت ایشان از حضرت حافظ سعد اللہ رحمۃ اللہ علیہ

آپ فرماتے تھے۔ کہ حضرت حافظ سعد اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں فیض طریقہ کی تحصیل کے لئے التماس کی۔ تو آپ نے استخارہ۔۔۔ کا حکم فرمایا۔ استخارے میں فھو المراد نکلا پس آپ کی صحبت میں رہ کر کفش برداری کی خدمت اختیار کی۔ اس خدمت کی برکت سے بہت سے فوائد حاصل ہوئے۔ ہر روز باطنی انوار میں مجھے ترقی معلوم ہوتی تھی۔ اور نسبت کی وسعت زیادہ ہوتی جاتی تھی۔ جناب ضعیف العمر ہونے کے باعث طالبوں کے حال کی طرف توجہ نہیں فرماتے تھے۔ اس وقت جناب کی عمر کچھ اُوپر اسّی سال کی تھی۔ ہر روز صبح کے وقت

رام چندر اس کے کنارے پر ہے۔ کسی اور شخص نے اس خواب کی تعبیر اس طرح کی۔ کہ کشن اور رامچندر بڑے بھارے کافر ہو گذرے ہیں۔ انہیں دوزخ کی آگ میں عذاب دیا جا رہا ہے۔ میں نے کہا۔ کہ اس خواب کی تعبیر اور ہے۔ کسی گذشتہ خاص شخص پر جس کا کافر ہونا شرع سے ثابت نہ ہو۔ کافر ہونے کا فتویٰ دینا جائز نہیں۔ اس کے احوال سے کتاب اور سنت دونو ساکت ہیں۔ یعنی ان کے بارے میں کوئی حکم نہیں آیا۔ اور اس آیۃ شریفہ "وَاِنْ مِّنْ قَرْیَۃٍ اِلَّا خَلَا فِیْھَا نَذِیْرٌ" ہر ایک گاؤں میں ڈرانے والا یعنی نبی ضرور گذرا ہے" کے موافق ظاہر ہے۔ کہ اس جماعت میں بھی کوئی خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا گذرا ہو۔ اس صورت میں احتمال ہو سکتا ہے۔ کہ یہ شخص ولی یا نبی ہوں۔ رامچندر جو ابتدائے پیدائش جن میں پیدا ہوا۔ جبکہ عمریں دراز اور طاقتیں بہت ہوتی تھیں۔ اہل زمانہ کو سلوکی نسبت سے تربیت کرتا تھا۔ اور کشن ان بزرگوں میں سے سب سے آخری ہے۔ جبکہ لوگوں کی عمریں چھوٹی ہو گئیں اور طاقتیں کمزور پڑ گئیں۔ اپنے اہل زمانہ کو جذبی نسبت سے ہدایت کرتا تھا۔ اور سماع و راگ کی کثرت جو اس سے منسوب کی جاتی ہے اس بات کی دلیل ہے۔ کہ اس میں نسبت جذبہ کا ذوق اور شوق تھا۔ پس عشق و محبت کی نسبت کی حرارت بہ آتش جنگل کی صورت میں نمودار ہوئی۔ کیونکہ کشن محبت کی کیفیتوں میں مستغرق تھا۔ اس لئے وُہ آگ کے اندر دکھائی دیا۔ اور رامچندر جسے سلوک کی راہ حاصل تھی۔ وُہ اس کے کنارے پر ظاہر ہُوا۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔

حضرت حاجی رحمتہ اللہ علیہ نے بہت پسند کیا۔ اور اس تعبیر سے خوش ہوئے۔ حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا خلیفہ ابوصالح خانؒ بیان کرتا ہے۔ کہ جب میں سرزمین متھرا میں پہنچا۔ تو مجھے کوئی ایسی ضرورت پیش آئی۔ جو سات روپے سے پوری ہو سکتی تھی۔ ایک رات میں تہجد کی نماز ادا کر رہا تھا۔ کہ ایک شخص کشن کی صورت میں ظاہر ہُوا۔ اس نے سلام کر کے روپے میرے سامنے رکھ دیئے۔ میں نے کہا۔ ٹھیر میں نماز سے فارغ ہو لوں۔ نماز سے فارغ ہو کر میں نے پوچھا۔ کہ تیرا نام کیا ہے۔ اس نے کہا۔ کہ کشن۔ اور یہ سات روپے تمہاری ضیافت ہے۔ کہ تم ہماری زمین میں آئے ہو۔ میں نے کہا۔ کہ میں محمدی ہوں۔ ہمارے لئے محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم حاجت براری کے لئے کافی وسیلہ ہیں۔ ہم کسی اور کا ہدیہ نہیں لیتے۔ اس نے رو کر کہا۔ کہ ہم نے نبی آخر الزمان اور اس کے تابعین کے جو اوصاف

آپ فرماتے ہیں۔ کہ ایک روز مَیں نے جناب کی خدمت میں عرض کی۔ کہ اس طریقے میں ترقی مرشد کی توجہ پر موقوف ہے۔ لیکن اس ساری مدت میں صرف ایک مرتبہ مجھے توجہ سے سرفراز فرمایا ہے۔ مگر میرے دل میں اس سعادت کے حصُول کی آرزو رہتی ہے۔ آپ میری اس جرأت سے بہت ناخوش ہوئے۔ جس سے میرے ظاہر و باطن میں تغیر آگیا چنانچہ مَیں تین مہینے تک بیمار پڑا رہا۔ آخر جب آپ بیمار پُرسی کے لئے آئے۔ تو مجھے صحت بھی حاصل ہوئی۔ اور باطنی نسبت بھی بحال ہوئی۔

آپ فرماتے ہیں۔ کہ چونکہ جناب ضعف پیری کے سبب طالبوں کے حال کی طرف متوجہ نہیں ہو سکتے تھے۔ اس لئے مَیں نے شیخ الشیوخ حضرت محمد عابد قدس سرہٗ کی خدمت کی طرف رجُوع کیا۔ لیکن آپ کی خدمت میں بھی حاضر ہُوا کرتا۔ آپ کے خلیفہ شیخ صبغتہ اللہ نے یہ خبر آپ کو سُنائی۔ جس سے جناب کے دل پر ملال آیا۔ فرمانے لگے۔ کہ تمہیں یہاں پر فیوض برکات اور تاثیرات میں کونسا قصور معلوم ہُوا۔ جس کی وجہ سے تم نے دُوسری طرف رُخ کیا۔ مَیں نے عرض کی۔ کہ بندے کی غرض صرف ذات خدا اور نسبت علیا ہے۔ جس کا حاصل ہونا توجہات علیہ پر موقوف ہے۔ اور یہ بات جناب بہ سبب ضعف نہیں کر سکتے۔ اِس لئے مَیں نے جناب کے ایک بھائی کی طرف رجوع کیا ہے۔ مگر پھر بھی میں مخلص ہوں۔ اس عذر سے وُہ ملال رفع نہ ہُوا۔

آنجناب کی رحلت کے بعد جب کبھی میں مزار شریف پر حاضر ہوتا۔ تو آپ کو ناخوش پاتا۔ اور مجھ سے منہ پھیر لیتے۔ کئی سال کے بعد شیخ صبغتہ اللہ نے مجھے خوشخبری دی۔ کہ آنجناب نے مجھے واقعہ میں فرمایا ہے۔ کہ ہم مرزا صاحب پر راضی ہیں۔ جو کچھ اُنہوں نے اختیار کیا تھا۔ اللہ تعالےٰ کی مرضی ہی وَیسی تھی۔ یہ سُنکر مَیں شکر کا سجدہ بجالایا۔ کیونکہ اہل حقوق کی رضامندی اللہ تعالےٰ کی بڑی بھاری نعمت ہے۔

حضرت محمدؒ زبیر کے ایک اصحاب نے آپ کی وفات کے بعد حضرت شیخ محمد عابدؒ کی طرف رجوُع کیا۔ تو آپ کی رُوح کو ناخوش پایا۔ بلکہ اس پر تلوار اُٹھائی۔ اس نے حضرت شیخ کی پناہ لی۔ آپ نے پُوچھا۔ کہ اسقدر ناخوشی کس واسطے ہے۔ اس نے محض خدا کی خاطر آپ کے ہی خاندان میں سے ایک کی طرف رجوع کیا ہے۔ اسے معذور رکھنا چاہیئے۔ شیخ جلال الدین پانی پتی رحمتہ اللہ علیہ کی اولاد سے ایک شخص نے مجھ سے طریقہ

ایک سیپارہ کلام اللہ پڑھتے۔ اور مستفید آپ کے گرد حلقہ باندھتے۔ اور صرف قرآن شریف ہی سُنکر ترقی حاصل کرتے۔ میں بارہ سال تک جناب کی صحبت بابرکت سے فیض حاصل کرتا رہا۔ میرے حال پر آپ کو عین عنایت تھی۔ اپنے یاروں کا حال جو مجھ سے پوچھتے۔ تو جو کچھ میں عرض کرتا۔ آپ اس کی تصدیق فرماتے۔ اپنے اصحاب کی تربیت کے لئے مجھے فرمایا کرتے کہ شریعت اور طریقت کے مسائل انہیں تلقین کرو۔ ایک روز جناب کی خدمت میں صالح مردوں کا ایک مجمع تھا۔ اس میں خواجہ محمد ناصر رحمتہ اللہ علیہ بھی موجود تھے۔ نسبت کے احوال دریافت کرنے کی غرض سے ان کے حال کی طرف توجہ کی۔ تو بندے نے خواجہ حافظ علیہ الرحمتہ کا یہ شعر پڑھا ؎

ہر کس کہ دید روئے تو بوسید چشم من
کارے کہ کرد دیدہ ما بے نظر نکرد

آپ نے فرمایا۔ کہ ان کی نسبت نہایت لطیف اور قوت جلوہ فرما ہے۔ اور ان کے کمالات کے انوار سورج کی طرح تاریکی کو دُور کرنے والے ہیں۔ ان کے بیان کی کچھ حاجت نہیں۔

آپ فرماتے تھے۔ کہ ایک مرتبہ مجھے ایک امیر کے لشکر کی نگہبانی کے لئے جو کہ آپ کا مُرید تھا۔ اور دشمنوں پر چڑھائی کے لئے جا رہا تھا۔ بھیجا۔ میں نے لشکر کی حفاظت کے لئے دُعائے حزب البحر پڑھی اور اس کی فتحمندی کے لئے دُعا کی۔ اور آنجناب اور پیران کبار کے باطن سے مدد طلب کی۔ الحمد للہ کہ لشکر محفوظ رہا اور فتحمند ہوا۔ دشمن مارے ڈر کے بھاگ گئے۔

آپ فرماتے تھے۔ کہ جب میں نے آنجناب سے استفادہ کیا۔ تو بہت سے لوگوں نے آپ کی طرف رجوع کیا۔ اور امراء اور دولتمند بکثرت حاضر خدمت ہونے لگے۔ نواب فیروز جنگ بھی مرید ہوا۔ اور ہر روز فیض جمعیت حاصل کرنے کے لئے حلقہ میں حاضر ہوتا۔ آپ کی خانقاہ میں بہت سے درویش جمع ہو گئے۔ چنانچہ اسّی آدمی آپ کی خانقاہ سے ہر روز کھانا کھاتے۔

آپ فرماتے تھے۔ کہ آنجناب کلمتہ الخیر اور سفارش میں بہت مصروف رہا کرتے۔ اور امراء کے گھروں میں حاجتمندوں کی مہمات کے لئے تشریف لیجاتے۔ نیز آپ میں غیرت بھی بدرجہ کمال تھی۔ اگر کوئی شخص بلا اجازت کسی زیارت گاہ میں جاتا۔ تو اپنے باطن میں فتور پاتا۔ اور جب تک عذر خواہی نہ کرتا۔ اس کی باطنی نسبت درست نہ ہوتی۔

کچھ حاصل نہ ہوُا۔ اور عینیت اور اتحاد کی نسبت مع رابطہ ظلیت جو عالم کو صانع کے ساتھ ثابت کرتے ہیں۔ ذات پاک کے تنزیہ سے مسلوب ہوگئی۔ یہ تمام شعبدات سکرحال کے غلبے کی وجہ سے تھے۔ اِس مرتبہ میں نسبت بندگی کے سوا کچھ حاصل نہیں ؎ مَا لِلتُّرَابِ وَرَبِّ الْاَرْبَابِ مٹی اور رب الارباب میں کیا نسبت۔ اس جگہ حقائق و معارف اسلام کے سچے عقائد شریعت اور اس کے احکام ہیں۔ اور اس پر یقین کرنے سے اتصال بے کیفیت۔ بے رنگ احوال۔ اور نسبت کی لطافت حاصل ہوتی ہے۔ چنانچہ امام ربّانی مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ نے اپنے مکتوبات میں بیان فرمایا ہے۔ ان مقامات کے ہر مرتبہ میں بے کیفی اور بے رنگی حاصل ہوئی۔ اور فیوض کا وارد ہونا۔ جو مقامات سافلہ میں بڑے بڑے قطرے والے مینہ کی طرح تھا۔ اس جگہ لطیف ہوتا گیا۔ اور آخر میں شبنم کی طرح ہوگیا۔ نہایت بے رنگ ہونے کی وجہ سے آنحضرت کی توجہات کی برکات کا ادراک بہت کم ہوتا ہے۔ بلکہ احوال کے آخر میں آپ کی صحبت شریف میں ایک قسم کی صفائی حاصل ہوجاتی ہے۔ اور کسی قسم کی کیفیت اور ذوق باقی نہیں رہتا۔ کیفیتوں کی عدم دریافت کی بابت میں نے جب آپ سے عرض کی۔ تو فرمایا۔ کہ اس راہ سے دل میں اندیشہ نہیں لانا چاہیئے۔ فیضان آلہی پے در پے پہنچتے ہیں۔ اگرچہ ان کا ادراک نہایت بے رنگ ہونے کی وجہ سے نہیں ہوسکتا۔ اس کی مثال اس طرح ہے کہ ایک حوض پرنالے سے پُر ہو رہا ہے۔ جب تک حوض کا کچھ حصّہ بھی خالی ہوگا۔ تو پانی گرنے کی آواز آتی رہیگی۔ لیکن جب لبالب بھر جائیگا۔ اور پرنالے تک پہنچ جائیگا۔ تو پھر آواز نہیں آئے گی ❖

آپ فرماتے تھے۔ کہ آنجناب کی توجہات سے نسبت باطنی میں ایسا طول اور عرض زیادہ ہوگیا۔ جسے کشفی نظر ادراک نہیں کرسکتی۔ اور نیز مقامات طریقہ کی تسلیک میں قوت حاصل ہوگئی۔ جس کا اظہار خود پسندی اور مباہات میں داخل ہے ❖

نیز فرماتے تھے۔ کہ حضرت شیخ میرے حال پر بہت عنائیت فرمایا کرتے تھے۔ آپ کے اصحاب میں کسی کو یہ خصوصیّت حاصل نہ تھی۔ صرف مجھے ہی آپ نے اپنی ضمنیت سے سرفراز فرمایا۔ اور اپنے فیوض اور برکات میں شریک کرکے ایک روز فرمایا۔ کہ اللہ تعالےٰ نے کل جو نئے کمالات عطا فرمائے ہیں۔ اور فیوض عنائیت فرمائے ہیں۔ ان کے مقابلہ میں سابقہ کمالات اور فیوض قابل اعتبار نہیں۔ مَیں نے عرض کی۔ کہ اس قدر رات کا حصّہ

حاصل کیا تھا۔ اس نے خواب میں دیکھا۔ کہ آپ فرماتے ہیں۔ کہ تو نے نقشبندی طریقہ کیوں اختیار کیا۔ اور ہمارے طریقے کو کیوں چھوڑا۔ یہ رنجشیں صرف مزاجی ہیں۔ نہیں تو بعض مُرشدوں نے اپنے مستفیدوں کو بزرگوں کے پاس بھیجا ہے۔ چنانچہ ہمارے حضرت مرزا جانجاناں علیہ الرحمتہ نے اپنے پیر کے فرمان کے مطابق دیگر اکابروں سے استفادہ کیا ہے۔ جس نے اپنا نفع کسی بزرگ کی خدمت میں زیادہ دیکھا ہے۔ اس نے اسی طریقہ کے اشغال کو اختیار کیا ہے۔ اگر کوئی شخص اپنے پیر کے آداب بجالا کر بھی مستفید نہ ہو یا بہ سبب دُور دراز فاصلہ کے مستفید نہ ہوسکتا ہو۔ تو ضرور ہے۔ کہ وُہ دوسری جگہ رجوُع کرلے۔ اور فیض الٰہی سے محروم نہ رہے +

آپ فرماتے ہیں۔ کہ ایک رات میں نے خواب میں بہشت کو دیکھا۔ جس میں اچانک انبیاء علیہم السّلام کا ایک گروہ آتا ہوُا دیکھا۔ جس کے آگے آگے حضرت حافظ صاحب جارہے ہیں۔ مجھے تعجب ہوُا۔ کہ حافظ صاحب کے آگے چلنے کی کیا وجہ ہے۔ حضرت نوح علیہ السّلام نے فرمایا۔ کہ ان کے منیب محمّد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آگے تشریف فرما ہیں۔ اور آنجناب کی زیارت کے لئے جارہے ہیں +

فصل در بیان استفادہ حضرت ایشان از حضرت شیخ محمّد عابد رحمتہ اللہ علیہ

آپ فرماتے ہیں۔ کہ ولایات ثلاثہ اور ان کے علوم۔ کیفیات اور واردات اللہ تعالےٰ کے فضل وکرم سے حضرت سید قدس سرہٗ سے حاصل ہوئے۔ اور کمالات ثلثہ اور حقائق سبعہ وغیرہ حضرت شیخ کی توجہات سے سات سال کے عرصہ میں مَیں نے حاصل کئے۔ بعد ازاں دوسری مرتبہ ابتدار سے لیکر انتہا تک ایک سال کے عرصے میں سیر مرادی سے مجھے تمام مقامات سے عبوُر حاصل ہوُا۔ اور ہر مقام کے حالات اور کیفیتوں میں خاص قسم کی قوت حاصل ہوئی۔ ان کیفیتّوں کی بابت جو مقامات عالیہ مجدّدیہ میں حاصل ہوئیں فرماتے ہیں کہ واردات کے ظہور سے ذوق وشوق کا حاصل ہونا ولایات میں تھا۔ ان مقامات میں آکر تمام احوال اور مواجید زائل ہو گئے۔ اور عشق ومحبّت کا جوش وخروش جو تجلیّات صفات سے پیدا ہوتا ہے۔ تجلیات ذاتی کی تیزی میں مضمحل ہو گیا۔ اور عبودیت اور افتقار کے سوا

آپ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت شیخ نے مجھے طریقہ قادریہ۔ طریقہ چشتیہ اور طریقہ سہروردیہ کی اجازت سے ممتاز فرمایا۔ اور خواجہ قطب الدین قدس سرہٗ سے نسبت چشتیہ مجھے پہنچی +

آپ فرماتے ہیں۔ کہ جس وقت خاندان چشتیہ کی نسبت ظاہر ہوتی ہے۔ تو سماع بھلا معلوم ہوتا ہے۔ اور عشق و محبّت کا سوز و گداز جو ان اکابر کی نسبت کا لازمہ ہے۔ باطن کو اپنے رنگ پر لے آتا ہے۔ ایک روز بندہ (راقم کتاب) عشا کی نماز کے بعد آپ کی خدمت میں حاضر ہؤا۔ اس وقت خلوت بڑے حالات و کیفیّات کی تھی۔ آنحضرت اکیلے ہی نغمہ سرائی فرما رہے تھے۔ اور رو رہے تھے۔ اِس حالت کے گذر جانے کے بعد فرمایا۔ کہ اِس وقت چشتیہ بزرگوں کی نسبت کا ظہور تھا +

آپ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت حافظ سعد اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد نواب خان فیروز جنگ نے اِس بات کی آرزو کی۔ کہ استفادہ کے لئے حضرت شیخ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہؤا کرے۔ مَیں نے اس بارے میں حضرت شیخ کی خدمت میں عرض کی تو آپ نے ناخوش ہو کر فرمایا۔ کہ کیا وُہ چاہتا ہے۔ کہ ہماری خانقاہ بھی حضرت حافظ سعد اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ کی طرح بے برکت ہو جائے۔ اہل دنیا کا قدم منحوس اور باطن کی بے برکتی کا باعث ہوتا ہے +

آپ فرماتے ہیں۔ کہ ایک روز کسی شخص نے حضرت شیخ کے حضور میں بیان کیا۔ کہ فلاں دُنیادار بڑا آدمی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ یہ لوگ محتاج ہیں۔ ہمیشہ کی دولت و نعمت ارباب نسبت کو حاصل ہے "اَلْغِنَاءُ غِنَی النَّفْسِ" اصلی دولتمندی نفس کی بے پرواہی ہے +

فصل اُن مقدمات کے بیان میں جو اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ آپ کی شان اہل زمان سے بڑھ چڑھ کر تھی

آپ فرماتے ہیں۔ کہ محاورہ فارسی وغیرہ کے رسائل مَیں نے اپنے والد ماجد سے پڑھے کلام اللہ قاری عبدالرسُول سے۔ علم تجوید و قرأت قاری صاحب سے حاصل کیا۔ علم

باقی تھا۔ کہ ان تفضلات آلہیہ کا ظہور جناب کے باطن شریف پر ہُوا۔ اور مجھے بھی جناب کی محبّت اور اتحاد کے وسیلے احوال عجیبہ ملے۔ فرمایا۔ بے شک سچ کہتے ہو۔ تمہیں ہم نے اپنا ضمنی قرار دیا ہے۔ جو کچھ بارگاہ آلہی سے ہمیں حاصل ہوتا ہے۔ اس میں تمہارا بھی کافی حصّہ ہوتا ہے ◆

آپ فرماتے ہیں۔ کہ جناب کو اللہ تعالےٰ نے چند ایک کرامتوں سے ممتاز فرمایا تھا اوّل ضمنیت کبریٰ جو کہ بہت اعلیٰ درجے کا مقام ہے۔ اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مخصُوص ہے۔ جیساکہ اس حدیث شریف سے ظاہر ہے "مَاصَبَّ اللّٰہُ فِیْ صَدْرِیْ شَیْئًا اِلَّا صَبَبْتُہٗ فِیْ صَدْرِ اَبِیْ بَکْرٍ" کوئی چیز اللہ تعالےٰ نے میرے سینے میں ایسی نہیں ڈالی جو میں نے ابی بکر کے سینے میں نہ ڈال دی ہو۔ دوسرے یہ کہ جناب کے مزار کے قرب میں جو شخص دفن کیا جائیگا۔ جہانتک نظر کام کرے گی وُہ بخشا جائے گا۔ تیسرے جو جناب کو دیکھ لیگا۔ وُہ بھی بخشا جائیگا۔ چوتھے جناب کی سیر کو مرادی کیا گیا پانچویں اس بات کا الہام ہُوا۔ کہ اس وقت آپ کے حلقہ پر تجلّے ذاتی فائض ہے۔ میں نے عرض کی۔ کہ الحمد للہ بندہ بھی اس حلقے میں حاضر ہے۔ فرمایا۔ کہ تمہاری سیر کو بھی مرادی کیا گیا ہے۔ اور تمہارے حلقے پر بھی ذاتی تجلّے وارد ہے۔ اس عطیّہ کا شکر یہ بجالانا چاہیئے ◆

آپ فرماتے ہیں۔ کہ جب مَیں نے خاندان قادری کی اجازت کے واسطے خدمت اقدس میں عرض کی۔ تو فرمایا۔ کہ ہم خاندان قادری کی اجازت جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دلاتے ہیں۔ یہ فرماکر سرورِ عالم کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھے۔ اور مجھے بھی مراقبہ کا حکم دیا۔ میں نے مراقبے میں دیکھا۔ کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم عالی بارگاہ میں معہ اصحاب عظام و اولیائے کرام رضی اللہ عنہم تشریف فرما ہیں۔ اور حضرت غوث الثقلین حضور پُر نور میں کھڑے ہیں حضرت شیخ نے جناب مبارک میں عرض کی۔ کہ مرزا جانجاناں خاندان قادریہ کی اجازت کا امیدوار ہے۔ فرمایا اِس بارے میں سید عبد القادر کو کہو۔ پس اُنہوں نے حضرت شیخ کی التماس کو قبول کر کے خرقہ اجازت کا تبرک بندے کو عطا فرمایا۔ جس سے میرے باطن میں نسبت شریفہ قادریہ کی برکات کا احساس ہونے لگا۔ اور سینہ اس نسبت کے انوار سے پُر ہو گیا نقشبندی نسبت میں اضمحلال اور ربودگی بہت ہے۔ اور قادری نسبت میں انوار کی چمک ◆

نیز فرماتے ہیں۔ کہ ایک روز نہایت تواضع سے حضرت شیخ نے میرے زانو کو بوسہ دیکر فرمایا۔ کہ آپ جیسا میرے اصحاب میں اور کوئی نہیں۔ ایک روز حضرت شیخ نے بڑی محبت سے فرمایا۔ کہ تمہیں خدا و رسُول سے ثابت قدمی ہے۔ اور یہ کہ طریقہ کی ترویج تمہاری توجہات سے ہوگی۔ اور جناب آلہی سے تمہیں شمس الدین حبیب اللہ کا لقب عطا ہوُا ہے۔

نیز فرماتے ہیں۔ کہ حضرت شیخ نے اپنے بعض اصحاب کی تربیت میرے حوالے فرمائی۔ میں انہیں مقامات طریقہ کی انتہا تک پہنچا کر آنجناب کی خدمت میں لے گیا۔ تو فرمایا۔ کہ انہوں نے ہر مقام کے حالات اور کیفیات جو تم سے حاصل کئے ہیں۔ صحیح ہیں۔ اور امام طریقہ مجدّد الف ثانی رضی اللہ عنہ کی تحریر کے موافق ہیں۔ فالحمدُ للہِ وَسلمکم اللہ۔

نیز فرماتے ہیں۔ کہ مجھے اللہ تعالےٰ کی بڑی نعمت یہ عطا ہوئی۔ کہ مجھے اپنے مشائخ کرام خصوصاً حضرت سید اور حضرت شیخ کی محبّت اور رسُوخ عطا فرمائے۔ اگرچہ مجھے رسُول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری زیارت تو نصیب نہیں ہوئی۔ لیکن پھر بھی بڑے شکر کا مقام ہے۔ کہ آنحضرت صلعم کے ایسے نائبوں کی صحبت کی سعادت نصیب ہوئی۔ اور زندگی کا پھل مجھے خاطر خواہ مل گیا۔ اس طرح یہ اکابر بھی از روئے بندہ نوازی میری عزّت میری قدر سے بڑھ کر کیا کرتے۔ چنانچہ ایک روز حضرت سید نے میری پاپوش درست کر کے فرمایا۔ کہ جناب آلہی میں تمہیں پوری قبولیّت حاصل ہے۔ حضرت حاجی محمد افضل میری تعظیم کے لئے سرو قد کھڑے ہو جایا کرتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے۔ کہ تمہاری نسبت کے کمالات کی تعظیم کرتے ہیں۔ اور پھر فرماتے کثر اللہ امثالکم ”تمہارے جیسوں کو خدا اور زیادہ کرے“۔ حضرت حافظ سعد اللہ میری بہت عزّت کیا کرتے۔ اور فرمایا کرتے۔ کہ تم ہمارے قبلہ گاہ کی بجائے ہو۔

آپ فرماتے ہیں۔ کہ ایک صاحبزادے کی زبانی جو سرہند جانے والے تھے۔ حضرت مجدّد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جناب میں سلام نیاز عرض کر بھیجا۔ اس نے بیان کیا۔ کہ جب میں نے مزار مقدس پر جا کر آپ کا سلام کہا۔ تو حضرت مجدّد نے سینے تک اُوپر کا دھڑ مزار سے نکال کر بڑی خوشی اور اشتیاق سے فرمایا۔ کہ کونسا مرزا وہی جو ہمارا دیوانہ اور شیفتہ ہے۔ علیک وعلیہ السّلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ میں کبھی آنحضرت کی زیارت سے مشرف نہ ہوُا تھا۔ تمہارے وسیلے سے مجھے یہ سعادت حاصل ہوئی۔ اور میری تعظیم پہلے کی نسبت اور بھی

معقول و منقول اس وقت کے علما سے حاصل کر کے اپنے والد ماجد کی وفات کے بعد بڑی بڑی کتابیں علوم کی حضرت حاجی محمد افضل رحمتہ اللہ علیہ سے تحصیل کیں۔ علم حدیث اور تفسیر کی سند حاجی صاحب ہی سے حاصل کی۔ علوم کی تحصیل سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے اپنا کلاہ جو پندرہ سال تک عمامے کے نیچے زیب سر فرمایا تھا۔ مجھے عنایت فرمایا۔ رات کو وقت اس کلاہ شریف کو گرم پانی میں تر کیا۔ اور صبح کے وقت جو پانی نکلا وہ مغز فلوس کے شربت سے بھی زیادہ سیاہ تھا۔ اسے پی لیا۔ اس کی برکت سے ذہن رسا ہو گیا۔ اور طبیعت میں ذکاوت آگئی۔ جس سے کوئی مشکل کتاب مشکل نہ رہی۔ مدت تک طالبوں کو ظاہری علم کا درس دیتا رہا۔ آخر جب باطنی نسبت نے غلبہ کیا۔ تو کتاب کے شغل کو ترک کر دیا۔

آپ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے واقعہ میں دیکھا۔ کہ کوئی شخص غیب سے کہہ رہا ہے۔ کہ ہمیں تمہارے متعلق بہت سے کام ہیں۔ اور خلقت کی ہدایت اور طریقہ کی اشاعت تمہارے وجود سے وابستہ ہے۔ اسی واسطے افادے کے وقت نسبت باطنی کے انوار صریح طور پر معلوم ہوتے ہیں۔ جس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ اس امر میں غیب سے مدد ملتی ہے۔ اور میرا وجود گویا درمیان میں ہے ہی نہیں۔ ؎

دو دہاں داریم گویا ہمچو نے
یک دہاں پنہانست در لب ہائے وے

آپ فرماتے ہیں۔ کہ میں ابراہیمی مشرب تھا۔ حضرت شیخ نے تصرف باطنی سے محمدی مشرب بنا دیا۔ نیز فرماتے ہیں۔ کہ جن دنوں مجھے حقیقت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشخبری دی گئی۔ اور اس عالیمقام کے انوار میں فنا حاصل ہوئی۔ تو کیا دیکھتا ہوں۔ کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم میرے مقابل میں بیٹھے ہیں۔ پھر دیکھا۔ کہ میری جگہ آنحضرت صلعم تشریف فرما ہیں۔ اور آنحضرت کی جگہ میں بیٹھا ہوں۔ پھر دیکھا۔ کہ دونو جگہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہیں۔ پھر دیکھا کہ دونو جگہ میں ہی بیٹھا ہوں۔ اس فنا و بقا سے جو حقیقتہ الحقائق میں آپ کو حاصل ہوئی آپ کے شان کی بزرگی ظاہر ہوتی ہے۔

نیز فرماتے ہیں۔ کہ ایک روز میں حضرت شیخ کے حضور میں حاضر تھا۔ میرے بارے میں فرمایا۔ کہ دو ایسے آفتاب ایک دوسرے کے مقابل بیٹھے ہیں۔ کہ بلحاظ روشنی ان میں تمیز نہیں ہو سکتی۔ اگر یہ طالبان خدا کی تربیت کی طرف متوجہ ہو ویں۔ تو جہان کو منور بنا دیں۔

مرزا صاحب کے بارے میں الہام ہُوا ہے۔ کہ "ھذا رجل له شأن عظیم ولا یقاس علیه رجل اٰخر" یہ ایک عظیم الشان آدمی ہے جس کے شان کے برابر کسی اور کا شان نہیں۔
حضرت خواجہ میر درد فرماتے ہیں۔ کہ آپ کے اصحاب میں سے۔ جسے دیکھتا ہوں نسبت عزیزان سے بہرہ یاب پاتا ہوں۔ لیکن درجات۔ حالات اور مقامات کے لحاظ سے ان میں فرق ہے۔
حضرت شیخ عبد العدل زبیری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ جسقدر طالبان خدا کا مجمع اس وقت آپ کی صحبت میں ہے۔ کسی اور جگہ نہیں۔ اور آپ اس وقت امام ربّانی مجدّد الف ثانی علیہ الرحمتہ کے نائب ہیں۔

فصل آنجناب کی صحبت شریف اور توجہات کی تاثیرات کے بیان میں

آنجناب کی مجلس انوار الٰہی میں لپٹی ہوئی۔ اور فیوض مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلّم کا مجمع تھی۔ وہاں پر نسبت نقشبندی کا استغراق اور حضور دلوں کو خود بخود کشش کرتا تھا۔ اور اس محفل میں قادری حالات کی صفائی اور روشنی ظاہر ہوتی تھی۔ اور چشتیہ ذوق وشوق محبّت الٰہی کو بڑھاتے تھے۔ اور احمدیہ نئی نسبتوں کی بیرنگی اور لطافت وقت کو تازگی اور صفائی بخشتی تھی۔ آنجناب کا مراقبہ ماسوی اللہ کے نقوش کو دلوں کے صفحات سے زائل کرتا تھا۔ آپکے کلام سے شریعت۔ طریقت اور نسبت باطنی کی کیفیتوں کے فوائد حاصل ہوتے تھے۔ حدیث اور تفسیر کے ذکر کو سُنکر ایک خاص ہی صفائی اور اطمینان حاصل ہوتا تھا۔ نسبتوں کے ان مذکورات میں ذاتی تجلیات پر تو ڈالتی تھیں۔ انشاء اور شعر سے ذوق حاصل ہوتا تھا۔ کیونکہ جو ذکر اس قسم کا ہوتا تھا۔ سب ذوق اور حال کی وجہ سے ہوتا تھا۔ محبّت کے مذکورات باطنی تغیّر کا موجب بنکر آنکھوں سے شوق کے آنسو ٹپکا دیتے تھے۔ اور افسردگی حرارت سے بدل جاتی تھی۔ صالحین کی حکایات کا تذکرہ دلوں کو کیفیات آلٰہیہ میں سرشار کر دیتا۔ علمی مسائل میں پوری تحقیقات کرکے ہر شخص کے دل کی تشفی فرماتے۔ اور صوفیہ حقائق ومعارف کو بڑے واضح طور پر بیان کرکے اسرار کی باریکیوں کو سامعین کے ذہن نشین فرماتے۔ ہر ایک دقیقہ کو آپ بیان فرما سکتے۔ اور ہر ایک نہ حل ہونے والے عقدہ

زیادہ کرتے۔ کہ تمہیں ہمارے جد امجد کی بارگاہ میں بہت قدر و منزلت حاصل ہے +

حضرت شاہ ولی اللہ محدث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اِس طرح کی ہمیں کشف صحیح کرامت فرمائی ہے۔ کہ رُوئے زمین کے سارے احوال ہم سے پوشیدہ نہیں۔ بلکہ ہاتھ کی لکیروں کی طرح ظاہر ہیں۔ اس وقت حضرت مرزا جانجانان کا سا کسی ولائیت اور شہر میں کوئی نہیں۔ جسے مقامات کے سلوک کی آرزو ہو۔ وُہ آپ کی خدمت میں چلا جائے۔ چنانچہ آپ کے فرمان کے مطابق آپ کے اصحاب نے آنحضرت کی خدمت میں استفادہ کے لئے رجوع کیا۔ آپ اپنے مکتوبات میں آنحضرت کا القاب یہ لکھتے ہیں۔ افادات سے مُسلمانوں کو فایٔدہ پہنچانے والے۔ طریقہ احمدیہ کو قایم کرنے والے۔ طریقت کے باغ کے مالی۔ توجہات سے نفس کو پاک کرنے والے آمین۔ اللہ تعالےٰ بزرگ و بلند طریقہ احمدیہ کو قایم رکھنے والے اور سنن نبویہ کی خواہش کرنے والے کو دیر تک زندہ رکھ کے مُسلمانوں کو اس سے مستفید اور متمتع کرے۔ اللہ تعالےٰ طریقہ احمدیہ کو خصوصاً اور طریقہ صُوفیہ کو عموماً قایم رکھنے والے اور قسم قسم کے فضائل و فواضل سے آراستہ کو دیر تک سلامت رکھ کے قسم قسم کی برکتیں لوگوں پر عنائیت کرے +

حاجی محمد فاخر جو اعلیٰ درجے کے عالم حدیث تھے۔ فرماتے ہیں۔ کہ آنجناب کو جناب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت میں عظیم الشان مرتبہ حاصل ہے۔ چنانچہ ایک رات مَیں نے دیکھا۔ کہ ایک عراقی گھوڑا مع ساز و سامان رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر کھڑا ہے۔ مَیں نے پوچھا۔ کہ یہ گھوڑا کس کا ہے۔ کسی نے کہا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ جب مَیں اندر سے باہر نکلا۔ تو کسی نے کہا۔ نہیں یہ گھوڑا مرزا جان جانان کا ہے۔ اس خواب کی تعبیر میں نے یوں کی۔ کہ آپ کا طریقہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا اتباع ہے۔ اور یہ کہ آپ کو سیدھی راہ پر ثابت قدمی حاصل ہے۔ مولوی ثناء اللہ سنبھلی نے واقعہ میں رسُول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔ کہ آیا میرے پیر و مرشد حضرت مرزا صاحب کا طریقہ طریقت کو رواج دینے اور احکام شریعت کو پہنچانے میں مقبُول اور قابل تعریف ہے تو آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ کہ بے شک۔ اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس بات کی تصدیق فرمائی +

حضرت حاجی محمد افضل رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ شیخ محمد اعظم فرماتے ہیں۔ کہ مجھے حضرت

ہے۔ کہ بزرگان سلف کے وقت میں طالبوں کو شاید ہی ہوتی ہو۔ مشائخ کرام آپ کے بارے میں فرماتے ہیں۔ کہ جو فیض صرف آپ کی صحبت ہی سے طالبان حق کو پہنچتا ہے۔ وُہ دوسروں کی توجہ اور دعا سے بھی نہیں پہنچتا۔ چنانچہ ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہُوا۔ آپ نے اس پر مہربانی فرمائی۔ جب وُہ میر درد رحمتہ اللہ علیہ کی زیارت کے لئے گیا۔ تو فرمایا۔ کہ شائد تو نے حضرت مرزا صاحب کا طریقہ اختیار کیا ہے۔ کیونکہ اس طریقہ کی نسبت کے انوار نے تیرے باطن کو گھیر لیا ہے۔ اس نے کہا۔ نہیں۔ مَیں تو آنجناب کی خدمت میں صرف حاضر ہُوا تھا۔ فرمایا ؎

آہن کہ بہ پارس آشنا شد　　فی الفور بصورت طلا شد

اسی طرح آپ کا خادم جو حلقہ ذکر میں حاصل نہیں ہوتا تھا۔ حضرت شیخ قدس سرہ کے حضور میں حاضر ہُوا۔ تو فرمایا۔ کہ آنجناب کی صحبت کے انوار اور آثار تجھ میں پائے جاتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ کا شکر بجالا ✦

اللہ تعالےٰ نے آپ کو نسبت باطنی کے القا اور ارشاد کی قوت بدرجہ کمال عنائیت فرمائی تھی۔ راہ خدا کے سالک دُور دراز ملکوں میں آپ کی غائبانہ توجہات سے بھی ترقی کر جاتے تھے۔ اور جو حالات حاضرین خدمت کو حضور پُر نور میں حاصل ہوتے۔ انہیں دور دراز فاصلے پر ہی حاصل ہو جاتے۔ چنانچہ حضرت شیخ عبدالاحد رحمتہ اللہ علیہ کے نبیرہ شاہ بھیک آپ کی غائبانہ توجہات سے دلّی سے کابل میں مقامات عالیہ اور واردات سامیہ کو پہنچے۔ اسی طرح اور بہُت سے عزیز اپنے مقصُود کو پہنچے ✦

آنحضرت عام مہربانی کے موافق سالک کو اس مقام سے جسے اس نے ابھی انجام تک نہ پہنچایا ہو۔ اعلیٰ مقام میں واصل کر کے وہاں کے حالات اور کیفیات کا القا ذرا سی توجہ سے فرماتے۔ تاکہ ہر ایک مقام سے مناسبت پیدا کر کے ذکر و مراقبہ کو بکثرت کر لے اور اپنے کام کے انجام کو پہنچ جائے۔ اور مقامات عالیہ کے انوار و برکات سے بہرہ یاب ہو جائے۔ چنانچہ آپ کے خلیفہ حضرت محمد احسان مقام جذبہ کی شورش اور بیتابی کی وجہ سے ارباب حلقہ ذکر کی معیت اور طمانیت میں تشویش پیدا کرتے۔ آپ نے انہیں اعلیٰ مقام میں جہاں پر باطن کو تسکین اور اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ بطور طفرہ پہنچا دیا۔ فوراً وُہ گھبراہٹ اور شورش جاتی رہی۔ اور ان کی باطنی نسبت پر اور طرح سے حالات وارد

کو حل کر سکتے۔ اسی واسطے انہیں کمالات کی وجہ سے جو آپ کی ذات قدسی صفات میں جمع تھے اللہ تعالےٰ نے آپ کو مقتدائے جہان بنایا۔ اور مشائخ اربعہ کی رحلت کے بعد خلافت عزیزان کی مسند نے آپ کے وجود مسعود سے زینت پائی۔ اور طریقہ علیہ کی ترویج کو آپ کی ذات مبارک سے قیام حاصل ہوا۔ ہر طرف سے طالبان خدا آپ کی خدمت میں رجوع کرنے لگے۔ اور حضرت شیخ کے بڑے بڑے اصحاب اور مشائخان زمانہ کے مستفیدوں نے آپ سے فیوض و برکات کا استفادہ کیا۔ عالم اور صالح لوگ فیوض آلہی حاصل کرنے کے لئے آپ کی خانقاہ میں آنے لگے۔ اور آپ کے کمالات کا شہرہ زبان زد خاص و عام ہوا۔ اوائل حال میں توجہ شریف کی تاثیر سے لوگ بیتاب ہو جاتے۔ اور کمال استغراق کی وجہ سے بیخود ہو کر گر پڑتے۔ اور شوق کی حرارت دلوں کو راہ سلوک پر آمادہ کرتی۔ اور محبت کی جاذبہ سے مقامات کو طے کرتے۔ آخری حالات میں جبکہ آپ کے باطن میں لطافت اور بیرنگی زیادہ ہوگئی۔ تو مستفیض اپنے باطن میں جمعیت اور اطمینان پاکر درجات قرب میں ترقی کرتے تھے۔ اور اسرار طریقت کی دریافت میں ممتاز تھے بعض کو عالم مثال واضح ہوتا۔ بعض کو عالم ارواح کی مناسبت حاصل ہوتی۔ بعض کو کشف کونی بعض کو کشف قبور۔ بعض کو خواطر کی کشف۔ بعض کو مشاہدہ انوار میں کا استغراق بعض کو توحید اور معرفت کے اسرار واضح ہوتے۔ اور بعض کو ان تمام مراتب سے مناسبت تھی کوئی ایسا بھی تھا۔ جو اپنی سیر مقامات آلہیہ اور جو کچھ طریقہ احمدیہ میں شائع ہے۔ اس میں اپنی سیر دیکھتا تھا۔ اور ہر ایک مقام کے حالات۔ واردات اور علوم و معارف کو جدا جدا بیان کرتا تھا۔ اگرچہ آپ کے اکثر مستفیدوں کو مقامات طریقہ کی کشف تو حاصل نہ تھی۔ لیکن ہر ایک شخص کو ہر ایک مقام میں اس مقام کے حالات۔ کیفیات اور واردات کو اپنے باطن میں ذوق اور وجدان سے پاتا تھا۔ اور فنا و بقا سے مشرف ہو کر مشاہدہ حق میں استغراق حاصل تھا۔ اور نسبت باطنی کی وسعت۔ جمعیت باطنی کی زیادتی اور دل و دماغ سے نفی خواطر میں ترقی کرتا تھا۔

آپ کے طالبوں کو اوائل ہی میں تصفیہ اور تزکیہ حاصل ہو جاتا۔ اور طاعت میں لذت وحلاوت اور بدعت اور گناہ سے نفرت پیدا ہو جاتی۔ جو ظاہری اور باطنی آداب انوار اور برکات اور تہذیب نفوس آپ کی صحبت میں سالکوں کو حاصل ہوتی۔ اغلب

فصل در بیان ترک و زہد و اوصاف حضرت ایشان

آپ فرماتے ہیں۔ کہ اللہ تعالٰے نے ہمیں کامل عقل اور درست رائے عطا فرمائی ہے۔ امور سلطنت۔ انتظام مملکت اور نیز جو کسی کے حال کے مناسب ہو اس کی تعلیم ہم اچھی طرح کر سکتے ہیں۔ اسی واسطے اُمرائے وقت اپنی مہمات کی بابت آپ سے صلاح و مشورہ لیا کرتے تھے۔

نیز فرماتے ہیں۔ کہ اپنے والد بزرگوار کی تربیت کے یمن سے ہم ہر ایک شخص کی نگاہ سے اس کا حوصلہ اور آدمیت کا جوہر پہچان سکتے ہیں۔ اور طریقہ کے نور کی برکت سے انسان کی سعادت و شقاوت معلوم کر سکتے ہیں۔ کہ آیا یہ بہشتی ہے یا دوزخی۔

آپ کی ذات بابرکات کمال درجے کے زہد و توکل سے موصوف تھی۔ دُنیا اور اہل دنیا سے بدرجہ کمال بے پرواہی کرتے۔ ان کے ہدیئے بہت کم قبول فرماتے۔ چنانچہ محمد شاہ بادشاہ نے قمر الدین خان وزیر کی زبانی کہلا بھیجا۔ کہ اللہ تعالٰی نے ہمیں ملک عطا فرمایا ہے۔ جو ہدیہ ارسال خدمت کیا جاتا ہے۔ آپ اسے قبول فرمائیں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالٰے جل شانہٗ فرماتا ہے "قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ" کہ ساتوں ولایتوں کا مال و متاع تھوڑا ہے۔ تمہارے پاس اس قلیل کا ساتواں حصہ یعنی ہندوستان کا ملک ہے۔ تمہارے پاس رکھا ہی کیا ہے جس کو قبول کرنے کے لئے فقرار کی ہمت کا سر جھکے۔

ایک امیر نے حویلی اور خانقاہ تیار کرا کے اور فقرار کی وجہ معاش مقرر کر کے آپ کی خدمت میں عرض کر بھیجی۔ جو قبول نہ ہوئی۔ اور فرمایا۔ کہ چونکہ مکان آخر چھوڑ جانا ہے۔ سو چھوڑنے کے لئے اپنا پرایا مکان یکساں ہے۔ اور روزی جو قسمت میں لکھی ہے۔ سو ضرور اپنے وقت مقررہ پر مل ہی رہیگی۔ فقرار کے لئے صبر اور قناعت کا خزانہ کافی ہے۔

ایک روز جاڑے کے موسم میں آپ پرانی چادر اوڑھے ہوئے تھے۔ نواب خان فیروز جنگ بھی وہاں پر حاضر تھا۔ وہ یہ حال دیکھ کر آبدیدہ ہوا۔ اور اپنے ایک مصاحب کو کہنے لگا۔ کہ دیکھو ہم گنہگاروں کے لئے کیسی بدبختی کی بات ہے۔ کہ وہ بزرگ جن کے ہم مرید ہیں۔ نیاز کا تحفہ قبول نہیں فرماتے۔

آنحضرت نے فرمایا ـــ٥

ہونے لگے۔

آپ کی ہمّت عالی ہمیشہ اسی بات میں مصروف تھی۔ کہ ہر وقت طریقہ احمدیہ کو جہان میں ترقی ہو۔ اور جدید نسبتیں جو طریقہ مجدّدیہ کے خصائص سے ہیں۔ جہان کو منوّر کریں۔ فی الواقع وُہ حالات اور مقامات جناب کی توجہ سے اکثر سالکوں کو حاصل ہوئے۔ اور اُنہوں نے مشہور احوال اور واردات سے گذر کر عالیہ مقامات میں ترقی کی۔

جس قدر عزیزوں کو جناب سے اخلاص اور محبّت زیادہ ہوتا۔ اُسی قدر انہیں حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے محبّت اور اخلاص ہوتا۔ اور زیارت نصیب ہوتی۔ اور اسی اخلاص اور محبّت کی وجہ سے مقامات جذب و اصطفا کی راہ میں بلندی مرتبہ نصیب ہوتی۔ ہزاروں آدمی آپ سے طریقہ حاصل کر کے اللہ تعالٰے کے ذکر دوام میں مشغول ہوئے۔ اور قریباً دو سو آدمی طریقہ کی تعلیم کی اجازت حاصل کر کے راہ مولیٰ کی ہدائیت میں مشغول ہُوئے۔ ان میں سے پچاس آدمی جو مقامات احمدیہ کی انتہا کو پہنچے وُہ ارباب طریقہ کے مقتدا بنے۔

اس طریقہ میں دوام حضور۔ فنائے قلب۔ تہذیب اخلاق۔ اور سنت نبوی پر قایم رہنے کے سوا اجازت حاصل نہیں ہوتی۔ یہ اجازت کا ادنٰے مرتبہ ہے۔ اس کا وسط لطیفہ نفس کی فنا۔ وجود سالک پر لفظ انا کے اطلاق کا زوال اور انوار نسبت کا موج مارنا ہے۔ اور اس کی انتہا لطیفہ قلب و نفس کی فنا و بقا کا شرف حاصل ہونے کے بعد عالم خلق کے لطائف کی تہذیب ہے۔ کہ اس مرتبہ میں طلب کی تپش کو تسکین۔ کمال درجے کا اطمینان اور لما جاء بہ المُصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری حاصل ہوتی ہے۔ ان مراتب میں سے کسی ایک کے حصُول کے بغیر اجازت دینا گویا مجاز کو مغرور اور مستفید کو محروم کرنا ہے۔ نَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنْھا۔

آپ کے خلفا مختلف شہروں میں اسی طریقہ کے موافق ارشاد کرتے ہیں۔ عنقریب ہی ان میں سے بعض کے حالات لکھے جائینگے۔ اللہ تعالٰے نے اپنے فضل و کرم سے آنجناب کی ذات بابرکات کو اس طریقہ کے مقامات کی تسلیک میں سرفراز فرمایا۔ کہ تیس سال اپنے مشایخ کی خدمت میں طریقت اور حقیقت کی برکات کے انوار حاصل کر کے کمال و تکمیل کے انتہائی درجے کو پہنچے۔ اور تیس سال سے زیادہ راہ مولیٰ کے سالکوں کی تربیت میں مشغول رہ کر صفحہ روزگار پر نیک آثار چھوڑ گئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

سُبحان اللہ نا عاقبت اندیش چاہتے ہیں۔ کہ چھینے ہوئے ہدیوں سے فقیر کے باطن کو سیاہ کریں تاب اللہ علیہم۔

دولتمندوں کا کھانا بہت کم کھاتے تھے۔ آپ فرماتے ہیں۔ کہ لوگوں کے کھانے کی ظلمت باطنی نسبت کو مکدر کر دیتی ہے۔ اسی واسطے بزرگوں نے کہا ہے کہ "شرالطعام طعام الاغنیاء" سب سے بُرا کھانا دولتمندوں کا کھانا ہوتا ہے۔ بلکہ غریبوں کی ضیافت کو بھی قبول نہیں فرمایا کرتے تھے۔ کیونکہ یہ لوگ بے سامانی کی وجہ سے سُودی روپیہ قرض لیتے ہیں۔ اور ضیافتیں کرتے ہیں۔

ایک مرتبہ روزہ افطار کرتے وقت بیگانہ طعام یاروں میں تقسیم کیا۔ اور اس میں سے کچھ تھوڑا سا آپ بھی تناول فرمایا۔ تراویح کے بعد فرمایا۔ کہ عزیزو ذرا اپنے باطن کا حال تو کہو۔ کیا ہے۔ اس روٹی کے ٹکڑے نے باطنی نسبت پر کیا اثر کیا ہے۔ مَیں نے عرض کی کہ آنجناب نے بھی تو تناول فرمایا ہے۔ اوّل آپ ارشاد فرمائیں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ میرا باطن تو تباہ اور سیاہ ہو گیا ہے۔ نماز اور قرآن سننے کی برکت سے بحال ہُوا ہے۔ مَیں نے عرض کی۔ کہ جب شُبہ کے لقمہ کی کدورت نے آپ کے باطن مبارک میں جو انوار کا دریا ہے۔ تغیر پیدا کیا ہے۔ تو ہمارے تنگ ظرف والوں کی کیا پُوچھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ لقمہ ایک ایسی چیز ہے۔ جو توفیق کو رفیق بناتا ہے۔ اور طاعت کے نور کو بڑھاتا ہے۔

آپ نے فقر کو دولتمندی پر ترجیح دے رکھی تھی۔ اور صبر و قناعت کو پسند کئے ہُوئے تھے۔ اور تسلیم اور رضا کو اپنی خصلت بنا کر قضا کے ملائیم و نا ملائیم سے موافقت کرتے تھے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دُعا کے مطابق "اللھم اجعل رزق ال محمد کفافا بارخدایا! آل محمدؐ کی روزی ضرورت کے موافق بنا۔ جو کچھ انسان کے لئے ضروری ہے۔ اسی پر کفایت کرتے۔ اور اپنے اصحاب کے بارے میں بھی یہی دُعا فرماتے۔ کہ انہیں نہ اسقدر دولتمندی حاصل ہو۔ کہ فضُول خرچی کرنے لگیں۔ اور نہ اسقدر مفلسی کہ ایک دُوسرے سے قرض لیں۔

آپ سب میں سے بے سامان تھے۔ اور موت کی تیاری قبل از وقت کرتے تھے۔ آپ فرماتے تھے۔ کہ عبُودیت کے مراتب اور حلقہ ذکر کے بعد سارا وقت موت کی انتظار میں گذرتا ہے۔ اب کوئی آرزو دل میں باقی نہیں رہی۔ اور نہ ہی دل کو کسی سے کسی قسم کا

ہزار حیف کہ گل کرد بینوائی ما بچشم آبلہ آمد برہنہ پائی ما

میں نے اس بات کا روزہ رکھا ہے۔ کہ دولتمندوں سے نیاز کو قبول نہیں کرونگا۔ اب جبکہ آفتاب ڈوبنے کے قریب پہنچا ہے۔ اگر اپنے روزے کو توڑ ڈالوں۔ تو دس لاکھ روپیہ چاہیئے۔ تب کہیں میرے ہمسایہ کی عورتوں کا چولھا گرم ہو۔

نواب نظام الملک تیس ہزار روپیہ نقد بطور نیاز لایا۔ لیکن قبول نہ فرمایا۔ اس نے عرض کی۔ کہ آپ راہ خدا میں محتاجوں کو بانٹ دیں۔ آپ نے فرمایا۔ میں تمہارا خانسامان نہیں ہوں۔ یہاں سے نکل کر بانٹنا شروع کرو۔ تو گھر پہنچنے تک سارا تقسیم ہو جائیگا۔

اسی طرح ایک پٹھان سردار نے تین سو اشرفی آپ کی خدمت میں بھیجی۔ آپ نے واپس کردیں۔ اور فرمایا۔ کہ اگرچہ ہدیہ کو رد کرنے سے منع کیا ہے۔ لیکن اس کے لینے کو واجب بھی قرار نہیں دیا ہے۔ جس کے حلال ہونے کا یقین ہو۔ اس کا لے لینا تو باعث برکت ہے۔ میں اپنے اصحاب سے جو اخلاص اور احتیاط سے ہدیہ لاتے ہیں۔ قبول کر لیتا ہوں لیکن اُمرار کا روپیہ اکثر مشتبہ ہوتا ہے۔ اور لوگوں کے حقوق اس کے متعلق ہوتے ہیں۔ جن کے حساب سے روز قیامت کو عہدہ برآنا دشوار ہے۔ چنانچہ ترمذی کی روائت کے مطابق حدیث میں ہے۔ کہ "لا یزول یوم القیٰمۃ قدما ابن ادم حتیٰ یسئل عن خمس عن عمرہٖ فیما افناہ وعن شبابہ فیما ابلاہ وعن مالہ من این اکتسبہ وفیما انفقہ وماذا عمل فیما علم"۔ قیامت کے دن آدمی کے پاؤں زائل نہیں ہونگے۔ مگر اس وقت جبکہ پانچ چیزوں کی بابت اس سے سوال کیا جائیگا۔ اوّل عمر کی بابت کہ کس چیز میں صرف کی۔ دُوسرے جوانی جس کام میں بسر کی۔ تیسرے مال کہاں سے حاصل کیا۔ اور کہاں خرچ کیا۔ اور کیا عمل کیا۔ اور کیا معلوم کیا۔ اور کونسا علم حاصل کیا"۔ پس ہدیوں کے لینے میں تامل ضروری ہے۔

ایک امیر نے آم بطور ہدیہ آنحضرت کی خدمت میں بھیجے۔ آپ نے واپس کردیئے۔ اس نے پھر بڑی منت وسماجت سے بھیجے۔ آپ نے ان میں سے دو لیکر باقی کے واپس کردیئے کہ میرا دل ان کو قبول کرنے سے انکار کرتا ہے۔ اسی وقت ایک باغبان جناب کی خدمت میں استغاثہ لیکر آیا۔ کہ فلاں امیر نے میرے آم ظلم وتعدی سے چھین لئے ہیں۔ اور ان میں سے کچھ آپ کی خدمت میں بھیجے ہیں۔ اس مظلوم کی حمایت کرنی چاہیئے۔ آپنے فرمایا

خضر از حسد بمیرد چو برو یار باقر ۔ کنہ آخریں نگاہ در پایدار گیرد

جس نے عجیب تاثیر بخشی۔ تخت سے اُتر کر افادہ میں مشغول ہوئے۔ گویا کسی قسم کی بیماری یا ضعف ہے ہی نہیں۔

ایک بزرگ حب۔ بغض۔ طی ارض۔ دست غیب اور تسخیر سلاطین کے اعمال کی اجازت ادائے زکوٰۃ کی شرط بغیر مع ایک سیر خالص سونے کے آپ کو دیتا تھا۔ لیکن آپ نے کچھ بھی قبول نہ فرمایا۔ کیونکہ اس صورت میں نسبت باطنی ریا سے آلودہ ہوتی ہے۔ اور اسباب دُنیا سے لگاؤ کا شُبہ ہوتا ہے۔ طالبوں میں سے جو شخص ایسے اعمال کی طرف راغب ہوتا آپ بہت ناخوش ہوتے اور فرماتے۔ کہ ان کو کونسی مصیبت پیش آئی ہے۔ کہ توکل اور ماسوے سے استغنا کے درجے سے اتر کر فانی مزخرفات کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ جو شخص دنیا داروں سے میل جول رکھتا۔ اس سے برکات صحبت انوار طریقہ کے حصول سے ناامید ہو جاتے۔ نیز فرماتے تھے۔ کہ ضرورت کے موافق اہل دُنیا سے میل جول کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ بشرطیکہ اس میں نیک نیّت ہو۔ اور نسبت باطنی کی مخالفت کی جائے۔

آپ فرماتے تھے۔ کہ دُنیا پر اللہ تعالےٰ کا غضب ہے۔ جیسا کہ پیغمبر خدا صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:۔ الا ان الدنیا ملعونة وملعون ما فیہا الا ذکر اللہ وما والاہ وعالم او متعلم رواہ الترمذی:۔ واضح رہے۔ کہ دُنیا بے شک ملعون ہے اور جو کچھ اس میں ہے وُہ بھی ملعُون ہے۔ مگر یادِ الٰہی اور جو اس کے مناسب اور اس کی معین ہے۔ اور علم کا جاننے والا اور اس کا حاصل کرنے والا۔

سالک کے دل میں خدا اور دنیا دونوں کی طلب جمع نہیں ہو سکتی۔ ماسوی اللہ کو ترک کرنا چاہیئے۔ اور اغراض دُنیوی سے مُنہ پھیر لینا چاہیئے:۔ ؎

آرزو بگذار تا رحم آیدش ۔ آزمودم من چنیں می بایدش

؎ مئے صرف وحدت کسے نوش کرد ۔ کہ دُنیا و عقبیٰ فراموش کرد

فصل در ملفوظات حضرت ایشان ؒ

آپ فرماتے ہیں۔ کہ ایمان تفصیلی یعنی خدا اور رسُول پر میں ایمان لایا۔ اور نیز اس چیز پر جو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالےٰ سے لائے۔ اور اللہ تعالےٰ اور اس کے رسُول کے

لگاؤ ہے۔ موت ایک تحفہ الٰہی ہے۔ جو اللہ تعالےٰ کی بقا اور دیدار مصطفےٰ کا موجب ہے +
ہر ایک عمل میں آپ حدیث شریف کی طرف راغب ہوتے۔ اور فرماتے۔ کہ ہم نے اپنے اوقات اور اعمال کو حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور فقہ کی روایت کے مطابق درست کر لیا ہے۔ جو شخص ہم سے کوئی خلاف شرع عمل دیکھے۔ وہ ہمیں تنبیہہ کر دے +
لوگوں کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق سلام کے آداب کی تاکید کرتے اور سر پر ہاتھ رکھنے یا جھکنے سے منع فرماتے۔ آپ خلوت دوست تھے۔ اور آپ کو اپنے مشائخ خصوصاً حضرت مجدد رضی اللہ تعالےٰ عنہم کی محبت واخلاص میں راسخ تھے +
آپ فرماتے ہیں۔ کہ جو کچھ مجھے حاصل ہوا ہے۔ اپنے پیروں کی محبت کے غلبے سے حاصل ہوا ہے۔ میرے اعمال ہیں ہی کیا۔ جو بارگاہ آلہی کے قرب کا موجب ہو سکیں۔ مقبولوں اور مقربوں کی محبت قبولیت خدا کا سب سے زبردست ذریعہ ہے۔ آپ کریم الاخلاق تھے۔ ہر ایک سے تواضع اور خندہ روئی سے پیش آتے۔ اہل فضل و تقوٰی کی تعظیم ضرور کرتے۔ کسی کافر کی تعظیم کے لئے خواہ امیر ہو یا غریب عمر بھر نہ اُٹھے۔ ایک مرتبہ آپ نے سُنا۔ کہ میرٹھ کے کافروں کا سردار آپ کی زیارت کے لئے آرہا ہے۔ آپ کسی شغل کی وجہ سے مجلس سے اُٹھ کر حجرے میں تشریف لے گئے۔ جب وُہ آکر بیٹھ گیا۔ تو باہر نکلے۔ اور جب معلوم کیا۔ کہ اب رخصت ہونے کو ہے۔ تو پھر اندر تشریف لے گئے۔ اس واسطے کہ اگر اس کی تعظیم نہ کرتے۔ تو وُہ ناراض ہوتا۔ اور اگر تعظیم کرتے۔ تو اہل دُنیا کی تعظیم دین کے نقصان کا موجب تھی +
طریقہ کے انوار کی اشاعت اور طالبوں کے حال کی طرف توجہ کرنے میں بڑی کوشش کرتے۔ اور اس بارے میں اپنے اصحاب کو بھی تاکید فرماتے۔ کہ طریقہ کی برکت سے دل میں نور اور طاعت میں حضوری پیدا ہوتی ہے۔ جو طاعت حضور اور آگہی میں ادا ہوتی ہے۔ اس کے قبول ہونے کی اُمید قوی ہے۔ اس طریقہ کے انوار سے نماز بے خطرہ اور ذکر قلبی عادت ہو جاتی ہے +
ایک مرتبہ جب آپ سخت بیمار ہوئے۔ اور تخت سے نیچے اُترنے کی طاقت نہ رہی تو اصحاب نے تخت کے گرد حلقہ باندھ کر مراقبہ کیا۔ اتفاقاً حسب ذیل شعر آپ نے پڑھا۔ ؎

سے رقت دلی پیدا ہوتی ہے۔ اور رقت قلبی رحمت کو کھینچتی ہے۔ پس جو چیز رحمت الٰہی کا موجب ہو۔ وُہ حرام کس طرح ہو سکتی ہے۔ بانسری کے حرام ہونے میں اختلاف ہے مگر دف کا استعمال شادی کے موقعہ پر مُباح ہے۔ اور بانسری کا مکروہ۔

ایک روز پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم جا رہے تھے۔ کہ راہ میں بانسری کی آواز سنی۔ آنحضرت نے دونو کان بند کر لئے۔ عبداللہ بن عمر ہمراہ تھے۔ انہیں سننے سے منع نہ فرمایا۔ پس معلوم ہُوا۔ کہ ایسی آوازوں سے پرہیز کرنا تقویٰ کا کمال ہے۔ نقشبندیہ بزرگ جو عمل بعزیمت پر کاربند ہیں اور رخصت سے کنارہ کرتے ہیں۔ سماع سے بھی پرہیز کرتے ہیں۔ کیونکہ سماع کے جائز ہونے میں علمار کا اختلاف ہے۔ اور اس کی ترک بھی مختلف فیہ ہے۔ کمال تقوے کے سبب ذکر جہر کو چھوڑ ذکر خفی اختیار کیا ہے۔

آپ فرماتے ہیں۔ کہ توحید وجودی کا مسئلہ دینی ضروریات سے نہیں۔ شرع اس کے بارے میں کچھ نہیں کہتی۔ صرف صُوفیہ نے کشف و وجدان کی رو اس کا کچھ بیان کیا ہے۔ احوال محبّت کے غلبہ کی وجہ سے معذور ہیں۔ رسائل توحید کی ممارست اور لاموجود الا اللہ کے معنوں کو خیال میں لاکر توحید حاصل کرنا ارباب معرفت کے نزدیک کچھ وقعت نہیں رکھتا۔

ایک عالم نے خواب میں دیکھا۔ کہ علمار اور صُوفی سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہیں۔ علمار نے صُوفیوں کی بابت شکایت کی۔ کہ یا رسول اللہ! ان عزیزوں نے وحدت وجود کے مسئلہ کو شائع کیا ہے۔ جس سے شرع میں خلل واقع ہوتا ہے۔ بے باکوں نے نرمی اختیار کی۔ رسُول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اکابر کو اس محبّت کے غلبہ کی وجہ سے جو انہیں حق تعالےٰ سے ہوتی ہے۔ معذور جانکر خاموشی اختیار کی۔

آپ فرماتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ مجھے عروج حاصل ہُوا۔ اور منبسط نور منکشف ہُوا۔ اس میں تمام کائنات کے نقوش منقش تھے۔ مجھے حضرت شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ کا قول یاد آیا۔ کہ "الاشیاء اعراض مجتمعۃ فی عین واحد"۔ تمام اعراضی چیزیں ایک ذات میں جمع ہیں۔ مجھے معلوم ہُوا۔ کہ اسمار و صفات کے عکسوں نے مرتبہ علم میں جو وجود کا باطن ہے۔ امتیاز پیدا کیا ہے۔ اور نیز ظاہری وجُود میں بھی منعکس ہو کر آثار مقصُود کا مصدر بن گئے ہیں۔ اور یہ کہ فی الواقعہ ظاہر و باطن میں وہی ایک وجود متحقق ہے۔ اچانک مجھے تنبیہہ کی گئی۔ کہ اس مرتبے سے بڑھ کر اور بھی ایک مرتبہ ہے۔ جیسا کہ بڑے بڑے

دوستوں سے اُلفت اور خدا و رسُول کے دشمنوں سے دشمنی رکھتا ہوں۔ نجات کے لئے کافی ہے۔ اور ہر ایک مقدمہ کو دلیلوں سے ثابت کرنا متبحر عالموں کا کام ہے۔ عام مسلمان اس تکلیف سے بری ہیں۔

نیز فرماتے ہیں۔ کہ ائمہ اہل بیت کی محبّت اور اصحاب کبار رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تعظیم یکساں کرنی چاہیئے۔ یہی سیدھی راہ ہے۔ جو قیامت کے روز پلصراط کی صورت میں نمودار ہوگی۔ جس کو دنیا میں اس راہ مستقیم سے انحراف نہیں ہے۔ وُہ قیامت کے دن بھی اس راہ سے صحیح و سلامت گذر جائے گا۔

نیز فرماتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ ایک بے ادب رافضی نے امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں طعن کی۔ جس سے ہمیں سخت ناراضگی ہوئی۔ اور اس پر خنجر کا وار کرنا چاہا۔ وُہ گھبرا کر فریاد کر اُٹھا۔ کہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی حرمت سے میرا خیال چھوڑ دو۔ حضرت امام کا اسم مبارک سنتے ہی وُہ غصّہ فرو ہو گیا۔ اور اس بے ادب کو ہم نے معاف کر دیا۔

نیز فرماتے تھے۔ کہ تمام اولیاء اللہ کی تعظیم اور عام مشائخ رحمتہ اللہ علیہم کی محبّت لازم ہے۔ اگر نفع یا استفادہ کی راہ سے اپنے پیر کے حق میں افضلیت کا عقیدہ قائم کرلے۔ تو یہ بات فرط محبّت سے کچھ بعید نہیں ہے۔ حضرت مجدّد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں جنہوں نے نیا طریقہ بیان فرمایا۔ اور اپنے طریقہ کے کمالات اور مقامات بہت تحریر فرمائے۔ اور اس طریقہ کے برگزیدہ اصحاب جو ان مقامات اور واردات کو پہنچے ہیں۔ ہزاروں کی تعداد میں ہیں۔ اور ان مقامات میں کسی قسم کا شبہ بھی نہیں۔ کیونکہ ہزاروں علما اور عقلمند ان پر متفق ہیں۔ اولیاء اللہ کے ساتھ برابری یا ان کی افضلیت کا اقرار نہیں کرنا چاہیئے۔ کیونکہ وُہ ان کے مشائخ ہیں۔

نیز فرماتے ہیں۔ کہ اس زمانے میں عمل بعزیمت کرنا اور تقویٰ اختیار کرنا بڑا مشکل ہے کیونکہ معاملات تباہ ہو گئے ہیں۔ اور شرع کے موافق عمل کرنا تو گویا موقوف ہی ہو گیا ہے۔ اگر فقہ کی روائیت اور ظاہری فتوےٰ کے موافق عمل کیا جائے اور بدعت اور نئے نئے کاموں سے کنارہ کشی کی جائے۔ تو بڑی غنیمت ہے۔

نیز فرماتے ہیں۔ کہ "السماع یورث الرقۃ والرقۃ تجلب الرحمۃ" سماع

مبارک اللہ کے مفہوم کے سوا جس پر کہ ہم ایمان لائے ہیں۔ کسی اور چیز پر صرف نہیں کرنی چاہیئے۔ تاکہ حضوری ملکہ پختہ ہو جائے۔ اور کامل دین جو اسلام۔ ایمان اور احسان ہے حاصل ہو جائے۔ جس وقت دل کی طرف خیال کرے۔ تو اُسے اللہ تعالےٰ کی طرف متوجہ پائے۔ اس اثنا میں اگر ذوق۔ شوق اور کیفیات حاصل ہوں تو مزید عنائیت آلہی ہے۔ نہیں تو اصلی کام تو حضور و آگاہی کا مرتبہ ہے +

آپ فرماتے ہیں۔ کہ غیر کی طرف متوجہ کرنے سے سلیم دل پیدا کرنا چاہیئے۔ واقعات اور خواب چنداں معتبر نہیں۔ کیونکہ اس بارے میں شبہ ضرور واقع ہوتا ہے۔ واقعات میں کبھی اتباع سنت کا نور۔ کبھی ذکر کا نور۔ کبھی مرشد کی نسبت۔ کبھی درود کی کثرت۔ کبھی سادات کی خدمت۔ کبھی حدیث کے درس اور کبھی تصدیق اور اخلاص رسُول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صُورت میں نمودار ہوتے ہیں۔ اور اسی طرح کے اولیاء اللہ کی خدمت میں مناسبت کے روابط سے ان اکابر کی صورتوں میں متصور ہوتے ہیں۔ اور کبھی مشہور خبریں اور رائے کی مقررات واقعہ کی صُورت پیدا کرتے ہیں۔ یہ تمام شعبدے دل کو سرور بخشتے ہیں۔ لیکن حقیقت میں یہ کچھ بھی نہیں۔ مگر رسُول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور اولیاء اللہ کے دیکھنے سے باطنی انوار اور احوال اور طاعت کی توفیق زیادہ ہو جاتی ہے۔ اور واقعات اصلیت کے مطابق ہوتے ہیں۔ ایسا ہونا البتہ بڑی کامیابی ہے +

آپ فرماتے ہیں۔ کہ رسُول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار اور رویت آلہی جس کو بزرگوں نے تجلی صوری کہا ہے۔ اللہ تعالےٰ کی بڑی نعمتیں ہیں۔ خواہ کسی طرح ہوں راسخ مناسبت سے خوشخبری دینے والی ہیں ؎ ھنیئاً لارباب النعیم نعیمھا۔ اہل جنّت کے لئے جنّت کی نعمتیں خوشگوار ہوں +

آپ فرماتے ہیں۔ کہ خواطر کے غلبہ کے وقت جناب آلہی میں التجا اور تضرّع کرنی چاہیئے اور مرشد کی صورت پر نظر جما کر اسی کے وسیلے امراض باطنی کے ازالہ کے لئے التجا کرنی چاہیئے نیز آپ فرماتے ہیں۔ کہ افتقار اور انکسار کی صفت کو لازمی طور پر اختیار کرنا چاہیئے۔ اور لوگوں کے ظلم و ستم کو تحمل اور صبر سے برداشت کرنا چاہیئے۔ ؎

چیست معراج فنا این نیستی　　عاشقاں را مذہب و دین نیستی

نظر بلند رکھنی چاہیئے۔ اور مجازی امور کو تقدیر میں جانکر چون چرا نہیں کرنی چاہیئے۔

صوفیا نے فرمایا ہے: "فوق عالم الوجود عالم الملک الودود" عالم وجود کے اوپر بادشاہ ودود کا عالم ہے۔ پس توحید کے معارف اثنائے سلوک میں پیش آتے ہیں۔ اور وُہ علوم جو بغیر تاویل ظاہری شرع کے موافق ہیں۔ اس کے بعد واضح ہوتے ہیں۔ بڑے بڑے اولیا جن سے یہ علوم منقول ہیں۔ یقین ہے۔ کہ انہوں نے ان سے بھی بڑھ کر ترقی کی ہو۔ ان کے پیر و مرشد واقعات میں دکھاتے ہیں۔ اور کبھی اسی بزرگ کے بعض لطائف اسی کی صورت سے متمثل ہو کر کاموں کے پورا ہونے کا وسیلہ بنتے ہیں۔ اور اس بزرگ کو کبھی اس معاملہ کی اطلاع ہو بھی جاتی ہے۔

کسی شخص نے مجھ سے پُوچھا۔ کہ آپ کعبہ سے کب تشریف لائے ہیں۔ مَیں نے کہا۔ کہ مَیں تو کبھی کعبے گیا ہی نہیں۔ اس نے کہا۔ مَیں نے آپ سے مکہ شریف میں ملاقات کی ہے۔ اور مجھے ایک شعر کا مصرعہ جو بھُول گیا تھا۔ آپ نے ہی ارشاد فرمایا تھا۔ پس مناسب ہے۔ کہ اس قسم کے واقعات خود پسندی اور فخر کا باعث نہ ہوں۔ ہمارا تمہارا تو صرف بہانہ ہے۔ ورنہ درحقیقت کاموں کا ذمہ وار خود وہی ذات پاک ہے۔

شعر: او بدو زد خرقۂ درویش را ۔۔۔ او بدا لہامے نماید خویش را

آپ فرماتے ہیں۔ کہ اس طریقہ میں پیری مُریدی محض بیعت۔ شجرہ اور کلاہ پر موقوف نہیں۔ ذکر قلبی۔ حصُول جمعیت اور توجہ الی اللہ کی تعلیم مرشد کی صحبت میں رہ کر حاصل کرنا ضروری ہے۔

آپ فرماتے ہیں۔ اشغال طریقہ کا اختیار کرنا محبّت الٰہی کے غلبے کو حاصل کرنے کے لئے ہے۔ کبھی فرط محبّت محض عنایت الٰہی ہوتی ہے۔ لیکن پھر بھی ذکر دوام باشرائط دوستان خدا کے طریقہ کا فرض ہے۔ تمام مرادات کو چھوڑ کر ذکر کثرت سے کرنا چاہیئے۔ ذکر کی کثرت بغیر دل کبھی نہیں کھلتا۔ جب ذکر کرتے وقت کوئی کیفیّت یا بے خودی حاصل ہو۔ تو اس کو محفوظ رکھنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ اور اگر غفلت ہو جائے۔ تو پھر بڑی عاجزی اور افتقار سے ذکر کرنا چاہیئے۔ اسی طرح اشتغال کو لازمی طور پر کرنا چاہیئے تاکہ ہمیشہ کی کیفیّت اس میں آجائے۔

آپ فرماتے ہیں۔ کہ اوقات کو ذکر اور عبادت سے معمور رکھنا چاہیئے۔ اپنی قوت مدرکہ کو ما سوی اللہ کی طرف توجہ کرنے سے پاک رکھنا چاہیئے۔ اپنی ہمّت اور توجہ اسم

آپ فرماتے ہیں۔کہ مبدا فیاض کی طرف ہمیشہ کی توجہ سے اس قدر فیوض اور برکات سے فائیض ہوتا ہے۔کہ باطن محبّت کے انوار اور کیفیّت سے لبریز ہو کر بہنے لگتا ہے۔

آپ فرماتے ہیں۔کہ اپنے اعمال کی کوتاہی کو پیش نظر رکھنا اور سابقہ عنایت بے علّت کو دیکھنا راستے کے کارگذار کا کام ہے۔خواہ کتنا ہی عمل کرے۔پھر بھی استغنا اور کبریا کی صفت سے ڈرتا رہے۔اور تقصیر کے عذر اور امید واثق کو قبولیّت کا وسیلہ بنائے۔تھوڑے سے گناہ کو زیادہ خیال کرے۔اور تھوڑی سی نعمت کو بہت خیال کرے۔ہمیشہ شکر کرتا ہے اور رضا اختیار کرے۔

آپ فرماتے ہیں۔کہ درود ایک ہزار مرتبہ اور استغفار کی کثرت سالکوں کے لئے لازم حال ہے۔عصر کے بعد حضرت مجدّد رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے مکتُوبات پڑھنے چاہئیں۔ جن میں کہ شریعت کے مسایل۔طریقت کے اسرار۔حقیقت کے معارف۔سلوک کے نکات۔تصوف کے دقایق۔اور نسبت مع اللہ کے انوار مندرج ہیں۔کیونکہ ایسا کرنے میں نیک بختی کے دروازے کھل جاتے ہیں۔صبح شام دُعائے حزب البحر کا وظیفہ کرنا چاہیئے۔ہر روز حضرت خواجگان قدس اللہ اسرارہم کا ختم مشکلات کے حل کرنے کے لئے پڑھنا چاہیئے۔تہجد کی نماز دس یا بارہ رکعت جسقدر آسانی سے ادا ہو سکیں۔سورہ اخلاص یا سورۂ یٰس کی قرات سے ادا کرنی چاہئیں۔اشراق کی نماز میں چار رکعت اور چاشت کی نماز میں چار یا چھ رکعت اور زوال کی نماز میں چار رکعت ایک سلام سے اور شام کی سنت ادا کرنے کے بعد چھ یا بیس رکعتیں اور عشاء کی سنت کے بعد چار رکعت اور عصر کی سُنتوں اور تحیۂ وضو کو لازمی طور پر کرنا چاہیئے۔ایک دو جز قرآن مجید کی تلاوت کلمۂ تمجید۔کلمۂ توحید سو سو مرتبہ اور سُبحان اللہ وبحمدہٖ صبح کے وقت اور سوتے وقت سو مرتبہ اور موقتہ دُعائیں جو صحیح حدیثوں سے ثابت ہیں مقرر کرنی چاہئیں۔لیکن ان اعمال میں حضُور قلبی ضروری چیز ہے۔

آپ فرماتے ہیں۔کہ حصُول فنا جس کی علامت ماسوی اللہ سے بے خبر ہونا۔اور اللہ تعالےٰ کی طرف توجہ کرنا ہے۔اگرچہ اس طریقہ میں جلدی حاصل ہوتی ہے۔لیکن اس مرتبۂ عالی کا حق ہونا اور ثابت ہونا جو ماسوی اللہ کو بھُول جانا اور علمی و حبی علاقے کو دل سے قطع کرنا ہے۔عرصہ دراز کے بعد حاصل ہوتا ہے۔میں نے تیس سال میں مشائخ

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اگر کسی خدمت میں کچھ قصور ہو جاتا۔ اور اہل بیت اسے ملامت کرتے۔ تو آنحضرت صلعم فرماتے۔ کہ اسے کچھ نہ کہو اگر مقدر میں ہوتا۔ تو وہ ایسا کرتا۔

ان تمام تکلفات کا ماحاصل یہ ہے۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات کے مطابق تہذیب اخلاق کی جائے۔ کیونکہ آنحضرت کا خلق خلق عظیم ہے۔ اور حدیث شریف میں آیا ہے "بعثت لاتمم مکارم الاخلاق" میں اس واسطے بھیجا گیا ہوں۔ کہ نیک اخلاق کو تمام کروں۔ نفی و اثبات کے ذکر کی ورزش سے بشری صفات کم ہو جاتی ہیں۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ ہر ایک بری خصلت کی جُدا جُدا کلمہ طیبہ کے تکرار میں کلمہ لا سے چند روز تک نفی کرے اور اس کی جگہ اللہ تعالےٰ کی محبت ثابت کرے۔ یہاں تک کہ وہ بری خصلت زائل ہو جائے نفسانی خواہش کے برخلاف مقامات سلوک کو حاصل کرنا چاہیئے۔ اغلب ہے۔ کہ بری صفات نیک اوصاف سے بدل جائیں۔

آپ فرماتے ہیں۔ کہ سچ تو یہ ہے۔ کہ صفات کی برائیاں تصفیہ اور تزکیہ کے بعد منکسر ہو جاتی ہیں۔ ان کی بیخ کنی ناممکن ہے۔ حدیث میں بھی وارد ہے۔ کہ اگر تم سنو کہ پہاڑ جگہ سے ہل گیا ہے تو سچ مان لو۔ لیکن اگر سنو کہ کسی کی جبلت پلٹ گئی ہے۔ تو اس کا ہرگز ہرگز یقین نہ کرو۔ "لا تبدیل لخلق اللہ" خدا کی پیدائش کردہ چیزیں میں تغیر و تبدل نہیں۔

امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ میرا غصہ کہیں گیا نہیں۔ اس سے پہلے کفر میں صرف ہوتا تھا۔ اور اب اسلام کی حمایت میں اس کا ظہور ہوتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔ کہ نفس کی فنا اور اطمینان کے بعد سالک کو تسلیم اور رضا کی صفت حاصل ہوتی ہے اور فنائے قلب میں غلبہ محبت کی وجہ سے بسبب افعال کے لوگوں سے مغلوب ہوتا ہے۔ اور فاعل حقیقی کے سوا سالک کے شہود میں اور کچھ نہیں رہتا۔ آپ فرماتے ہیں۔ کہ کھانے پینے۔ سونے۔ جاگنے۔ اعمال اور عبادت میں توسط اور حد اعتدال کو نگاہ رکھنا ازبس مشکل کام ہے۔ کوشش اس بات کی کرنی چاہیئے۔ کہ اپنے اوقات کو خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق کے موافق منضبط کرے۔ انبیاء علیہم السّلام کی پیروی ہر ایک کام میں حد اعتدال کو حاصل کرنے کے لئے ہے۔ "لیقوم النّاس بالقسط" تاکہ لوگ انصاف کو قائم کریں۔ اس بارے میں قرآن شریف قاطع ہے۔

وُہ بھی کم ہو جاتے ہیں۔ وہاں پر جہالت در جہالت اور محض بے خبری ہوتی ہے ۔

آپ فرماتے ہیں۔ کہ خلوت میں بیٹھ کر نسبت باطنی کی نگہداشت اور مبداء فیاض کیطرف ہمیشہ توجہ رکھنے میں مصروف ہونا چاہیئے۔ اپنے اوقات کو ظاہری اعمال کے ادا کرنے سے معمور رکھنا چاہیئے۔ کیونکہ اعمال کا نور نسبت کی صفائی اور جمعیت اور حضور اور آگاہی کا سبب ہوتا ہے ۔

آپ فرماتے ہیں۔ کہ ہمیشہ کے مراقبے سے نسبت باطنی میں قوت۔ ملک وملکوت کی اطلاع اور مہربانی کی نظر سے دلوں کو نوازش کرنے کی طاقت حاصل ہوجاتی ہے۔ اور ذکر تہلیل کی کثرت سے صفاتِ بشریت کی فنا۔ کثرت درود سے نیک۔ کثرت نوافل سے انکسار اور عاجزی۔ کثرت تلاوت سے نور اور صفائی ہاتھ آتی ہے۔ ذکر تہلیل بلحاظ معنوں کے طریقہ میں مفید ہے۔ اور محض لفظی تکرار آخرت کے ثواب کا سرمایہ اور برائیوں کا مٹانیوالا ہے ۔

آپ فرماتے ہیں۔ کہ حبس نفس سے نفی واثبات کا ذکر تین سو مرتبہ سے کم فائدہ نہیں بخشتا اس سے زیادہ جس قدر ہو اُسی قدر مفید ہے۔ حضرت خواجہ نقشبند حبس نفس کے لئے ذکر کی شرط نہیں قرار دیتے تھے۔ صرف اس کا مفید ہونا فرماتے تھے۔ لیکن ہمیشہ کے ذکر وقوف قلبی اور مبداء فیاض کی طرف توجہ کرنے کو اپنے طریقے کا رکن مقرر فرمایا ہے ۔

آپ فرماتے ہیں۔ کہ ہوش در دم پہلے دل کے ذکر سے ضروری ہے۔ جب ذکر میں کچھ قوت آجائے۔ اور اسم ذات کی آواز خیال کے کانوں سے سننے لگے۔ تو پھر ہر دم ذات الٰہی کی توجہ اور آگہی رکھنی چاہیئے۔ جب کوئی خطرہ یا وسوسہ دل میں آئے تو اُسی وقت اس کی روک تھام کرنی چاہیئے۔ تاکہ وسوسے اور نفس کی باتیں ہنگامہ برپا نہ کریں خواطر کا ہجوم ورود فیض کا مانع ہے ۔

آپ فرماتے ہیں۔ کہ اسم ذات کی کثرت سے جذبہ الٰہی کی نسبت حاصل ہوتی ہے۔ اور نفی واثبات راستے کا فاصلہ طے کرنے اور سلوک کے لئے مفید ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔ کہ حالات باطنی کی کیفیات کا ادراک ولایات کے مرتبہ میں محفوظ دکھلائی دیتا ہے لیکن کمالات نبوت میں باطن کا وصف جہالت اور نکارت ہوتی ہے۔ گر مقامات فوق میں اگرچہ لطافت اور بیرنگی لازم ہے۔ لیکن پھر بھی ادراک کا ہاتھ پہنچ سکتا ہے ۔

کرام رحمۃ اللہ علیہم کی خدمت سے مقامات طریقہ کو حاصل کیا۔ اور اب تیس سال سے زیادہ عرصہ ہونے آیا ہے۔ کہ طالبان حق عزّوجل کو طریقہ کی تلقین کرتا رہا ہوں۔ ساٹھ سال کا عرصہ ہونے آیا ہے۔ کہ حضرت سید رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی توجہات سے فنائے قلبی سے مشرف ہؤا۔ اور اس مدت میں بڑی کوشش سے باطنی شغل کرتا رہا ہوں۔ اب فنائے قلبی کے آثار جیسا کہ چاہئیں ظاہر ہو رہے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں۔ کہ کمال فنا کے ظہور سے یقیناً معلوم ہوتا ہے۔ کہ مَیں نے جہان سے انتقال کیا ہے۔ اور اس وقت کوئی آکر سلام کرے تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ گویا قبر پر آکر سلام کہا ہے۔ جب اس حالت سے آفاقہ ہوتا ہے۔ تو پھر گمان ہوتا ہے۔ کہ مَیں زندہ ہوں۔ اور ابھی یہاں سے بوریا بندھنا نہیں سنبھالا۔

آپ فرماتے ہیں۔ کہ ظہور فنا کے وقت تصوّر کی دید اسقدر غالب ہوتی ہے۔ کہ لوگوں کی خدمت اور تعظیم تعجب کا مُوجب ہو جاتی ہے۔ چنانچہ ایک روز بندہ (مُصنّف) حضرت شیخ کے حضور میں پنکھا کر رہا تھا۔ تو آپ نے بڑی سختی سے منع فرمایا۔ دُوسرے روز خود حکم دیا۔ کہ اُٹھ کر پنکھا کرو۔ پھر فرمایا۔ کہ کل فنائیہ نسبت کا ظہور تھا۔ اِس لئے میں نے خیال کیا تھا۔ کہ تم مخول کے طور پر پنکھا کرتے ہو۔ پس میں نے سختی سے منع کیا۔ اور اب نسبت بقائیہ کا ظہور ہے۔ اور تجلّی عظمت اور کبریائے الٰہی باطن پر جلوہ گر ہے۔ اگر تمام جہان بھی تعظیم کے لئے اُٹھے۔ تو اس مرتبے کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔

آپ فرماتے ہیں۔ کہ ان تجلّیات آلہیہ کی شناخت جو ارباب محبّت ومعرفت کے باطن پر وارد ہوتی ہیں۔ بہت مشکل کام ہے۔ بصیرت کی نظر بہت تیز چاہیئے۔ تاکہ تجلّیات کی کیفیات کو جُدا جُدا معلوم کر سکے۔

آپ فرماتے ہیں۔ کہ مقامات طریقہ کے حصُول کے بعد سالک مختلف تصویروں کے مرقعہ کی طرح ہو جاتا ہے۔ اور کبھی مقامی نسبت ظہور میں آکر اپنی کیفیات میں اسے محفوظ کرتی ہے۔ اور کبھی اور نسبت مقامی پر تو ڈالتی ہے۔ جس سے اور ہی حالت طاری ہوتی ہے۔ لیکن جب خاندان احمدیہ کے متوسلوں کی نسبت اپنے کمالات اور عروج کو پہنچتی ہے۔ تو تجلّی ذاتی کی بیرنگی اور لطافت کی وجہ سے حالات کا ادراک ذرا مشکل کام ہو جاتا ہے۔ کیونکہ لطافت اور صفائی تمام مقامات سافلہ پر اثر کر کے کیفیات کو ڈھانپ لیتی ہے۔ اور واقعات اور مقامات جو اطفال طریقہ کے دل کو خوش کرنے والے ہوتے ہیں

بہت جلد ترقی کرتا ہے۔ گرم تاثیر جس سے شوق کی بیتابی لاحق ہوتی ہے بہت مفید ہے۔ ظاہر ہے۔ کہ پہلے قرن میں جمعیت اور طمانیت کا ظہور بہت تھا۔ اسی واسطے اصحاب کو بے تابانہ حرکات سے منع کرتے تھے۔ کیونکہ چیخنا اور نعرے مارنا اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے بعد پیدا ہوا ہے۔

آپ فرماتے ہیں۔ ضروری مسائل کا علم حاصل کرنا۔ یا علماء کی صحبت میں رہکر سننا صحت عمل کے لئے لازمی ہے۔

آپ فرماتے ہیں۔ کہ علم حدیث میں تفسیر۔ فقہ اور دقائق سلوک سب کچھ مندرج ہے۔ اس علم کی برکت سے ایمانی نور ترقی پکڑتا ہے۔ اور نیک عمل اور عمدہ اخلاق کی توفیق پیدا ہوتی ہے۔ بڑے تعجب کی بات ہے۔ کہ حدیث صحیح غیر منسوخ کو جس کا بیان محدثین نے کیا ہے۔ اور اس کی روایتوں کا حال بھی معلوم ہے۔ اور چند ایک وسیلوں سے نبی معصوم تک جن سے کبھی غلطی ہونی ممکن نہیں۔ پہنچتا ہے۔ عمل میں نہیں لاتے۔ اور فقہ کی روایتوں کو جن کے ناقل قاضی اور مفتی ہیں۔ اور ان کے ضبط و عدل کے احوال معلوم نہیں۔ اور دس وسیلوں سے بھی زیادہ مجتہد تک پہنچتی ہیں۔ جن سے خطا و صواب دونو ہو سکتے ہیں عمل میں لاتے ہیں۔ "ربنا لا تواخذنا ان نسینا او اخطانا" اے ہمارے پروردگار جو کچھ ہم سے خطا اور بھول چوک ہوئی۔ اس کے بدلے ہمیں مواخذہ نہ کر۔

آپ فرماتے ہیں۔ کہ انبیا علیہم الصلوٰۃ کا طریقہ ہے۔ لیکن اس وقت جبکہ حلال مفقود ہے۔ اور جہالت شایع ہے۔ اکثروں کی اولاد علم و ادب کے لباس سے ننگی ہے اور بدعت کے رائج ہو جانے کے سبب عقد نکاح میں خلل واقع ہو رہا ہے۔ سالکان راہ کے حق میں اکیلے رہنا اور الگ رہنا بہتر ہے۔ تھوڑی روزی کمانا۔ مولا کی عبادت میں مشغول ہونا۔ شہر میں مشہور نہ ہونا اور کوئی ورثہ یا وارث نہ چھوڑنا بہت بڑی اور شریف دولت ہے۔ حدیث میں بھی ہے" ان اغبط اولیائی عندی لمؤمن خفیف الحاذ ذو حظ من الصلوۃ احسن عبادۃ ربہ واطاعہ فی السر وکان فی الناس لا یشار الیہ بالاصابع وکان رزقہ کفافا فصبر علی ذالك ثم لقد بیدہ فقال عجلت منیتہ قلت بواکیہ قل تراثہ رواہ احمد والترمذي وابن ماجۃ" مشکوٰۃ میں احمد۔ ترمذی اور ابن ماجہ سے یہ حدیث منقول ہے۔ کہ دوستوں میں سے سب سے لائق رشک

آپ فرماتے ہیں۔ کہ نسبت مجدّدی کی بیرنگی اور لطافت لوگوں کے انکار کا سبب ہوتی ہے۔ اسی واسطے جب سالک کی سیر کمالات کو پہنچتی ہے۔ تو مجھے اندیشہ ہوتا ہے۔ کہ ایسا نہ ہو۔ کہ طریقہ کو ترک ہی کر دے۔ انشاء اللہ تعالےٰ اگر عمر نے وفا کی۔ تو میں سالکوں کو مقامات سافلہ سے مقامات عالیہ کو پہنچا دُونگا۔ سارا مقصُود تو خدا کا ہو رہنا اور سُنت کی پیروی کرنا ہے۔ جو ہر مقام میں حاصل ہے۔

آپ فرماتے ہیں۔ کہ جو یقین اور طمانیّت طلب سے پہلے مقامات عالیہ مجدّدیہ میں حاصل ہوتی ہے۔ اور مقصُود سے اتصال بے کیف پیدا ہوتا ہے:۔ ؎

اتصال بےتکیف بے قیاس ہست رب الناس را بانوع ناس

اس کی برابری کوئی ذوق شوق اور حضوری بھی نہیں کر سکتی۔ آپ فرماتے ہیں۔ کہ کمالات سے واصل ہونے کی راہ عنقریب ہی مسدود ہونے والی ہے۔ اور ولائیت کا طریقہ مسلوک۔ اس آخری زمانے میں استعدادیں مقامات کے سلوک سے کوتاہی کر کے مقصُود تک نہیں پہنچ سکتیں۔ اس سے تیس سال پہلے طالب بڑی جلدی سیر کرتے تھے۔ اور کشف و وجدان بھی اِن کا نیک ہوتا تھا۔ لیکن اب اگر میرے اصحاب میں سے کوئی صادق طالب اخلاص اور کوشش سے طریقہ کے فیض حاصل کرنا چاہتا ہے۔ تو عرصہ دراز کے بعد ولائیت قلبی یا اس سے اعلےٰ مرتبے کے حاصل کرنے میں کامیاب ہوتا ہے۔ مقامات عالیہ مجدّدیہ پر پہنچنا تو نہائیت دشوار ہے۔

آپ فرماتے ہیں۔ کہ کشف صحیح کہ سالکوں کی سیر مقامات میں واقع کے مطابق معلوم ہوتی ہے۔ شاذو نادر ہوتی ہے۔ پس خوشخبریاں سُنا سُنا کر خدا پر بہتان نہیں باندھنا چاہیئے۔ اور سالک کو مغرور نہیں بنانا چاہیئے۔ حالات کا متغیّر ہونا۔ واردات کا وارد ہونا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف ہمیشہ توجہ رکھنا دلجمعی اور اپنے اوقات کو عبادات کے وظائف سے معمُور رکھنا اللہ تعالےٰ کی سب سے بڑھیا نعمتیں ہیں۔ ارباب ذوق وشوق کی نسبت کی تاثیر گرم اور تیز ہوتی ہے۔ اور اہل قلب کو تو بہت ہی محظوظ معلوم ہوتی ہے۔ اہل اللہ کے تمام طریقوں میں اسی نسبت شریف کی کیفیتیں اور تصرفات ارباب طلب کو جذب کرتی ہیں لیکن اہل اطمینان و جمعیت والوں کی نسبت سے جو کمالات نبوّت اور اس سے بڑھیا درجے کو بھی پہنچے ہیں۔ اور جو طریقہ مجدّدیہ کا خاصہ ہے۔ بہت انوار آتے ہیں اور سالک

اعتبار نہ ہو۔ توکل اور نیک راہ کی منافی نہیں ہو سکتی۔ فقیر کا سرمایہ فارغ البالی اور دلجمعی ہے
چونکہ اس کا دل مقصود کی انتظار میں منتظر رہتا ہے۔ ایسا نہ ہو۔ کہ دلجمعی تفرقے سے بدل
جائے۔ اور توجہ اور یکسوئی میں فرق آ جائے۔ قناعت اختیار کرو۔ حرص اور طمع کو دل
سے نکال ڈالو۔ یار اور اغیار سے نا امید ہو جاؤ۔ ہونا نہ ہونا اور شان کو یکسان خیال کرو
کسی کو حقارت کی نگاہ سے نہ دیکھو۔ بلکہ اپنے تئیں سب سے کم اور قاصر خیال کرو۔ مولا
کی طلب میں کبر سر سے اور غرور کی نقدی ہاتھ سے پھینک دو۔ اسی واسطے بزرگوں نے
فرمایا ہے۔ کہ درویشی اس بات کا نام ہے۔ کہ جو کچھ تیرے سر میں ہے۔ وہ الگ رکھدے
اور جو سر پر آئے سہے۔ آج اور کل کے جھگڑے اور مخمصوں سے الگ رہے۔ اپنی طاعت
اور عبادت پر فخر نہ کرو۔ نیستی اور اپنے قصور کی دید کو اپنا سرمایہ بناؤ۔ جسقدر نفس کی مخالفت
کر سکو بہتر ہے۔ لیکن اسقدر بھی نہیں۔ کہ وہ تنگ آ جائے۔ جس سے طاعت میں شوق
کی خوشی زیادہ نہ ہو سکے۔ کبھی اس کے ساتھ نرمی سے برتاؤ کرنا چاہیئے۔ کیونکہ مومن
کے نفس کی رضامندی ثواب کا موجب ہوتی ہے۔

ایک مرتبہ میرے نفس نے خاص شکل میں ظاہر ہو کر آرزو کی۔ کہ مجھے اس قسم کا
کھانا کھلاؤ۔ جو مراد چاہو گے مِل جائیگی۔ اس وقت وہاں پر کوئی موجود نہ تھا۔ جو یہ کام
کرتا۔ پھر کچھ مدت بعد شکل بدل کر کھانے کی التماس کی۔ اس وقت وہاں پر ایک
شخص موجود تھا۔ میرے کہنے سے اس نے کھانا مہیا کیا۔ اس شخص کو ایسی مشکل درپیش
آئی تھی۔ جو کسی تدبیر سے حل نہ ہوتی تھی۔ اس عمل سے آسان ہو گئی۔

آپ فرماتے ہیں۔ کہ کھانا اگر شکر گذاری کی نیّت سے بامزہ بنائیں تو بہتر ہے
کیونکہ بے مزہ ہونے کی صورت میں تہ دل سے شکریہ نہیں ہو سکتا۔ لذیذ کھانے کو
بے مزہ پانی کے مِلا دینے سے بے مزہ کرنا گویا نعمت آلہی کو خاک میں ملانا ہے۔
پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ مرغوب طبع کھانا تناول فرماتے۔ اگر دل نہ چاہتا۔ تو
کھانے کی طرف ہاتھ نہ بڑھاتے۔ ہمارے نفس حضرت جنید اور شبلی رحمتہ اللہ علیہم
کے نفس کیسے نہیں ہیں۔ کہ کڑواہٹ کو مٹھاس خیال کریں اور کہیں " الصبر تجرع
المرارۃ بلا عبوسۃ الوجہ " صبر اس بات کا نام ہے۔ کہ تلخی کو بغیر ناک بھوں
چڑھائے پی جائے۔

وُہ مومن ہے۔ جس کے پاس مال تھوڑا ہو۔ اور اسے نماز میں حلاوت آتی ہو۔ اپنے مولا کی عبادت بخوبی کرتا ہو۔ پوشیدگی میں اطاعت کرتا ہو۔ اور لوگوں میں بہت مشہور نہ ہو۔ اور اس کے پاس ضروریات کے لئے کافی رزق ہو۔ اور اس پر صبر کرے۔ اور صرافوں کی طرح زمین پر ہاتھ یا ایک انگلی چھوئے۔ اور جب اس کی موت آئے۔ تو اُس کو رونے والے تھوڑے ہوں۔ اور اس کی میراث بھی کم ہو+

فصل سیزدہم ۱۳۔ در نصائح ہوش افزا کہ باصحابِ خود می نمودند

آپ فرماتے ہیں کہ تقویٰ اور پرہیزگاری اختیار کرو۔ اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی دل وجان سے کرو۔ اپنے احوال کا کتاب اور سنت سے مقابلہ کرو۔ اگر مطابق ہیں۔ تو قبولیت کے لائق خیال کرو۔ اور اگر مخالف ہیں۔ تو مردود سمجھو۔ اہل سنت وجماعت کے عقیدے کو قائم رکھ کر حدیث اور فقہ سیکھو۔ علماء کی صحبت میں رہ کر آخروی ثواب حاصل کرو۔ ہر فعل حدیث کے مطابق کرو۔ اپنے دل کو دونو جہان کی غرضوں سے بیزار رکھو۔ تیرا عمل چیز ہی کیا ہے۔ کہ جسے تو فروخت کر سکے۔ وُہ استطاعت کس کی ہے۔ جس کو تو اپنی طرف منسوب خیال کرتا ہے۔ خلوت کو لازم کر کے صفائی وقت حاصل کرو کیونکہ درویشی کا سرمایہ ہی صفا کی نقدی ہے۔ دُنیاوی اسباب جن کی تمہیں ضرورت ہو بہت مختصر لو۔ کیونکہ قیامت کے دن ان کا حساب دینا ہوگا۔ اللہ تعالےٰ کی عبادت اور ذکر میں اپنے تئیں مشغول رکھو۔ آج کا کام کل پر نہ چھوڑو۔ مشائخ کی محبت میں عقیدے کے رسُوخ کو بڑھاؤ۔ کیونکہ دوستان خدا کی دوستی قرب خدا کا مُوجب ہے۔ اپنے پیر کے حضور میں غیر کا خیال نہ کرو۔ اور اس کی صحبت میں نفلی طاعت زیادہ نہ کرو۔ اپنی عمُر صبر اور توکل سے بسر کرو۔ غیر سے التجا کرنے کا خیال دل سے دُور کردو۔ اپنے کام اللہ تعالےٰ کے سپرد کردو۔ موت پر یقین اور اس کو سچا وعدہ خیال کر کے خلوت کا سرمایہ جانو۔ اگر تمہارے دل میں کسی قسم کی فکر نہیں۔ تو گوشہ نشینی کرو۔ کیونکہ رزق اپنے وقت مقررہ پر تمہیں پہنچ ہی رہیگا۔ لیکن اگر اپنے اہل وعیال کی فکر دامنگیر ہے۔ تو اسباب کا مہیا کرنا اور ان میں قدرے مشغول ہونا انبیاء کا طریقہ ہے۔ مقررہ آمدنی جس پر دل کو

کے بارے میں جناب کی کیا رائے ہے۔ فرمایا۔ میری اُمّت میں ان جیسا کون ہے کون
پھر مَیں نے عرض کی۔ یارسُول اللہ! کیا ان کے مکتوبات بھی جناب کی نظر مبارک
سے گذرے ہیں۔ فرمایا۔ اگر تمہیں کچھ یاد ہے۔ تو پڑھو۔ مَیں نے ایک مکتوبات کی
یہ عبارت پڑھی۔" انه تعالٰے وراء الوراء ثم وراء الوراء" آنحضرت صلعم نے
بہت پسند فرمایا۔ اور محظوظ ہُوئے۔ فرمایا۔ پھر پڑھو۔ مَیں نے پھر یہی عبارت
عرض کی۔ آنحضرت صلعم نے اور بھی تعریف کی۔ اور یہ حالت دیر تک رہی۔ صبح کو
ایک عزیز نے آکر کہا۔ کہ آج رات میں نے ایک خواب دیکھا ہے۔ کہ آپ نے بڑا
عجیب رویا دیکھا ہے۔ فرمایئے وُہ کونسا ہے۔ مَیں نے گذشتہ رویا بیان کیا۔
تو سُنکر بہت متعجب ہُوا +

آپ فرماتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کے نفس مبارک اور صحبت سے مَیں نے
اپنے تئیں سر سے پاؤں تک نور اور حضور پایا۔ اور اس خواب کی کیفیتوں سے جو کہ بیداری سے
بڑھ کر ہے۔ چند روز تک کسی قسم کی بھُوک یا پیاس نہ رہی +

آپ فرماتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ میں نے خواب میں دیکھا۔ کہ ایک وسیع جنگل میں ایک
بڑا چبُوترہ ہے۔ جہاں پر بہت سے اولیاء اللہ حلقہ کئے مراقبہ میں بیٹھے ہیں۔ جنکے وسط
میں حضرت خواجہ نقشبند دوزانو اور حضرت جنید قدس اللہ اسرارہما چوکڑی مار کر بیٹھے ہیں
اور ماسوائے سے استغنا کے اسرار اور حالات فنا کی کیفیات سید الطائفہ میں ظاہر ہیں۔ وہاں
سے سب اُٹھ کھڑے ہُوئے۔ مَیں نے پوچھا۔ کہاں جاتے ہیں؟ کسی نے کہا۔ امیر المومنین
علی مرتضٰی رضی اللہ تعالٰے عنہ کے استقبال کے لئے جا رہے ہیں۔ اتنے میں حضرت امیر
تشریف فرما ہُوئے۔ جن کے ہمراہ ایک شخص بکھرے بال۔ گدڑی پوش اور سر پاؤں سے
ننگا ہے۔ اور جس کا ہاتھ آنحضرت نے بڑی تواضع اور تعظیم سے پکڑا ہُوا ہے۔ میں نے پوچھا
یہ کون ہے! کسی نے کہا۔ خیر التابعین اویس قرنی ہے۔ وہاں پر ایک مصفا حجرہ کمال زینت
میں ظاہر ہُوا۔ سب بزرگ اس حجرے میں چلے گئے۔ مَیں نے پوچھا اب کہاں گئے ہیں؟
کسی نے کہا۔ آج حضرت غوث الثقلین کا عرس ہے۔ عرس کی تقریب پر تشریف
لے گئے ہیں +

آپ فرماتے ہیں۔ کہ جس وقت فنا و نیستی نسبت باطنی پر ظاہر ہوتی ہے۔ اور سالک

مٹھاس جو زبان پر ہوتی ہے۔ وہ صبر کی شاخ ہے۔ جس کی تلخی جان میں ہوتی ہے
اولیاء اللہ کے مزاروں کی زیارت کر کے فیض جمعیت کا خیر حاصل کر۔ اور مشائخ کرام
کی ارواح طیبہ کو فاتحہ اور درود بھیجکر جناب الٰہی کا وسیلہ بنا۔ کیونکہ ظاہری اور باطنی سعادت
اس بات سے حاصل ہوتی ہے۔ البتہ مبتدیوں کے لئے تصفیہ قلبی کے بغیر اولیاء کی
قبور سے فیض کا حاصل کرنا مشکل کام ہے۔ اسی واسطے حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ
سرہ العزیز فرماتے ہیں۔ کہ اولیاء اللہ کی قبروں کے مجاور بننے سے حق سبحانہٗ تعالٰے
کا مجاور ہو جاتا ہے۔ چراغوں اور عرس کی متعارفہ رسوم کا مقید نہ بن۔ کیونکہ ایسا کرنے
سے خیمے اور فروش کے لئے سوال کرنا پڑتا ہے۔ اور عام انبوہ سے حفظ مراتب
کرنا پڑتا ہے۔ حاجتمندوں کو خفیہ طور پر نقدی دینے سے بڑی جلدی ثواب ملتا ہے +

فصل چہاردہم در بیان بعضے از منامات حضرت ایشان وآنچہ مذکور اولیا بر زبان شریف گذشتہ رحمتہ اللہ علیہم

آپ فرماتے ہیں۔ کہ مجھے بار ہا حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف
حاصل ہوا ہے۔ اور بہت عنائتیں اپنے شامل حال پائی ہیں۔ آخری مرتبہ جب آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ تو کیا دیکھتا ہوں۔ کہ آنحضرت صلعم ہاتھی
پر سوار ہیں۔ ہاتھی سے اتر کر فرماتے ہیں۔ کہ آؤ ہم تم اپنے اپنے کندھوں کو ملائیں۔ اس کی
تعبیر میری سمجھ میں نہیں آتی تھی +

آپ فرماتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ سرور کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ والتحیات کی
زیارت سے مشرف ہوا۔ گویا آنحضرت صلعم کے پہلو میں چادر تانے ہوئے ہوں
اور آنجناب کے نفس مبارک کی راحت مجھے پہنچ رہی ہے۔ اسی اثنا میں مجھے
پیاس لگی۔ اور سرہندی پیرزادے بھی وہاں پر موجود ہیں۔ ان میں سے ایک کو
آنحضرت صلعم نے پانی لانے کے لئے فرمایا۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! وہ
تو میرے پیرزادے ہیں۔ فرمایا۔ کہ ہمارا حکم بجا لاتے ہیں۔ پس ان میں سے ایک پانی
لایا۔ جسے میں نے پیٹ بھر کر پیا۔ میں نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! حضرت مجدد الف ثانیؒ

آپ کی خدمت میں عرض کیا۔ آپ نے بہت نوازش فرمائی ٭

آپ فرماتے ہیں۔ کہ ائمہ اہل بیت اطہار رضی اللہ تعالےٰ عنہم کی محبّت ایمان کا موجب اور تصدیق اور ایقان کا سرمایہ ہے۔ ہمارے لئے تو ان کی محبّت کے سوا اور کوئی عمل وسیلہ نجات نہیں۔ اور زبان سے یہ شعر نکلا۔ ؎

نکرد مظہرِ ما طاعتی و رفت بخاک　　نجات خود بتولائی بوتراب گذشت

آپ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت مجدّد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے معارف کتاب اور سنت کے موافق ہیں۔ اور جہاں پر کچھ اعتراض ہو سکتا ہے۔ اس کا جواب خود ہی تحریر فرما دیا۔ جو منصف مزاج آدمی کے لئے کافی ہے۔ اور بہت سے کلمات جن پر ارباب ظاہر نکتہ چینی کرتے ہیں۔ اولیائے کرام سے ظاہر ہوئے ہیں۔ وُہ بغیر تاویل کے درست نہیں ہوتے۔ پس جو تحویل ایسی باتوں کی کی جائے۔ وُہ غلبہ احوال یا الفاظ کی عدم مساعدت کی وجہ سے معانی مقصودہ یا امر آلہی یا اس کا اظہار آپ کے کلام میں بھی جاری ہے۔ اور شیخ عبدالحق محدث رحمتہ اللہ علیہ نے اگرچہ اوائل حال میں آپ کے بعض معارف پر اعتراضات لکھے ہیں۔ لیکن بعد میں اس بات سے باز آکر خواجہ باقی باللہ رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفہ خواجہ حسام الدینؒ کی خدمت میں لکھا ہے۔ کہ ان دِنوں فقیر کی صفائی میاں شیخ احمد سلمہ اللہ تعالےٰ کی خدمت سے متجاوز ہے۔ اور بشریت کا پردہ اور جبلیت کی اوٹ درمیان سے بالکل اُٹھ گئی ہے طریقہ کی رعایت۔ انصاف اور حکم عقل کے جو ایسے عزیزوں اور بزرگوں کے حق میں بد نہیں ہونا چاہیئے۔ ذوق و وجدان اور غلبہ کے طریق سے کوئی ایسی چیز باطن میں پڑی ہے۔ کہ زبان اس کی تقریر سے گنگ ہے۔ پاک ہے وُہ ذات جو دلوں کو پلٹا دیتی ہے اور احوال کو بدلا دیتی ہے۔ شائد ظاہر میں جان بوجھ کر دُور رہیں تو رہیں۔ مَیں تو نہیں جانتا کہ حال کیا ہے۔ اور کس طریق پر ہے۔ مَیں تو کہتا ہوں۔ کہ بشریت کا کوئی پردہ یا اوٹ بالکل باقی نہیں رہا۔ اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اعتراضات کا لکھنا نفسانیّت کی وجہ سے تھا۔ نہ کہ حق و انصاف کا اظہار۔ پس ان معترضوں کی یہ حالت ہے۔ جو بغیر تحقیق اور سوچے سمجھے اعتراضات کرتے ہیں۔ اگر آپ کے کلام کو انصاف کی نگاہ سے دیکھا جائے۔ تو کوئی اعتراض وارد ہو ہی نہیں سکتا۔ حضرت شیخ رحمتہ اللہ علیہ نے رسالہ اعتراضات کے آخر میں لکھا ہے۔ کہ بندہ آپ کے بارے میں عالم غیب کی طرف متوجہ تھا۔ کہ آپ کا ان معارف اور مقامات کو لکھنا

بے خودی اور استغراق کی صفت سے موصوف ہوتا ہے۔ تو اپنے تئیں واقعات میں مُردہ دیکھتا ہے۔ اور نسیان اور بے شعوری اس کے لازم حال ہوجاتی ہے۔ جن دنوں حضرت سید رضی اللہ عنہ کی توجہات سے مجھے فنائے قلبی حاصل ہوئی۔ اور دل سے تعلقات دُنیاوی قطع ہوگئے۔ تو واقعہ میں کیا دیکھتا ہوں۔ کہ میرا سرتن سے جُدا ہوگیا ہے۔ لیکن کلمہ طیبہ زبان پر جاری ہے۔ اور نیز میں نے دیکھا۔ کہ گویا میں مُردہ ہوں۔ اور لوگ میری تجہیز و تکفین کرکے جنازہ اُٹھا حضرت خواجہ قطب الدین رحمتہ اللہ علیہ کے مزار کی طرف دفن کرنے کیلئے لے چلے ہیں۔ اور میری رُوح بھی ان کے ہمراہ ہے۔ یہاں تک کہ جنازے کو قبر میں رکھ کر مٹی سے ڈھانپ دیا۔ اور میں دیوار پر بیٹھا ہوں۔ منکر نکیر اسی طریق کے موافق جیسا کہ حدیث میں مذکور ہے۔ زمین پر دانت مار کر قبر کے اندر آگئے۔ جس سے میری جان کو نعش سے علاقہ پیدا ہوگیا۔ وہ تو سوال وجواب کرکے چلے گئے۔ اور میں قبر میں بڑے آرام سے سو گیا۔ اور نیز دیکھا۔ کہ میں اس جہان سے گذر گیا ہوں۔ اور لوگ تجہیز و تکفین کے بعد جنازہ اُٹھانا چاہتے ہیں۔ کہ اتفاقاً جنازہ ہوا میں اُڑنے لگا۔ اور لوگ اس کے پیچھے پیچھے روانہ ہوئے۔ اور میری رُوح بھی ان کے ہمراہ ہے۔ اس وقت مجھے اپنی رباعی یاد آئی۔ **رباعی**

مظہر تشویش چشم و گوشے نشوی   سرمایۂ خوشی و خروشی نشوی
باید کہ بپائے خود روی تا سرِ گور   اے جوہر پاک بار دوشی نشوی

آپ فرماتے ہیں۔ کہ مجھے جناب امیر المومنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بدرجہ کمال محبت ہے۔ جو نسبت نقشبندیہ علیہ کا منشا ہیں اگر بشری تقاضے کے مطابق نسبت باطنی پر پردہ عارض ہوجاتا۔ تو مجھے خود بخود آنجناب کی طرف رجُوع پیدا ہوتا۔ اور آپ کی توجہ سے کدورت رفع ہوجاتی۔ ایک مرتبہ میں نے آپ کی مدح میں قصیدہ کہا۔ تو میرے حال پر عنائیت فرماکر از روئے تواضع اور فروتنی فرمایا۔ کہ ہم اس تعریف کے لائق نہیں ہیں۔

آپ فرماتے ہیں۔ کہ ہماری نسبت جناب امیر المومنین حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہٗ تک پہنچتی ہے۔ اور مجھے آپ کی جناب میں خاص نیاز ہے۔ عارضہ جسمانی کے وقوع کے موقعہ پر مجھے آنجناب کی طرف توجہ ہوتی ہے۔ جس سے مجھے شفا حاصل ہوجاتی۔ ایک مرتبہ میں نے ایک قصیدہ جس کا مطلع یہ ہے:۔

فروغ چشم آگاہی امیر المومنین حیدر   سر انگشت یداللہی امیر المومنین حیدر

کے نزدیک ہے۔

آپ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت سید کے پیر حضرت حافظ محمد محسن حضرت ایشاں محمد معصوم رحمتہ اللہ علیہم کی خدمت میں استفادہ کے لئے گئے۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ آپ کے بزرگ تو ہمارے بزرگوں کے منکر تھے۔ کیا آپ ہمارے انکار کے لئے آئے ہو یا اقرار کے لئے عرض کی۔ کہ انکار سے عذر خواہی کے لئے۔ پس آپ کی صحبت میں رہ کر کمال و تکمیل حاصل کی۔

ایک مرتبہ کا ذکر ہے۔ کہ حضرت شیخ محمد فرخ جو کثیر العمل عالم تھے۔ اور حضرت مجدد رضی اللہ عنہ کے پوتوں میں سے تھے۔ حج کے لئے گئے۔ سید محمد برزنجی نے جو حضرت مجدد صاحب کا سخت درجے کا مخالف تھا۔ چاہا۔ کہ مدینہ منورہ سے آپ کے ہمراہ مکہ شریف میں آئے آپ نے دُعا کی۔ کہ اے پروردگار میں عجمی ہوں اور وُہ عربی۔ اور یہ کہ حرم مبارک میں مجادلہ مناسب نہیں۔ اس کے شر کو مجھ سے ہٹائے رکھ۔ آپ کی دعا قبول ہوئی۔ چنانچہ وہ سخت بیمار ہو گیا۔ اور آپ رسُول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار مقدس کی زیارت سے مشرف ہو کر ہندوستان کی طرف لوٹے۔ اور کشتی میں سوار ہوئے۔ اتنے میں سیّد محمد برزنجی کو بھی صحت ہوئی۔ اور آپ کے تعاقب میں وُہ بھی کشتی پر سوار ہوا۔ کہ جہاز میں بیٹھ کر حضرت مجدد صاحب کے معارف کی نسبت مباحثہ کرونگا۔ آپ نے دُعا کی "اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْہِ بِمَا شِئْتَ"۔ اے پروردگار! جس طرح تو چاہتا ہے۔ اس کے شر کو مجھ سے دُور رکھ۔ چنانچہ وُہ کشتی سمندر میں ڈوب گئی۔ اور اولیا کے منکر نے اپنی سزا بھگتی۔

آپ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت شیخ عبدالاحد اپنے والد اور چچے سے استفادہ کر کے حضرتین کی نسبت کو برابر جانتے تھے۔ اور نسبت سعیدی اور معصومی میں فرق نہیں کرتے تھے۔ فرماتے تھے۔ کہ میری نگاہ میں دونو بزرگ برابر ہیں۔ جیسے امام تسبیح کے ساتھ کے دو دانے لیکن اللہ تعالےٰ نے ہمیں دونوں صاحبوں کی نسبتوں کا امتیاز عطا فرمایا ہے۔ کہ نسبت سعیدی میں اضمحلال اور بے خودی جو مقام خلّت کے لائق ہے بہت ہے۔ اور نسبت معصومی میں صفا اور لمعان جو مقام محبوبیت کے مناسب ہے۔ بے شمار۔ کمالات نبوت اور دُوسرے مقامات میں جو نسبت سعیدی میں ہیں۔ زیادہ قوت ہے۔ نسبت معصومی کی ولایات میں قوت زیادہ ہے۔ حضرت مجدّد کے مخصُوصہ مقامات سے ان دونو صاحبوں کے سوا اور کوئی مشرف نہیں ہوا۔

حق کی وجہ سے ہے یا محض سخن سازی ہے۔ تو اس آیت شریف کا القا باطن پر ہوا ؂ وَاِنۡ یَّكُ كَاذِبًا فَعَلَيۡهِ كَذِبُهٗ ؕ اور اگر جھوٹا ہوگا۔ تو اس کا وبال خود اس پر پڑے گا۔ اس سے ظاہر ہے۔ کہ اس آیت کا نزول فرعون اور فرعونیوں کے رفع اشتباہ۔ اور حقیقت موسیٰ علیہ السلام کے اثبات حقیقت کے لئے ہے۔ پس حضرت شیخ رحمتہ اللہ علیہ کا انکار سے باز آنا اور ان کے باطن شریف پر اس آیت کا القا ہونا رفع اعتراضات کی دلیل ہے۔

آپ فرماتے ہیں۔ کہ بادشاہ کی طرف سے آپ کو تکلیف پہنچنا آپ کی کمال متابعت کی دلیل ہے۔ مہتر یوسف علیہ السلام نے جیل میں اعتکاف کیا تھا۔ اور سید المرسلین علیہ افضل الصلوٰۃ محصب میں گوشہ نشین تھے۔ مخلصوں نے اعتراضات اور شبہات کی رفع میں کئی ایک رسالے لکھے ہیں۔ ان میں سے سب سے اچھا مرزا محمد بیگ بدخشی کا رسالہ ہے۔ جو مکہ شریف میں لکھا گیا۔ اور چاروں مذہبوں کے مفتیوں کی مہر سے پہنچا۔

آپ فرماتے ہیں۔ کہ فیض آلہی بے نہایت ہیں۔ ہر ایک ولی میں استعداد کے موافق ان کا ظہور ہوا۔ متاخرین کو حکمت بالغہ کے اقتضا کے موافق کمالات عنایت فرمائے۔ جو متقدمین میں سے کسی ایک سے بھی ایک کی فضیلت دوسرے سے بڑھ کر ہے۔ جن مقامات سے حضرت مجدد علیہ الرحمتہ ممتاز ہیں۔ آپ کے طریقہ کے بہت سے مستفید ان درجات اور حالات کو پہنچے ہیں۔ اور انہوں نے ان علوم اور کیفیات کا اقرار کیا ہے۔ جس سے اس مقام کی نسبت کوئی شک و شبہ نہیں رہا۔ کیونکہ متواتر خبر صدق و یقین کے لئے مفید ہوتی ہے۔ جو شخص ان مقامات پر نہیں پہنچا۔ وہ البتہ ان کو تسلیم نہیں کرتا۔ سو اپنی جہالت کی وجہ سے معذور ہے۔ خرق عادات کا ظاہر ہونا علو کمالات کی ضروری شرط نہیں۔ چنانچہ اصحاب کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم سے باوجود علو درجات کے کہ کوئی ولی ان کے مرتبے کو نہیں پہنچ سکتا۔ کسی قسم کا خوارق عادات۔ شوق۔ ذوق۔ جذبہ اور استغراق کی نسبتیں ظاہر نہ ہوئیں ایک شخص نے آنحضرت سے سوال کیا۔ کہ آپ کے نزدیک حضرت غوث الثقلین اور حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالےٰ عنہما میں سے کون افضل ہے۔ تو فرمایا۔ میرے دونو راہنما پیر ہیں۔ مجھ پر دو نور رحمت آلہی کے بادل کی طرح برستے ہیں۔ ان میں سے میری سیرابی کے لئے ایک بھی کافی ہے۔ مجھے یہ معلوم نہیں۔ کہ ان میں سے کونسا آسمان

آپ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت سیّد کے پیر حضرت شیخ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہما کی خانقاہ میں ہر روز چار سو درویش استفادہ کے لئے جمع ہوتے۔ ہر ایک کی فرمائش کے مُطابق کھانا پکایا جاتا۔ باوجُود اِسقدر نعمت میں ہونے کے سالک اعلیٰ مقامات کو پہنچتے تھے۔ کیونکہ اس طریقے کا دارومدار مرشد کی توجہ اور دُعا پر ہے۔ اس طریقے والے ایک شخص نے چاہا۔ کہ غذا کو کم کرے۔ اس کے پیر نے فرمایا۔ کہ طریقہ کے فیض حاصل کرنے کے لئے اَیسے اعمال کی کوئی ضرورت نہیں۔ کیونکہ ہمارے بزرگوں نے کام کی بنا وقوف قلبی اور مُرشد کی صحبت پر رکھی ہے۔ زہد اور مجاہدات شاقہ کا ثمرہ خرق عادات اور تصرفات ہیں۔ اور اصل مطلب ہمیشہ کے ذکر اور اللہ کی طرف توجہ رکھنے اور سنت کی پیروی سے حاصل ہوتا ہے۔ اور اسی سے انوار اور برکات حاصل ہوتی ہیں۔ ظاہر بین لوگ بیشک خرق عادات کو مدِ نظر رکھتے ہیں۔ لیکن خواص جو حقیقت سے آگاہ ہوتے ہیں۔ ان کی مراد دِلوں کا تصفیہ اور نسبت مع اللہ ہوتی ہے۔

آپ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت حافظ سعد اللہ کے پیر حضرت محمد صدیق رحمۃ اللہ علیہما حضرت غوث الثقلین رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی اولاد امجاد میں سے کسی ایک کی زیارت کے لئے گئے۔ وُہ اپنی صاحبزادگی اور ظاہری حشمت کی خود پسندی کے سبب آپ کی تعظیم کے لئے نہ اُٹھا۔ آپ کے اصحاب نے اس کی اس بے ادبی سے ناخوش ہو کر آپ کی خدمت میں عرض کی۔ تو اُس نے بڑی منت اور سماجت سے طریقہ نقشبندیہ آپ سے حاصل کیا اور نیک حالات کو پہنچ گیا۔ اس کے اقربا کو اس طریقہ کی طرف رجوُع کرنا ناپسند آیا۔ کہنے لگے۔ کہ اپنے آبائے کرام کا طریقہ چھوڑ کر دوسروں کا طریقہ کیوں اختیار کیا۔ اس نے کہا۔ اللہ تعالےٰ نہ قادری ہے۔ نہ چشتی۔ جہاں کہیں میں نے اپنا مقصد پایا۔ اس کے لینے کے لئے گیا۔

آپ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت محمد صدیق رحمۃ اللہ علیہ کا جنازہ سرہند شریف لیجا کر دفن کیا گیا۔ راہ میں اذان کے وقت اذان کا جواب آپ کے جنازے سے سُنا گیا۔

آپ فرماتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ ایک بے ادب عورت نے حضرت شیخ عبدالاحدؒ کی خدمت میں آکر بُرا بھلا کہا۔ جس کو سُنکر آپ نے صبر کیا۔ لیکن جب معلوم کیا۔ کہ غیرت الٰہی بدلہ لینے کے درپے ہے۔ تو حاضرین میں سے ایک کو فرمایا۔ کہ اس بے ادب

آپ فرماتے ہیں۔ کہ شروع میں جب میں طالبوں کو توبہ کی تلقین کرتا تھا۔ تو توبہ نصوحی کی بڑی تاکید کرتا تھا۔ ایک رات اپنے پیر حضرت شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خواب میں دیکھا۔ کہ میرے حال پر بہت سی عنائتیں مبذول فرمائیں۔ وہاں پر ایک قوالی بھی آگیا۔ جس پر آپ کی توجہ سے عجب حالت طاری ہوئی۔ چنانچہ اس نے اُٹھ کر ساری بانسریاں توڑ دیں۔ اور غیر شرع باتوں سے توبہ کی۔

آپ نے فرمایا۔ کہ توبہ کا طریقہ یہ ہے۔ یعنی جب نسبت باطنی طالب پر غالب آتی ہے تو خود بخود اپنے کام میں لگ جاتا ہے۔ اس روز سے میں توبہ کے تعرض سے در گذرا۔ کہ معمولی توبہ کافی ہے۔ اور نصوحی توبہ وقت خاص پر حاصل ہوتی ہے۔

آپ فرماتے ہیں۔ کہ بعض داناؤں نے مجھ سے پوچھا۔ کہ آپ نے طریقہ نقشبندیہ میں دوسرے طریقوں کی نسبت کیا زیادتی دیکھی۔ جو اسے اختیار فرمایا۔ میں نے کہا۔ کہ یہ طریقہ کتاب و سنت کے مطابق ہے جس کا ثبوت قطعی ہے۔ اور جو قطعی پر منطبق ہو۔ وُہ ہمیشگی سے بھی قطعی ہے۔ اس طریقہ کے اشغال سے سنت کی پیروی کی توفیق حاصل ہوتی ہے۔ اور شریعت کی متابعت سے اس طریقہ کے انوار کو ترقی ہوتی ہے۔ اسی طرح ایک مرتبہ شیطان نے ملائے خشک کی صورت بنکر مجھ سے پوچھا۔ کہ تمہاری طبیعت پر عشق کی شورش غالب ہے۔ اور طبیعت عاشقانہ اشعار کی طرف مائل۔ تو پھر کیوں ایسا بےکیفیت طریقہ اختیار کیا۔ جس میں سماع کو دخل نہیں۔ اور نہ ہی جہر آواز سے سروکار ہے۔ میں نے کہا کہ عقیدت اور محبت اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ کی خواہش سے ہے۔ اس نے کہا۔ اس صورت میں تو مجبوری ہے۔ مجھے اس کے بے پرواہانہ سوال سے غصہ آیا۔ دل میں تو آئی۔ کہ اسکی ڈاڑھی پکڑ کر دو لگاؤں۔ لیکن دفعتاً وُہ نظر سے غائب ہو گیا۔

آپ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت سید کے پیر حضرت شیخ سیف الدین رحمتہ اللہ علیہما تہجد کے لئے اُٹھے۔ کہ بانسری کی آواز سُنی۔ بے تاب ہو کر گر پڑے۔ جس سے دست مبارک میں چوٹ آگئی۔ تو فرمایا۔ کہ لوگ ہمیں بے درد کہتے ہیں۔ بے درد تو وُہ خود ہیں۔ جو سماع کی تاثیر پر صبر کرتے ہیں۔ اس طریقے کا ایک بزرگ راستہ چل رہا تھا۔ کہ سماع کی آواز سُنی۔ اس کی تاب نہ لا کر بیٹھ گیا۔ اور شورش کو ضبط کیا۔ گرمی کی تیزی سے سر کی کھوپری پھٹ گئی۔ اس نے کہا سماع مہلک ہے۔ اسی واسطے حرام قرار دیا گیا ہے۔

شعر خاکسارانِ جہاں را بحقارت منگر توچہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

آپ فرماتے ہیں۔ کہ ہر کسی کا منکر نہیں ہونا چاہیئے۔ کیونکہ ان صُورتوں میں حقیقی مُعانی جلوہ گر ہیں۔

آپ فرماتے ہیں۔ کہ نواب مکرم خان رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت ایشاں محمد معصُوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کمالات باطنی کا استفادہ کیا۔ عالمگیر بادشاہ نے آپ سے پُوچھا کہ تمہاری عمر کتنی ہے۔ فرمایا۔ کہ چار سال۔ جس قدر میں نے اپنے پیر کی خدمت میں بسر کی ہے۔ عمر وُہی ہے۔ باقی وبال آخرت ہے:۔ شعر

اوقات ہماں بود کہ با یار بسر رفت باقی ہمہ بے حاصلی و بیخبری بود

آپ فرماتے ہیں۔ کہ نواب مکرم خان کا طعام بہت پُر تکلف ہوتا۔ اسراف حد کو پہنچ چکا تھا۔ لیکن حضرت سید رضی اللہ تعالےٰ عنہ باوجود اس قدر احتیاط اور کمال تقوےٰ کے کبھی کبھی ان کا طعام کھا ہی لیتے تھے۔ اور فرماتے تھے۔ کہ ان کے طعام سے اس قدر باطنی نور بڑھتا ہے۔ کہ گویا ہم نے کھانا کھایا ہی نہیں۔ حضرت ایشاں محمد معصُوم کی محبّت کے غلبہ سے دوگانہ نماز ادا کی گئی۔ اور انوار نسبت کے ظہور سے ان کی تمام چیزیں نور ہوگئیں۔ مثنوی شعر

از محبّت مسّہا زریں شود از محبت تلخہا شیریں شود

از محبّت سرکہا مل میشود از محبّت خارہا گل می شود

آپ فرماتے ہیں۔ کہ مَیں نے اپنے پیر کی طرف لکھا۔ کہ آپ کی محبّت خدا اور رسُول کی محبّت پر غالب ہے۔ جس سے مجھے کچھ لجاجت سی آتی ہے۔ جواب میں لکھا۔ کہ پیر کی محبّت عین خدا اور رسُول کی محبّت ہے۔ اور کمالات آلہیہ کا جذب جو پیر کے باطن میں ثابت ہوتا ہے۔ اس کا سبب ہوتا ہے:۔ شعر

چوں دیدۂ عقل آمد احوال معبُودِ تو سر تست اوّل

آپ فرماتے ہیں۔ کہ نواب مکرم خان کے انتقال کے وقت خواجہ احرار کا کلاہ آپکے سر پر رکھا گیا۔ تو نور فراست سے تاڑ کر آنکھیں کھولیں اور فرمایا۔ کہ میرے پیر کا کلاہ بطور تبرّک لاؤ۔ کیونکہ انہیں کی ذات بارگاہ آلہی میں میرا وسیلہ ہے۔

آپ فرماتے ہیں۔ کہ قدیمی نقشبندیوں اور احمدیہ نسبت کے انوار میں فرق ہے۔

دھیڑ مارو۔ اس نے توقف کیا۔ اچانک وُہ عورت گر کر مر گئی۔ آپ نے جس کو حکم دیا تھا۔ جھڑک کر فرمایا۔ کہ اس کا خون تیری گردن پر ہے۔ اگر تو ہمارے حکم کو بجا لاتا۔ تو اس بے ادب کی جان تو نہ جاتی۔ حضرت ایشاں رضی اللہ عنہ نے اس نقل کے بعد فرمایا کہ شیخ کے حکم کو بغیر تامل اور پس و پیش بجالانا چاہیئے۔ کیونکہ اس کے ضمن میں بہت سی پوشیدہ حکمتیں ہوتی ہیں +

آپ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت شیخ عبدالاحد رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفہ شاہ گلشن ؒ کمال زہد اور ریاضت سے موصُوف تھے۔ یہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ آپ حضرت جنید رحمتہ اللہ علیہ کی خانقاہ کے سالکوں کی جائے رشک ہیں۔ شاہ گلشن فرماتے ہیں۔ کہ مجھے دو تین دن کے بعد کھانے کی خواہش ہوتی ہے۔ سخت بھُوک کے وقت آپ درختوں کے پتّے یا تربوز یا خربوزے کے چھلکے جو کچھ ملتا پانی سے صاف کر کے کھاتے۔ ایک پُرانی گودڑی تھی۔ جو تیس سال سے زیادہ تک آپ کے دوش مبارک پر رہی۔ ایک مرتبہ روزہ افطار کرتے وقت سخت گرمی کے وقت حوض کا پانی طلب کیا۔ تو کسی نے عرض کی۔ کہ یہاں پر ایک کنواں ہے۔ جس کا پانی میٹھا اور سرد ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ ہم تو کئی سال سے اس مسجد میں رہتے ہیں۔ ہم نے تو کبھی دیکھا نہیں۔ پیاس کے وقت اسی حوض کا پانی پی لیا جاتا ہے +

ایک مرتبہ ایک شخص نے دیناروں کی تھیلی بطور ہدیہ بھیجی۔ تو آپ فوراً اُٹھ کھڑے ہُوئے۔ کہ ہم پر حج فرض ہو گیا ہے۔ ابھی ایک گھڑی نہ گذرنے پائی تھی۔ کہ واپس آکر فرمایا۔ کہ ایک سائل نے سوال کیا تھا۔ وُہ تھیلی اُسے دیدی۔ اور حج میرے ذمے نہ رہا ایک مرتبہ آپ نے چاہا۔ کہ زکوٰۃ دیں۔ کیونکہ ہر ایک فرض کے ادا کرنے میں قرب آلہی زیادہ ہوتا ہے۔ جس وقت زکوٰۃ کا نصاب اکٹھا ہو گیا۔ تو نصاب بمعہ زکوٰۃ راہ خدا میں دیدیا۔ کیونکہ جب مقصُود حاصل ہو گیا۔ تو نصاب کس کام کا۔ اِس واسطے کہ فقر ارکا خزانہ اللہ تعالیٰ ہے +

آپ فرماتے ہیں۔ کہ مداری فقیروں کے ایک گروہ نے رقص وغیرہ شروع کیا۔ اہل تماشہ میں سے ایک کے دل میں خیال آیا۔ کہ ہو نہ ہو۔ ان بد بختوں میں سے کوئی تو اہل کمال ہوگا۔ ایک نے ان میں سے پاس آکر کہا +

حضرت خواجہ قطب الدین کو آپ کے مشہود میں استغراق بہت ہے حضرت خواجہ شمس الدین کو ماسوا کی طرف ہرگز توجہ نہیں۔ راقم کتاب بیان کرتا ہے۔ کہ پانی پت سے چلتے وقت بڑے ادب کے ساتھ حضرت شمس الدین ترک کی زیارت کے لئے گیا۔ میرے حال پر عنایت فرمائی۔ اور باوجود ترک ماسوا کے مجھ پر عنائیت کی۔ آپ کی توجہ اور کیفیات سے میرا دل ایسا محظوظ ہوا۔ کہ دہلی تک اس عنائیت کا اثر اپنے آپ میں پاتا تھا۔ اور کئی دن تک اسی حالات میں سرشار رہا +

آپ فرماتے ہیں۔ کہ ان بزرگوں کی نسبت کی قوت اور عرض اس درجے کا ہے۔ کہ زبان اس کو بیان نہیں کرسکتی۔ بلکہ ان عزیزوں کی باطنی نسبتوں اور صوفیائے قدما کی نسبتوں کے مقابلہ میں ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ ہم کو ان میں سے کچھ حصہ حاصل نہیں۔ ایک روز آپ نے معہ اپنے اصحاب کے حضرت خواجہ نقشبند رحمتہ اللہ علیہ کی رُوح پاک کی طرف توجہ کی اور بعد ازاں فرمایا۔ سُبحان اللہ! حضرت خواجہ سے نسبت قوی کا عجیب جذبہ ظاہر ہُوا۔ کیوں نہ ہو۔ خواجہ صاحب اس خاندان کے بزرگ ہیں۔ راقم کتاب کا بیان ہے۔ کہ بندہ اس وقت شرف حضور سے مشرف تھا۔ حضرت خواجہ صاحب کی طرف سے ایسی نسبت وقوع میں آئی کہ گویا ہمارے سینے خالی تھے۔ اور اس وقت انوار اور کیفیتوں سے پُر ہوگئے۔ جس وقت مراقبہ سے سر اُٹھائے تو حضرت خواجہ صاحب کی توجہ نہ رہی۔ اور جو دل انوار سے معمور تھے گویا وُہ خالی اور بے نور ہیں۔ یہ انوار اور کیفیتیں ہمارے باطنوں پر حقیقت کے وسط اسماء کے آفتاب کا پرتو ہیں +

آپ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے پانی پت میں امام بدرالدین رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پر مراقبہ کیا۔ تو جس قدر توجہ اور غور کی۔ نسبت کا کوئی اثر ظاہر نہ ہُوا۔ بہت دیر بعد دفعتہً آپ کی نسبت نہائیت لطافت میں ظاہر ہوئی۔ معلوم ہُوا۔ کہ آپ کا سلوک صُوفیا کے مقررہ طریقے کے موافق نہیں۔ راہ خدا میں بذریعہ شہادت پہنچے ہیں۔ دفعتہً مراتب قرب میں بطریق اصطفا فائز ہُوئے ہیں۔ ان شہیدوں کی بھی یہی حالت ہے۔ جنہوں نے دفعتہً راہ خدا میں جان قربان کی ہے۔ ان کو جذبات الٰہی دفعتہً مقامات قرب پر فائز کردیتے ہیں +

آپ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث رحمتہ اللہ علیہ نے نیا طریقہ بیان کیا ہے۔ اور اسرار معرفت اور غوامض علوم کی تحقیق میں خاص طرز کو اختیار کیا ہے۔ باوجود

اور کیفیتوں میں بھی مختلف ہیں۔ اور یہ کہ جو توجہ پیر اپنے مستفید کے حال پر کرتا ہے۔ وُہ پیر کے پیروں کی نسبت کم ظاہر ہوتی ہے۔ کیونکہ یہاں پر بدلوں کے قرب کے سبب معیت قوی متحقق ہے۔

آپ فرماتے ہیں۔ کہ ایک روز حضرت شیخ حضرت سید و نواب مکرم خان رحمتہ اللہ علیہما کے مزار کی زیارت کے لئے گئے۔ جو دونو ایک ہی جگہ واقعہ ہیں۔ دونوں مزاروں پر توجہ کرنے کے بعد فرمایا۔ کہ دونو بزرگوں کی نسبت تو یکساں ہے۔ لیکن حضرت سید کے مزار کی نسبت فقر و ورع نورانیت اور چمک میں ممتاز ہیں۔

آپ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت شیخ عبدالاحد رحمتہ اللہ علیہ سے دو آدمیوں نے طریقہ حاصل کیا۔ ایک نے طریقہ قادری اور دُوسرے نے طریقہ نقشبندیہ۔ انہوں نے فرمایا۔ کہ حضرت غوث الاعظم کی روح مبارک تشریف لا کر اپنے خاندان کے مُرید کی مثالی صُورت کو ہمراہ لے گئی۔ اور حضرت خواجہ نقشبند تشریف فرما ہو کر اپنے طریقہ کے معتقد کی صُورت مثالی کو ہمراہ لے گئے۔

آپ فرماتے ہیں۔ کہ جناب آلہٰی میں وسیلہ بننے کے لئے ہر ایک شیخ طریقہ بمنزلہ حبل المتین ہے۔ کیونکہ ان میں سے ہر ایک مراتب قرب پر پہنچا رہتا ہے۔ اگر مستفید نے فیض حاصل کر لیا۔ تو زہے سعادت۔ وُہ بھی ان میں سے ایک ہو گیا۔ نہیں اس خوشخبری میں جس کے لئے وُہ بزرگ ممتاز ہیں۔ شریک ہو گیا۔ اور ان بزرگوں کی عنایت اس کی شامل حال رہی۔

آپ فرماتے ہیں۔ کہ غوث الثقلین کی توجہ آپ کے طریقہ علیہ کے متوسلوں کیطرف زیادہ معلوم ہوتی ہے۔ چنانچہ ہمیں کوئی شخص آپ کے طریقے کا ایسا نہیں ملا۔ جسکے حال پر جناب کی توجہ مبذول نہ ہو۔ اسی طرح حضرت خواجہ نقشبند کی عنایت آپ کے معتقدوں پر مصروف ہے۔ مغل لوگ جنگل میں سوتے وقت اپنے اسباب اور گھوڑوں کو حضرت خواجہ کی حمایت کے سپرد کرتے ہیں۔ اور غیبی مدد ان کے ہمراہ ہوتی ہے۔ اس بارے میں بہت سی حکایتیں ہیں۔ جو بخوف طوالت درج نہیں کی گئیں۔

آپ فرماتے ہیں۔ کہ سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء رحمتہ اللہ علیہ اپنے مزار کے زائروں کی حالت پر بہت عنایت فرماتے ہیں۔ اسی طرح شیخ جلال پانی پتی توجہ فرماتے ہیں

کافروں کے شر سے محفوظ رہا۔ آپ فرشتوں اور ارواح طیّبہ کو اکثر اوقات اور انوار باطن کو عمُوماً سر کی آنکھوں سے دیکھتے تھے۔ ایک مرتبہ مَیں آپ کی خدمت میں حاضر تھا۔ آپ نے پُوچھا۔ کہ یہ کون ہیں۔ جو یہاں آئے ہیں۔ مَیں نے عرض کی۔ کہ یہاں تو کوئی نہیں۔ آپ نے فرمایا۔ شاید تمہیں دکھائی نہیں دیتا۔ سچ ہے ہر شخص کو مغیبات کی کشف حاصل نہیں ہوتی۔ اور عوالم غیب کا دیکھنا طریقہ کی ضروری شرط بھی نہیں۔ یہاں تو اللہ تعالےٰ کی طرف ہمیشہ توجہ رکھنا اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنا درکار ہے۔

آپ فرماتے ہیں۔ کہ ہمارے اعمال کی امید ہی یہ ہے۔ کہ غیر کی طرف سے توجہ ہٹا کر مبدا فیاض کی طرف لگائی۔ اور مشائخ کرام رحمتہ اللہ علیہم کی محبّت دل میں پیدا کرنا ہے۔

آپ فرماتے ہیں۔ کہ ہر عمل میں ایک خاص ہی کیفیت ہوتی ہے۔ اور تمام کیفیتیں نماز میں ہیں۔ جس میں تلاوت۔ تسبیح۔ درود اور استغفار وغیرہ تمام اذکار کے انوار پائے جاتے ہیں۔ اور صحیح اور اصلی احوال جو احوال قرن سے مشابہ ہوتے ہیں۔ نماز ہی سے حاصل ہوتے ہیں۔ بشرطیکہ نماز کے آداب کما حقہٗ بجا لائے جائیں۔ راقم کتاب نے عرض کی۔ کہ چونکہ نماز مومن کا معراج ہے۔ اس لئے اُسے نماز کی حالت میں عرُوج حاصل ہوتا ہے۔ اور لطائف کو انوار فوق سے حظ حاصل ہوتا ہے۔ لیکن ارکان کا معتدل رکھنا اور عاجزی کرنا۔ گڑگڑانا ضروری ہے۔

آپ فرماتے ہیں۔ کہ قرآن مجید کی تلاوت سے باطن کی صفائی حاصل ہوتی ہے۔ اور قلبی قبض رفع ہوتی ہے۔ حروف کو اچھی طرح خوش الحانی سے ادا کرنا چاہیئے۔ اور آواز نہ دھیمی ہو نہ بلند۔ بلکہ میانہ ہو۔ قرآن مجید کی تلاوت کرتے وقت ذوق حاصل ہوتا ہے۔

آپ فرماتے ہیں۔ کہ ماہ رمضان المبارک میں نسبت باطنی میں بہت کچھ ترقی ہوتی ہے روزے کے وقت چغلی اور جھُوٹ سے احتیاط لازم ہے۔ نہیں تو روزہ محض فاقہ کشی ہوگی۔ اس بات کی کوشش کرنی چاہیئے۔ کہ اس مہینے کی رضامندی اور روزے کے حقوق کی ادائیگی حاصل ہو۔

آپ فرماتے ہیں۔ کسی بزرگ نے اس مہینے کو کسی پارسا کی صُورت میں دیکھ کر پوچھا کیا تم روزہ داروں سے خوش جاتے ہو۔ اس نے کہا۔ روزے کے حق کو ضایع کرکے انہوں نے مجھے ناراض کیا ہے۔ حجتہ اللہ نقشبند رحمتہ اللہ علیہ جو مرض کے عذر کی وجہ سے

ان کمالات اور علوم کے آپ عالم ربانی ہیں۔ محقق صوفیوں میں جو علوم ظاہری اور باطنی میں ماہر ہیں اور نئے علوم کو بیان کیا ہے۔ آپ جیسے چند ہی شخص گذرے ہونگے۔

آپ فرماتے ہیں۔ کہ ہم اولیار کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں۔ اوروں سے ملاقات ہوتی ہے۔ لیکن اللہ تعالٰے کی یہ مرضی نہیں۔ کہ ہم انہیں ظاہر کریں۔ نادر شاہ کے لشکر کے قطب سے ملاقات ہوئی تھی۔ کسی معاملہ میں لاہور کے قاضی کی مہر چاہیئے تھی۔ ہم نے اسے کہا۔ تو وُہ ایک پہر کے اندر کاغذ پر قاضی کی مہر لگوا کر لے آیا۔ اور کہا۔ کہ قاضی صاحب کام میں مشغول تھے۔ ورنہ میں گھڑی بھر میں آجا سکتا تھا۔ ایک مرتبہ میری لڑکی کے نکاح کے لئے روپیہ درکار تھا اس نے آدھی رات کو قلعے میں جاکر محمد شاہ بادشاہ کے سرہانے تلے سے جو ہر روز ہزار روپے کی تھیلی مسکینوں کو بانٹنے کے لئے رکھا کرتا تھا۔ نکال لی۔ بادشاہ کو اطلاع ہوگئی۔ وُہ سمجھا کہ شائد کوئی چور ہے۔ اس نے کہا میں وُہی ہوں۔ جس کے وسیلے سے تمہاری جان بچی ہے۔ بادشاہ نے کہا کچھ اور روپیہ منگاؤں۔ اس نے کہا اسی قدر کافی ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔ کہ وُہ شخص پوشیدہ طور پر آکر حلقہ میں بیٹھا کرتا۔ کوئی شخص اس کو نہیں جانتا تھا شہرت اولیائے عشرت کے لئے لازم ہے۔ تاکہ لوگ فائدہ اُٹھائیں۔ جو اولیائے عزلت ہیں۔ اُن کو پوشیدہ رہنا ضروری ہے۔ تاکہ بھید ظاہر نہ ہو جائے۔

ایک مرتبہ ایک تنادر جوان تیر کمان ہاتھ میں لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے اس کی تعظیم کے لئے اُٹھ کر فرمایا۔ تم ہی ہو وُہی۔ وُہ دیر تک بیٹھ کر چلا گیا۔ پھر فرمایا۔ کہ یہ جوان ابدال میں سے ہے۔ اور شہر سنبھل کی حفاظت اس کے ذمے ہے ہمارے دیکھنے کے لئے وہاں سے یہاں تک ایک قدم میں آیا۔

ایک روز آپ نے فرمایا۔ کہ شہر دہلی کا قطب ایک کشمیری مرد ہے۔ جو فلاں محلہ میں رہتا ہے۔ محمد احسان نے عرض کی۔ کہ مجھے اس کا پتہ نشان آپ بتلائیں۔ فرمایا۔ کیا تم چاہتے ہو کہ بھید کو ظاہر کروں۔

ایک مرتبہ ایک عزیز سپاہیانہ لباس میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ پوچھا۔ کہ کہاں سے آنا ہوا۔ اُس نے عرض کی۔ اس وقت اجمیر سے آرہا ہوں۔ اور اس خدمت پر مامور ہوں۔ کہ آپ اپنے اصحاب کو نجیب خان کی نگہبانی کے لئے سورۂ اخلاص پڑھنے کا حکم دیں۔ پس عزیزوں نے اسی کے حکم کے مطابق سورۂ اخلاص کا ورد کیا۔ اور نجیب خان

رمضان رہا۔ اگرچہ روزہ خواہ سال کے کسی حصّہ میں رکھا جائے۔ اس سے صفائی حاصل ہوتی ہے۔ اور اس وعدے "انا اجزی بہ" کی برکتوں سے خالی نہیں۔ لیکن پھر بھی ماہ رمضان کے روزوں کی سی کیفیت اس میں نہیں ہوتی۔

راقم کتاب کا بیان ہے۔ کہ حدیث شریف میں "الصوم لی وانا اجزی بہ" آیا ہے بعض کے نزدیک اجزی بصیغہ مجہول ثابت ہے۔ اس صورت میں روزے کو رویت میں پورا دخل ہوا۔ فطوبی للصائمین۔

فصل پانزدہم در ذکر مکشوفات و بعضے از کرامات حضرت ایشان

اللہ تعالےٰ نے آپ کو محض اپنے فضل وکرم سے مقامات آلہیہ کی ایسی صحیح کشف عنایت فرمائی تھی۔ کہ آنحضرت کے معلومات عین نفس الامر کے مطابق ہُوا کرتے تھے۔

آپ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت شیخ ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ کہ تمہاری وجدانیات اور معلومات بالکل صحیح ہیں۔ اور یہ کہ ان میں بال بھر فرق نہیں۔ اسی واسطے آپ کے اصحاب کو اگر کوئی کشف ہوتی۔ تو مقامات میں عین بعین دیکھتے۔ نہیں تو حالات کے ہر مقام میں اسی مقام کے مناسب جیسا کہ حضرت مجدّد رضی اللہ عنہ نے بیان فرمائے ہیں۔ اپنے باطن میں معلوم کرتے۔

آپ فرماتے ہیں۔ کہ میرا اور میرے پیروں کا کشف یا وجدان ہمیشہ مطابق ہوتا۔ مگر ایک دفعہ میں چُوک گیا۔ وہ اس طرح پر کہ حضرت شیخ نے تو ایک بزرگ کے بارے میں فرمایا کہ وُہ تمہارے سبب کمالات کو پہنچا ہے۔ لیکن میں نے اس کے خلاف عرض کیا۔ آپ نے فرمایا۔ نہیں یہ تمہاری دید کی غلطی ہے۔ جو کچھ ہم نے فرمایا ہے بالکل ٹھیک ہے۔ لیکن چند روز بعد میرے حال پر عنایت فرما کر ارشاد فرمایا۔ کہ نہیں ہم سے غلطی ہوئی۔ تیری دید بالکل ٹھیک تھی۔

آپ فرماتے ہیں۔ کہ میں مقامات کی بابت خوشخبری کے بیان کرنے میں بہت سوچ بچار سے کام لیا کرتا تھا۔ تاوقتیکہ اس مقام کے انوار سالک کے باطن میں صاف طور پر نہ دیکھ لیتا لیکن پھر بھی الہام کا متوقع ہوتا۔ اگر الہام بھی ہو جاتا۔ تو پھر اس کے حالات کا تغیر دریافت

روزہ نہیں رکھ سکتے تھے۔ مگر دل میں گھسیانے ضرور ہوتے تھے۔ لوگوں کے روزے کی نسبت ان کا گھسیانا مجھے پسند ہے۔

آپ فرماتے ہیں۔ اس مبارک مہینے کے انوار و برکات شعبان کے غرہ ہی سے ظاہر ہونے شروع ہوتے ہیں۔ گویا اس مہینے کے فیوض کا چاند طلوع ہوتا ہے۔ اور جب شعبان نصف گذر جاتا ہے۔ تو ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ وُہ ہلال بدر ہو گیا ہے۔ اور اس ماہ مبارک کے انوار سے جہان منور ہو گیا ہے۔ اس مہینے کے غرہ سے تو ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ فیوض آلہی کا آفتاب بادلوں کے حجاب سے نکل آیا ہے۔ اسی واسطے ماہ رمضان میں بزرگ ہر طرف سے جمع ہو جاتے۔ اور رنگا رنگ کی عجیب مجلسیں اور صحبتیں ہوتیں۔ اور تراویح کے وقت قرآن مجید سُنتے ہوئے عجیب حالات وارد ہوتے تھے۔ کبھی تراویح کے بعد معہ اصحاب مراقبہ کرتے۔ اور نیک احوال حاصل ہوتے۔ اور جس رات لیلۃ القدر کا احتمال ہوتا فرماتے۔ کہ آج رات برکتیں بہت فائض ہیں۔ اور بہت سی تجلیات ظاہر ہوتی ہیں۔ ایسی رات آپ بہت سی دُعائیں پڑھا کرتے۔ ان حالات کی کیفیتیں تحریر میں نہیں آسکتیں۔

آپ فرماتے ہیں۔ کہ شب قدر بدل کر آتی ہے۔ ستائیسویں تاریخ مقرر نہیں ہے۔ البتہ اس رات میں دُعا اور نماز کی کثرت کے سبب کہ لوگوں میں اس رات جاگنا معمول ہے۔ بہت سی برکتیں پائی جاتی ہیں۔ اور کبھی اس تاریخ کو بھی شب قدر ہو جاتی ہے۔

آپ فرماتے ہیں۔ کہ ان ایام کی جمعیت اور حضور سارے سال کا ذخیرہ ہوتا ہے اور یہ تجربہ ہے۔ کہ اگر اس مہینے میں کسی قسم کا قصور یا فتور ہو جائے۔ تو سارا سال اس کا اثر باقی رہتا ہے۔ اپنے اُستاد صاحب کی زبانی مَیں نے سُنا۔ کہ اگر اس مہینے کو جمعیت اور طاعت سے گذارا جائے۔ تو سارا سال نیک توفیق اور جمعیت محفوظ رکھتی ہے۔

آپ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ ہر سال ماہ رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کیا کرتے۔ اور جو لوگ اجازت طریقہ کے مقامات کو پہنچ جاتے۔ اُن کو ان دنوں خرقہ تبرک عطا ہوتا تھا۔ اور انہیں اس بات کی بڑی تاکید کیا کرتے تھے۔ کہ ان دنوں حلقہ مراقبہ میں ضرور حاضر ہوا کریں۔ تاکہ باطنی ترقیوں سے بہرہ یاب ہوں۔ ماہ رمضان المبارک کے گذر جانے کے بعد فرمایا کرتے تھے۔ کہ روزوں کی برکتوں سے عزیزوں کی نسبتوں میں بہت سے انوار اور لمعان آ گئے ہیں۔ افسوس کہ سارا سال کیوں نہ ماہ

شاہ عبد الحفیظ جو حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے مقامات عالیہ کو پہنچے فرماتے ہیں۔ کہ میں نے آنحضرت کی خدمت سے استفادہ کیا۔ مجھے فرمایا۔ کہ تمہیں قوت کے حاصل ہونے کے لئے ہم پھر ہر مقام میں توجہ کرتے ہیں۔ تھوڑی دیر تک ولائیت قلبی کی توجہ دی میں نے آزمائش کے طور پر اس مقام کو چھوڑ کر دوسرے مقام کی توجہ کی۔ آپ نے جھڑک کر فرمایا کہ ہم نے کہا ہے۔ کہ دل کی طرف متوجہ رہ۔ تو کیوں ایک مقام کو چھوڑ کر دوسرے کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ اس روز سے مجھے یقین ہوگیا۔ کہ آنجناب کا کشف بالکل صحیح ہے۔

احمد خان زبیری کے خلیفہ شاہ معز الدین اپنے پیر کے فرمان سے مقامات کی تصحیح کیلئے آپ کی خدمت میں آئے۔ توجہ کے بعد فرمایا۔ کہ تمہاری نسبت ان مقامات پر پہنچ چکی ہے اور تیرے پیر نے یہ بشارت دی ہے۔ اس نے بھی آپ کی کشف کی صحت کا اقرار کیا۔

میر بہادر جس نے حضرت شیخ سے مقامات طریقہ حاصل کئے تھے۔ آپ سے بھی استفادہ کرتا تھا۔ وہ بیان کرتا ہے۔ کہ میں نے آزمائش کے لئے آپ کے حضور میں ایک مقام کی توجہ چھوڑ کر دوسرے مقام پر کی۔ تو آپ نے منع فرمایا۔ کہ ہمت کی توجہ کو پراگندہ نہ کرو۔ اور اسی مقام میں توجہ رکھ۔ تجھے مقام سافلہ سے مناسبت ہے۔ لیکن پھر بھی ترقی کی ہمت کرنی چاہیئے۔

شیخ محمد احسان حضرت سید کے پیر حضرت حافظ محمد محسن کے مزار پر مراقبہ کئے ہوئے تھے۔ کہ بے اختیار زبان سے نکلا۔ کہ آپ حضرت مرزا صاحب کی بشارات کی صحت کے بارے میں کیا فرماتے ہیں۔ آنجناب نے مزار سے نکلکر فرمایا۔ کہ بالکل صحیح ہیں۔ آپ کی کشف کی صحت پر اس قسم کی شہادتیں بہت ہیں۔ آپ کی بشارات کی صحت پر قوی دلیل ہر مقام میں سالک کے حالات کا تغیّر ہے۔ جو امام الطریقہ مجدّد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرمان کے مُطابق ہے۔ اور جن سے آپ کے اصحاب ممتاز ہیں۔ اور اپنے باطن میں کیفیات دیکھتے ہیں۔ اسی طرح کشف کونی۔ کشف قلوب اور کشف قبور کے بارے میں جو کچھ آپ بیان فرماتے تھے۔ وُہ واقعہ کے مطابق ہوتا تھا۔

محمد قاسم کے بھائی نے آپ کی خدمت میں عرض کی۔ کہ محمد قاسم عظیم آباد میں قید ہے آپ اس کی رہائی کے لئے توجہ فرمائیں۔ آپ نے تھوڑی دیر سکوت کر کے فرمایا۔ ابھی تک قید نہیں ہوا۔ والوں سے اس کا کچھ تنازعہ ہوا تھا۔ لیکن خیر گذری ہے۔ اس نے

کرتا۔ اگر وہ تغیر الہام کے موافق ہوتا۔ تو میں اس مقام کی خوشخبری دیتا۔ کہ تمہیں اس مقام سے مناسبت حاصل ہوئی ہے۔ نہ یہ کہ نسبت باطنی اولیائے متقدمین کی سی حاصل ہوئی ہے تاکہ مساوات لازم آئے۔ اگر تو ہمیشہ ذکر اور مراقبہ کرے گا۔ اور قضائے الٰہی پر راضی ہو گا تو اس مقام کی فتوحات سے فائدہ اُٹھائیگا۔ مستفیدوں نے غیر کی طرف سے توجہ ہٹا کر اللہ تعالیٰ کی طرف دھیان لگا کر مُرشدوں کی صُحبتوں سے ذوق اور کیفیتیں حاصل کر کے خلوتوں میں بیٹھ کر اپنے اوقات کو وظائف اور عباداتوں سے بسر کر کے مقامات آلہیہ میں ترقی کی ہے۔ اگر مبدا ر فیاض میں تجلی نہیں ہے۔ تو یہ قصور سالکوں کی ہمّت کا ہے مصنّف کتاب نے عرض کی۔ کہ پہلے بزرگ مجاہدے تفصیل مقامات اور سلوک سے ولائیت کی راہ کو پہنچے ہیں۔ اور ان کا سلوک کئی سالوں میں ریاضت شاقہ سے انتہا کو پہنچا ہے۔ اور ان کے قوی حالات اور آثار ولائیت بخوبی ظاہر ہوئے ہیں۔ اور اس طریقہ میں مرشد کی توجہ اور قوت جاذبہ سے مجملاً مقامات سے مناسبت حاصل ہوتی ہے۔ اور وُہ مناسبت مقامات کی برکات اور انوار کے مناسب ظاہر ہوتی ہے۔ لیکن پھر بھی اس طریقے والے ذکر اور عبادت میں عمر گذار دیتے ہیں۔ تب کہیں ان کے دل سے حرص مٹتی ہے۔ اور غیر کی بے توجہی اور ازائل سے تزکیہ نفس اور کیفیات وحالات حاصل ہوتے ہیں۔ اور خرق عادات مجاہدات پر موقوف ہے۔ نہ کہ قرب اور ولائیت پر +

آپ فرماتے ہیں۔ کہ میرے حق میں اللہ تعالےٰ کی سب سے بڑھیا نعمت جس کا میں شکریہ کسی طرح ادا نہیں کرسکتا یہ ہے۔ کہ اس وقت مُجھے مقامات آلہیہ کی کشف نفس الامر کے مطابق حاصل ہے۔ اس طریقے تک کی اور سالکان راہ کی تسلیک اس طریقے کے بزرگوں سے جو اس وقت طالبوں کو ارشاد فرماتے ہیں۔ مجھے امتیاز بخشا۔ بعض پٹھانوں نے آپکی خوشخبری سے انکار کیا۔ تو نورِ فراست سے معلوم کر کے فرمایا۔ کہ اگر تمہیں یقین نہیں۔ تو کسی گذشتہ بزرگ دین کو منصف قرار دو۔ تاکہ اس کی روح ظاہر ہو کر اس خوشخبری کے صحیح ہونے کی گواہی دے۔ اُنہوں نے عرض کی۔ کہ اگر سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس معاملے کی تصدیق فرمائیں۔ تو ہم سچ مان لینگے۔ آپ فاتحہ پڑھ کر مع اپنے اصحاب جناب کی طرف متوجہ ہُوئے۔ اس توجہ میں اہل مراقبہ پر غیبت طاری ہوئی۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ظاہر ہو کر منکروں کو جھڑکا۔ اور فرمایا۔ کہ مرزا صاحب کی خوشخبری بالکل صحیح ہے +

حافظ محمد احسان فرماتے ہیں۔ کہ میں نے اپنے لڑکے کا نام رکھنے کے لئے عرض کی۔ اور ساتھ ہی میرے دل میں خیال آیا۔ کہ اگر اس کا نام محمد حسن رکھیں۔ تو عین میری مرضی کے مطابق ہوگا۔ یہ خیال آتے ہی آپ نے فرمایا۔ کہ تمہارے لڑکے کا نام ہم نے محمد حسن مقرر کیا ہے اسی طرح غلام عسکری خاں فرماتے ہیں۔ کہ میرے دل کے بھید سے واقف ہو کر میرے لڑکے کا نام غلام قادر رکھا۔

ایک روز آپ نے کسی بدکار عورت کی قبر پر توجہ فرمائی۔ تو معلوم ہوا۔ کہ اس کی قبر میں دوزخ کی آگ شعلہ زن ہے۔ جس سے وہ عورت اڑ کر شعلوں میں کبھی اوپر جاتی ہے اور کبھی نیچے آتی ہے۔ اس کے ایمان کی بابت آپ کو فکر تھی۔ آخر آپ نے ختم تہلیل کا ثواب اس کی روح کو بخشا۔ تو وہ با ایمان ہوئی۔ اور کلمہ طیب پڑھنے لگی۔ اور عذاب سے خلاصی پا گئی۔ (مصنف کتاب) فرماتے ہیں۔ کہ حدیث میں آیا ہے۔ کہ جو شخص ستر ہزار مرتبہ کلمہ طیب اپنے واسطے یا کسی دوسرے کے واسطے پڑھے۔ اس کے گناہ بخشے جاتے ہیں۔

ایک روز نواب امیر خاں کی قبر پر مراقبہ کیا۔ تو فرمایا۔ کہ اس کے بخشے جانے کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے۔ کہ وہ سید تھے۔ اور انہیں خلقت میں رسوائی اور طعن حاصل تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان سے نسبت رکھنا۔ اس جہان کے شرف کا باعث ہے۔ اور طعن و تشنیع کرنے سے ان کے کرنے والوں کی نیکیاں جس کے حق میں طعن کی جائے اسکے جریدہ اعمال میں درج ہوتی ہیں۔

مصنف کتاب فرماتے ہیں۔ کہ ایک شخص نے حضرت شیخ محی الدین اکبرؒ کو خواب میں دیکھا کہ منبر پر چڑھ کر وعظ فرما رہے ہیں۔ اور اولیاء اور انبیاء سب وہاں پر موجود ہیں۔ اس نے کہا کہ آپ کی مجلس میں اولیاء اور انبیاء کا ہونا تعجب کی بات ہے۔ فرمایا۔ کہ یہ مرتبہ تم عزیزوں کی مہربانی سے حاصل ہوا۔ یعنی تم میرے حق میں طعن و تشنیع کرتے ہو۔ جس سے مجھے متواتر رحمت الٰہی پہنچتی رہتی ہے۔ ایک شخص نے آپ کے ان مکشوفات کا انکار کر کے بطور آزمائش عرض کی۔ کہ اس قبر کا حال جو میرے ایک دوست کی ہے۔ دریافت فرمائیں۔ آپ نے کچھ دیر سوچ کر فرمایا۔ جھوٹ نہ کہو۔ یہ قبر تو ایک عورت کی ہے۔ تیرے یار کی تو نہیں۔ اس نے عذر خواہی کی۔ کہ میں نے بطور آزمائش پوچھا تھا۔ ایک شخص نے عرض کی۔ کہ میرے فلاں دوست کا حال جو ابھی فوت ہوا ہے بُرا معلوم ہوتا ہے۔ اس کے گناہ کی معافی کے لئے آپ

اپنے گھر ایک خط بھی لکھا ہے۔ جو کل پرسوں پہنچنے والا ہے۔ چنانچہ آپ کے فرمان کے مطابق ظہور میں آیا +

غلام مصطفےٰ کی بیوی غائبانہ ہی توجہ کے لئے بیٹھتی۔ ہر روز کسی آدمی کو اطلاع کے لئے آپ کی خدمت میں روانہ کرتی۔ ایک روز اس آدمی نے بغیر اجازت آکر عرض کی۔ کہ وہ استفادہ کے لئے متوجہ بیٹھی ہے۔ آپ نے تھوڑی دیر خاموش رہ کر فرمایا۔ کہ جھوٹے! تو بغیر اجازت آیا ہے۔ وہ تو ابھی تک سوئی پڑی ہے۔ اس نے اپنے قصور کا اقرار کیا +

ایک روز میں (مصنف کتاب) حاضرِ خدمت تھا۔ کہ شیخ غلام حسن کو توجہ کے بعد فرمایا کہ شائد تو نے کافروں کی پُوجا کا کھانا کھایا ہے۔ کیونکہ تیرے باطن سے کفر کی تاریکی دکھائی دیتی ہے۔ اس نے عرض کی۔ کہ میں نے ایک ہندو کے ہاتھ سے کچھ کھایا تھا۔ یہ باطنی کدورت اسی کے سبب سے ہے +

مولوی غلام محی الدین کو رخصت ہوتے وقت فرمایا۔ کہ تمہارے سامنے دیوار نظر آتی ہے۔ شائد تم راستے سے واپس آجاؤ۔ چند ماہ بعد وہ لوٹ آئے۔ اسی طرح مُلا نسیم کو رخصت ہوتے وقت فرمایا۔ کہ پھر مُلاقات ہوتی نظر نہیں آتی۔ چنانچہ ویسا ہی ہوُا +

آپ نے فرمایا۔ کہ مجھے عزیزوں کے دلی راز معلوم ہیں۔ میں نے عرض کی۔ کہ پھر آپ ظاہر کیوں نہیں کر دیتے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ پردہ پوشی خدا کا وصف ہے۔ ایک روز میں آپ کی خدمت میں حاضر تھا۔ کہ ایک بے ادب بوڑھے نے آکر کہا۔ کہ میں دیکھنے آیا ہوں کہ آیا جانجانان کا طنطنہ رحمانی ہے یا شیطانی۔ آپ اس بات سے ناراض ہوئے۔ میرے دل میں خیال آیا۔ کہ ناراض ہونا درویشی سے دُور ہے۔ میرے اس خیال سے واقف ہو کر ناراضگی سے فرمایا۔ کہ دُور ہو جا۔ تو ہمارا انکار کرتا ہے +

میر اصغر علی فرماتے ہیں۔ کہ جن دنوں مجھے خط نہیں آیا تھا۔ ایک روز آپ کی قدمبوسی کی۔ آپ نے ازراہِ عنایت دونوں ہاتھوں سے میرے سر کو اُٹھایا۔ اس وقت میرے دل میں خیال آیا۔ کہ مجھے بے ریش دیکھ کر میرے چہرے پر ہاتھ پھیرا ہے۔ اس بُرے خیال سے میرے باطن میں کچھ تغیر سا آگیا۔ بارہ سال بعد اس بدظنی کو مجھ پر ظاہر کیا تو میں نے بڑا تعجب کیا۔ ایک تو دلی بھید کی واقفیت پر۔ اور دُوسرے قوت حافظہ پر +

عسکری خان کی والدہ شریفہ نے جس نے آپ سے طریقہ حاصل کیا تھا۔ ایک روز مراقبہ کے بعد آپ کا دامن پکڑا تاکہ اس کی لڑکی کے بارے میں خوشخبری دیں۔ کہ اس کے ہاں لڑکا پیدا ہو۔ اور عرض کی کہ جب تک خوشخبری نہ دینگے۔ دامن نہیں چھوڑونگی۔ تھوڑی دیر خاموش رہ کر فرمایا۔ کہ خاطر جمع رکھو۔ اللہ تعالےٰ تمہاری لڑکی کو فرزند نرینہ عطا فرمائیگا۔ عنایت آلہی سے ویسا ہی ہُوا۔ راقم کا بیان ہے۔ کہ اس فرزند نے آغاز شباب میں چاہا۔ کہ طریقہ چشتیہ میں داخل ہو۔ مگر حضرت خواجہ نقشبند رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے جواب میں اسے فرمایا۔ کہ اے فرزند تو میرے گھر سے کہاں جاتا ہے۔ آپ نے اس کے حال پر توجہ فرمائی۔ تو اس کا دل ذاکر ہو گیا اور اُسے خاص کیفیّت حاصل ہو گئی۔ پھر آ کر آپ کی خدمت میں طریقہ نقشبندیہ میں داخل ہُوا۔

ایک روز آپ نے فرمایا۔ کہ مَیں بغیر ساز و سامان سفر کر رہا تھا۔ اللہ تعالےٰ ہر منزل میں بیگانوں کے ہاتھ سے ضروری سامان پہنچا دیتا۔ اتفاقاً راہ میں سخت بارش شروع ہوئی۔ اور سرد ہوا چلنے لگی۔ جس سے ہمراہیوں کو تکلیف ہوئی۔ مَیں نے دُعا کی کہ پروردگار ہمارے گرداگرد بارش ہو اور ہم بھیگے بغیر منزل پر پہنچ جائیں۔ ایسا ہی ہُوا۔ آپ کا غضب قہر آلہی قہر و غضب کا نمونہ تھا۔

آپ فرماتے ہیں۔ کہ اوائل حال میں جو لوگ مجھ سے طریقہ حاصل کیا کرتے تھے۔ انہیں اپنے نام کے اظہار سے منع کرتا۔ تاکہ ہر ایک کے روبرو میرا نام نہ لیا جائے۔ ایک روز حضرت حافظ سعد اللہ رحمتہ اللہ علیہ نے محمد رفیع سے پوچھا۔ کہ آپ نے طریقہ کس سے حاصل کیا ہے اُس نے کہا اپنے بزرگوں سے۔ یہ سُنکر مجھے غیرت آئی۔ اور بہت ناخوش ہُوا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت ابا بکر صدیق تک کہ سارے مشائخ طریقہ اس سے ناراض ہیں۔ دو تین روز بعد وُہ ہلاک ہو گیا۔ اسی طرح اور چند ایک بے ادب اپنی گستاخی کی سزا بھگتے۔

آپ فرماتے تھے۔ کہ میرا مزاج نازک ہے۔ اور غضب نہایت اعلیٰ درجے کا۔ یہ بات ہدایت اور ارشاد کے شایاں نہیں۔ مَیں کئی سال تک اللہ تعالےٰ سے دُعا کرتا رہا۔ تب کہیں میرے غضب کی تلوار کند ہوئی۔ لیکن پھر بھی غضب کی تیزی نہ گئی۔ جس پر ناراض ہوتا ہوں۔ اُسے تکلیف ضرور پہنچتی ہے۔ اور اس کی باطنی نسبت تباہ ہو جاتی ہے۔

آپ فرماتے ہیں۔ کہ ناراض ہوتے ہی اس کی نسبت شہاب ثاقب کی طرح اپنے مقام سے نیچے اُترتی ہے۔ اور خوش ہوتے ہی گرم ہوا کی طرح اُوپر چڑھ جاتی ہے۔

دُعا فرمائیں۔ آپ نے بڑی عاجزی اور انکساری سے بارگاہ الٰہی میں مُردہ کے لئے دُعا کی۔ جو شکر ہے کہ قبول ہو گئی۔ اس مُردے نے خواب میں دُوسرے رشتہ داروں کو کہا۔ کہ الحمدللہ مجھے آنجناب کی دُعا کے سبب رہائی ملی۔ آنجناب کی دُعا اور ہمت سے بہت سے حاجتمندوں کی مقصد براری ہوئی ہے۔ اور قریب ہلاکت بیماروں نے شفا پائی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ ہم تو فقیر ہیں۔ ہمیں مقدور نہیں۔ صرف اپنے پیران کبار کی جناب کو وسیلہ بنا کر سلب امرض کرتے ہیں۔ اور ان کو عنایت الٰہی سے شفا حاصل ہوتی ہے۔

میر علی اصغر کی والدہ بیمار تھی۔ اس کی سلب مرض کے لئے آپ نے توجہ فرمائی۔ تو الہام ہؤا۔ کہ ابھی شفا کا وقت نہیں آیا۔ چند روز بعد جبکہ آپ اپنے درِ دولت پر تھے اور بیمار دُور دراز فاصلے پر تھا۔ تو الہام ہؤا۔ کہ اب اس کی صحت کا وقت آگیا ہے۔ آپ نے اسی وقت غائبانہ اس کی صحت کے لئے دُعا کی۔ جس سے فی الفور اسے شفا حاصل ہوئی۔

پیر علی بڑا سخت بیمار تھا۔ کسی دوا سے آرام نہ ہوتا۔ اس کی سلب مرض کے لئے توجہ فرمائی۔ تو اُسے صحت حاصل ہوئی۔ آپ کا ایک ہمسایہ شدّت مرض سے جاں بلب تھا آپ نے دُعا کی کہ پروردگارا مجھے اس کی موت کے غم کی تاب نہیں اسے شفا عطا کر۔ آپکی دُعا قبول ہوئی۔ اور دو تین دن میں چنگا بھلا ہو گیا۔ جسے دیکھ کر اس کے گھر والے حیران رہ گئے۔ کہ مُردوں کا زندہ کرنا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ ہے۔

مصنّف کتاب فرماتے ہیں۔ کہ آنجناب کی توجہ سے جبکہ روحانی امراض کی شفا مسلمہ امر ہے۔ تو جسمانی امراض کا دُور ہو جانا کونسی بڑی بات ہے۔ آنجناب کی عنایات سے غفلت کے مُردوں کو ہمیشہ کی زندگی نصیب ہوئی۔ اور ماسوا سے فنا اور صفات خدا سے بقا حاصل ہوئی۔ "الشیخ یحیی ویمیت" شیخ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے۔ تو آنجناب کے وصف حال تھا۔ آپ سنت نبوی کو زندہ اور بُری بدعت کی بیخ کنی کرتے تھے۔ بُرے نفوس کو فنا کرکے دلوں کو عمدہ بناتے تھے۔ اللہ تعالےٰ اس کی جزائے خیر آپکو عطا فرمائے۔

جس وقت غلام مصطفےٰ خاں کی اجل آن پہنچی اور بے طاقتی سے اس کی گردن سینے پر گر پڑی اور ہوش وحواس گم ہو گئے۔ تو ایسی حالت میں اس کے اقربا کی التماس سے اسکی صحت کے لئے دُعا کی۔ اس کے ہوش وحواس بجا ہوئے اور گئی ہوئی طاقت پھر عود کر آئی۔ اور ہوش سے باتیں کرنے لگا۔

ہاں ایک آرزو باقی ہے۔ اور وُہ یہ ہے۔ کہ ظاہری شہادت حاصل ہو۔ جو قرب آلٰہی میں اعلیٰ درجہ رکھتی ہے۔ اور میرے اکثر بزرگوں نے شربت شہادت چکھا ہے۔ لیکن مجھ میں اس وقت بہ سبب بڑھاپے کے اس قدر کمزوری اور ناطاقتی ہے۔ کہ جہاد کی قوت باقی نہیں رہی۔ ظاہر ہے تو اس مرتبے کا حاصل ہونا دشوار نظر آتا ہے۔ مجھے ایسے شخص سے تعجب ہے۔ جو اپنی موت کی خواہش نہیں کرتا۔ یہ موت ہی ہے جو لقائے آلٰہی کا موجب ہے یہ موت ہی ہے۔ جو حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا موجب ہے۔ موت ہی ہے جو اولیاء اللہ کا دیدار کراتی ہے۔ موت ہی ہے جو عزیزوں کے دیدار سے خوش کرتی ہے۔ میں کبرائے دین کی ارواح کی زیارت کا مشتاق ہوں۔ اور مجھے اِس بات کی ازحد آرزو ہے۔ کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کروں۔ نیز امیر المومنین صدیق اکبر امام حسن مجتبیٰ۔ سید الطائفہ حضرت جنید۔ حضرت خواجہ نقشبند اور حضرت مجدد رضی اللہ تعالٰے عنہ سے فیض یاب ہو جاؤں۔ مجھے مذکورہ بالا اکابر سے خاص اُنس ہے +

آنجناب کی اس آرزو کو اللہ تعالٰے نے ظاہر کیا۔ اور آپ نے شہادت کا درجہ پایا۔ تاکہ ظاہری شہادت باطنی شہادت کے ساتھ ملکر جس سے مراد صُوفیہ اصطلاح کے مُطابق مرتبہ فنا فی اللہ کا حاصل کرنا ہے۔ آپ کے درجات کو اعلیٰ علیین تک پہنچا وے۔ بُدھ کی رات ساتویں محرم ۱۱۹۵ھ کو پہر رات گذرے چند آدمیوں نے آپ کے دروازے پر دستک دی۔ خادم نے عرض کی۔ کہ بعض لوگ آپ کی زیارت کے لئے آئے ہیں۔ فرمایا آنے دو۔ تین آدمی اندر آئے۔ ایک ان میں ولایتی مغل تھا۔ آپ خوابگاہ سے اُٹھ کر اُنکے سامنے کھڑے ہُوئے۔ مغل نے پوچھا۔ کیا مرزا جانجاناں آپ ہی ہیں۔ فرمایا ہاں۔ دوسرے دو آدمیوں نے بھی کہا۔ کہ ہاں مرزا جانجاناں یہی ہیں۔ پس اس بدبخت نے گولی کا وار کیا گولی بائیں طرف دل کے قریب لگی۔ آپ بہ سبب کمزوری اور ناطاقتی کے زمین پر گر پڑے لوگوں کو خبر ہُوئی تو جراح آئے۔ نواب نے صبح ڈاکٹر نجف خاں کے ہاتھ یہ پیغام بھیجا۔ کہ جو بدبخت اس فعل کے مرتکب ہوئے ہیں۔ معلوم نہیں۔ اگر معلوم ہو جائیں تو ضرور ان سے بدلہ لیا جائیگا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ اگر اللہ تعالٰے کی مرضی ان زخموں کو درست کرنے کی ہے تو ہر صُورت اچھے ہو جائینگے۔ اور کسی ڈاکٹر کی ضرورت نہیں۔ اگر وُہ شخص جس نے اس جرم کا ارتکاب کیا ہے معلوم بھی ہو جائے تو بھی ہم نے اُسے معاف کیا۔ آپ بھی اُسے معاف

آپ کی کشف و کرامت کی بابت بہت سی حکائتیں ہیں۔ صرف چند ایک پر کفائیت کی گئی ہے۔ کیونکہ سب سے عمدہ کرامت اتباع مصطفوی کی استقامت ہے۔ اور طالبان خدا کو قرب خدا کے مراتب پر پہنچانا ہے۔ آپ سے اظہر من الشمس و ابین من الامس ہیں ؎

فصل شانزدہم در ذکر کیفیت انتقال حضرت ایشان از عالم فانی بعالم جاودانی

آپ پر اپنے انتقال سے تھوڑی مدت پہلے رفیق اعلیٰ کا شوق غالب ہُوا جس سے آپ کو اس جہان والوں پر توجہ کرنے سے ملال ہوتا۔ ہر لحظہ اپنے مشہود میں استغراق زیادہ ہوتا جاتا۔ اور وظائف اور عبادات زیادہ کرتے۔ ان دنوں ارباب طریقہ کا بہت ازدحام ہو گیا۔ اور گروہا گروہ آن کر طریقے میں داخل ہوئے۔ اور ذکر اور مراقبے کے حلقوں سے مخلصوں کی جمعیت اور بھی بڑھ گئی۔ دونو وقت سو آدمی سے زیادہ صحبت مبارک میں حاضر ہوتے۔ آپ کی توجہات شریفہ کے انوار و برکات نے کمال طور پر ترقی پائی۔ مُلّا نسیم کو وطن جانے کی اجازت عنائیت کر کے فرمایا۔ کہ ہماری تمہاری ملاقات پھر ہوتے دکھائی نہیں دیتی۔ اس کلمے نے جس سے آپ کے انتقال کا قریب ہونا معلوم ہوتا تھا دلوں پر بڑا اثر کیا۔ اور حاضرین کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ مُلّا عبدالرزاق کی طرف آپ نے لکھا۔ کہ اب عمر اَسّی سے کچھ اوپر ہو گئی ہے۔ اور وقت نزدیک آن پہنچا ہے۔ دُعائے خیر سے یاد فرمایا کریں۔ اسی طرح دُوسرے عزیزوں کی طرف بھی ایسا ہی تحریر کیا۔ جس سے آپ کے انتقال کا قریب ہونا معلوم ہوتا ہے۔ ایک روز اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے اظہار میں شکریہ ادا کرتے ہُوئے فرمایا۔ کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل و کرم سے میرے دل میں کوئی آرزو باقی نہیں چھوڑی۔ اسلام حقیقی سے مشرف فرمایا۔ علم سے بہت سا حصّہ عنائیت فرمایا۔ عمل نیک پر استقامت کرامت فرمائی۔ طریقہ کے لوازمات یعنی کشف۔ تصرف اور کرامت وغیرہ عنائیت فرمائے۔ اپنے نیک بندوں کو فیض حاصل کرنے کے لئے میرے پاس بھیجا۔ طریقہ کے مقامات پر پہنچا کر اپنے راہ کی ہدائیت کیلئے مقرر فرمایا۔ دُنیا اور اہل دُنیا سے الگ رکھا۔ اور دل میں اپنے غیر کی آرزو نہ آنے دی۔ مگر

اور جہان میں گھٹا ٹوپ اندھیر اچھا گیا ہے۔ واقعی آنجناب کا وجود مسعود خلق خدا کے امن اور آرام کا باعث تھا۔ آپ کا انتقال ہوتے ہی قسم قسم کے بارہ حادثے لاحق ہوئے۔ چنانچہ آپکی وفات کے بعد پورے تین سال تک جہان کو قحط اور وبا نے ہلاک کیا۔ اور سرسام۔ خارش اور داد کی بیماری ہندوستان میں نمودار ہو کر کئی سال تک رہی۔ جس سے بہت خلق خدا ہلاک ہوئی۔ ملکی فساد برپا ہوا۔ نجف خان جو اس امر کا مرتکب ہوا تھا۔ اور اس نے شرعی احکام کے اجرا میں غفلت کی تھی۔ جلدی ہی مرگیا۔ اور اس کے تابعین بھی آپس میں لڑ بھڑ کر مر گئے۔ اور ان ظالموں کا نشان تک باقی نہ رہا۔ اگرچہ آنجناب نے تو اپنا خون معاف کر دیا تھا۔ لیکن غیرت الٰہی نے اپنے دوستوں کا انتقام لیکر چھوڑا۔ ؎

ہیچ قومے را خدا رسوا نکرد تا دلِ صاحبدلے نامد بدرد

بے شک آنجناب کو اپنا ناگزیر واقعہ پہلے سے معلوم تھا۔ جو اپنے دیوان میں فرماتے ہیں:- ؎

بلوحِ تربتِ من یافتند از غیب تحریرے کہ ایں مقتول را جز بیگناہی نیست تقصیرے

جس رات آپ نے انتقال فرمایا۔ اس روز دوپہر تک بارش جو کہ چھ مہینے سے بند تھی اسقدر ہوئی۔ کہ ہر طرف پانی پانی ہو گیا۔ آنجناب کے مزار مبارک پر بہت مرتبہ انوار و برکات فائض ہوئے۔ جنہوں نے زائرین کے دلوں کو نورانی کیا۔ آپ کی روحانی توجہات مزار شریف کے انوار حاصل کرنے والوں کے شامل حال ہے۔ اور اپنے باطن میں ترقیات دیکھتے ہیں۔ مرزا ابراہیم بیگ جو مجھ سے (مصنفؒ) مرتبہ قلب میں توجہات لیتا تھا۔ آپ کے مزار مقدس کی زیارت کے لئے گیا۔ آپ نے اس کے دماغی لطیفے پر توجہ فرمائی۔ تو تین مہینے تک توجہ کا اثر باقی رہا اصا لتحان جس نے طرح طرح کے تفرقہ کی بابت باطنی احوال کھو دیئے تھے۔ کئی سال کے بعد مزار مبارک پر آیا اور توجہ کے لئے التجا کی۔ دوپہر سے آپ کی روح مقدس کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھا۔ اس کے قدیمی احوال عود کر آئے۔ گویا کہ ان میں کبھی فتور آیا ہی نہ تھا۔

ایک درویش کا بیان ہے۔ کہ میں نے مزار مقدس کی زیارت سے بہت سے فوائد اور بے شمار انوار حاصل کئے ہیں۔ ایک روز میں نے عرض کی۔ کہ آج پوری پوری توجہ بندی کے حال پر فرمائیں۔ آپ نے میری التماس کو قبول فرمایا۔ اور میں نے اچھی ترقی پائی۔ جب میں زیارت سے واپس آیا۔ تو ایک عزیز نے جو باطنی احوال کی شناخت عمدہ طور پر کرسکتا تھا

کردو۔ اس کے بعد تین روز تک آپ زندہ رہے۔ ہر روز کمزوری زیادہ ہوتی گئی۔ جسکے سبب آپ کی آواز مبارک بھی نہیں سُنائی دیتی تھی۔ تیسرے دن جمعہ کے روز صبح کی نماز کے بعد مجھ (مصنّف) سے پوچھا۔ کہ مجھ سے گیارہ نمازیں قضا ہوئی ہیں۔ اور تمام بدن خون آلودہ ہو رہا ہے۔ سر اُٹھانے کی بھی طاقت نہیں۔ مسئلہ یہ ہے۔ کہ اگر بیمار میں سر اُٹھانے کی طاقت نہ ہو تو نماز موقوف رکھنی چاہیئے۔ اور ابرو کے اشارے سے بھی ادا نہیں کرنی چاہیئے تمہیں اس مسئلے کی بابت کیا معلوم ہے۔ مَیں نے عرض کی۔ کہ مسئلہ تو اسی طرح پر ہے جس طرح آپ نے فرمایا ہے۔

دوپہر کے بعد آپ دیر تک ہاتھ اُٹھائے فاتحہ پڑھتے رہے۔ جیسا کہ خواجہ نقشبند علیہ الرحمۃ نے ایسی حالت میں فاتحہ پڑھا تھا۔ عصر کے وقت مجھ سے پوچھا۔ کہ کس قدر دن باقی ہے۔ مَیں نے عرض کی چار گھڑی۔ فرمایا ابھی شام دُور ہے۔ ہفتے کی رات شام کے وقت جبکہ دُوسرے دن محرم کی دسویں تھی۔ دو تین مرتبہ سختی سے سانس لیکر انتقال فرمایا۔ رضی اللہ عنہ وجزاہ اللہ خیر الجزاء۔

آپ کی تاریخ وفات بہت اشخاص نے کہی ہے۔ جن میں سے صرف دو لکھی جاتی ہیں۔ پہلے آیت شریف "اولٰئک مع الذین انعم اللّٰہ" اور دُوسرے وُہ حدیث جو آنحضرت صلعم کی زبان مبارک سے ایک صحابی کی تاریخ وفات کیلئے نکلی یعنی "عاش حمیداً مات شہیداً"

جس رات آپ نے انتقال فرمایا۔ اُسی رات ایک عزیز نے خواب میں دیکھا۔ کہ آدھا قرآن اُڑکر اُوپر چلا گیا ہے۔ اور دین متین کی برکات میں فتور آ گیا ہے۔ مُصنّف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ کہ اس کی تعبیر آنجناب کے اس قول کی تصدیق ہے۔ کہ ہمارے بعد مقامات طریقہ موقوف ہو جائینگے۔ اور اگر اس خاندان کی نسبت زیادہ سے زیادہ ترقی کرے گی۔ تو ولائیت کے درجے کو پہنچے گی۔

آنجناب کے انتقال کو سولہ سال گذر گئے ہیں۔ آپ کے خلفاء کے مُستفیدوں کو میں نے دیکھا ہے۔ اور اس طریقہ کے ان اصحاب کے حالات جو دُور دراز ولائیتوں میں رہتے ہیں سنتے ہیں۔ اگر وُہ ولائیت قلبی کی کیفیات اور احوال کو پہنچ جائے تو بڑی غنیمت ہے۔ عالیہ مقامات اور احوال ادراک سے دُور ہیں۔ اور وہاں تک پہنچنا بہت ہی مشکل ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ایک اور شخص نے واقعہ میں دیکھا۔ گویا سُورج نصف النہار پر چمکتا ہُوا زمین پر گر پڑا ہے

اِس واسطے ان کے باطن میں بھی فتور آگیا۔ اور باطنی نسبت کی گرمی اور تاثیر بہت کم ہو گئی۔ لیکن میں نے ان کی سودائی حرکات کو معاف کیا۔ کیونکہ دیوانہ معذور ہوتا ہے تخلص بھی میرے پاس خاطر کے لئے ان کے ساتھ نرمی سے پیش آتے۔ اور سختی کی برداشت کرتے جس سے انہیں بہت سے فوائد حاصل ہوئے۔ اللہ تعالےٰ انہیں جزائے خیر عنایت کرے۔ کیونکہ ان کا احسان مجھ پر ہے +

فصل ہفتدہم در ذکر بعضے از خلفائے خدا شناسائے حضرت ایشان رحمۃ اللہ علیہ

آپ کے خلفاء بہت ہیں۔ جن کے احوال اس کتاب میں سما نہیں سکتے۔ نیز مجھے ان سب کے تفصیلی حالات معلوم بھی نہیں۔ اِس واسطے صرف ان کے مجمل حال جو آنجناب کی صحبت مبارک کی تقریب سے معلوم ہوئے ہیں لکھتا ہوں۔ آنجناب کی بشارتوں کے موافق ان عزیزوں کے مقامات کے نام معلوم ہیں۔ اور ان اکابر کے باطنی انوار اور کیفیات کو اپنی وجدان سے میں نے دریافت کیا ہے۔ لیکن ان مقامات کے مفصل نام لکھنے کی کوئی ضرورت نہیں مجمل ہی کافی ہیں۔ کسی شخص کے باطنی احوال استغراق۔ سکر۔ ذوق وشوق اور احوال توحید کے ظہور پر منحصر نہیں۔ چنانچہ اصحاب کبار رضی اللہ عنہم گو مقامات قرب میں تمام اولیاء پر سابق ہیں۔ لیکن ان سے اس قسم کے حالات اور کثرت خرق عادات مروی نہیں۔ اور ان حالات کے ادراک سے جو ان اکابر کے باطنوں پر وارد تھے عقل عاجز ہے۔ اس طریقہ والوں کے احوال میں مقامات مقنوعہ کے سبب اختلاف ہے۔ مگر حصول اطمینان بلکہ حضور۔ نسبت مع اللہ۔ تہذیب اخلاق اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں مساوی قدم ہیں۔ سکر۔ ذوق۔ شوق۔ استغراق۔ بے خودی اور واردات توحید اس طریقہ کے بزرگوں کی تحقیق کے موافق اور متوسلین کے معلومات لطیفہ قلب کی وجہ سے ہیں۔ اور باقی لطائف کے علوم اور حالات اور چیزیں ہیں۔ کہ ان مقامات پر پہنچے بغیر ان کی تصدیق خیال میں نہیں آسکتی۔ کیونکہ وہ نئی کیفیتیں ہیں اور سابقہ عام طور پر مشہور ہیں۔ اس آیت شریف "وَلَا يُحِيطُونَ بِهٖ عِلْمًا" "اور از روئے علم ان کو احاطہ نہیں کر سکتے"۔ کا اشارہ بھی انہیں مقامات کی طرف ہے۔

کہا۔ کہ آج تمہارے احوال میں ترقی نظر آتی ہے۔ مَیں نے کہا کیوں نہ ہو۔ آج میرے حال پر آنجناب نے بہُت توجہ فرمائی ہے۔ اس طریقے کے مقامات والے جو کسی مقام میں پہنچے ہیں وُہ مزار مبارک کی زیارت سے اپنے باطنی انوار میں ترقی پاتے ہیں۔ بعض بزرگوں نے فرمایا ہے۔ کہ آنجناب کے مزار شریف کا فیض باطنوں پر پُورا پُورا اثر رکھتا ہے۔ کیونکہ احمدیہ طریقہ میں کوئی مزار اس قدر قوت اور بلندی والا اس شہر میں نہیں۔ ایک شخص نے مزار مبارک پر چند روز قیام کیا۔ ایک رات جگراتے میں کوتاہی کی۔ تو آنجناب نے مزار مبارک سے باہر آکر اُسے جگایا۔ اور فرمایا۔ کہ تو نے مجھے مردہ خیال کیا ہے۔ تیرے سب احوال مجھے معلوم ہیں۔ اُٹھ کر نماز ادا کر۔ آپ اپنے مخلصوں کے حال پر بہت توجہ مبذول فرماتے ہیں قاضی ثناء اللہ نے واقعہ میں دیکھا۔ کہ آپ فرماتے ہیں کہ تم قایم رہو۔ میں تمہارے ساتھ ہوں یہ نہ سمجھنا۔ کہ اس جہان سے انتقال کے سبب کوئی رُکاوٹ ہوگئی ہے۔ اسی طرح ایک عزیز جس پر زندگی میں آپ عنائت فرمایا کرتے تھے۔ معاش کے لئے غمگین تھا۔ آپ نے خواب میں اُسے فرمایا۔ کہ غم نہ کر۔ تیری روزی کے لئے پہلے سے بھی اچھا بندوبست کرونگا۔ چنانچہ وَیسا ہی ہُوا۔ مولوی نعیم اللہ صاحب کسی مہم کے سرانجام دینے میں عاجز آگئے۔ تو آپ نے واقعہ میں ظاہر ہو کر فرمایا۔ کہ اس کا سرانجام کرنا ہمارے ذمے ہے۔ چنانچہ صبح کو وُہ کام بخوبی سرانجام ہوگیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ۔

آنجناب کی خاتون عفت پناہ عصمت دستگاہ نے آنجناب سے طریقہ حاصل کر کے صحبت مبارک کے یمن سے حضور اور آگاہی کا مرتبہ حاصل کیا۔ اور نیک عورتوں کے ارشاد کی اجازت پا کر دلوں میں گرم تاثیر پیدا کی۔ واقعات اور مُبشرات عمدُہ طور پر دیکھتیں چنانچہ ایک رات آپ کیا دیکھتی ہیں۔ کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے حال پر نہائت ہی اعلیٰ عنائت فرمائی ہے۔ جس سے آپ کے باطنی احوال اور زیادہ ہوگئے۔ اور دیر تک اس مقام سے خوشبو آتی رہی۔ نیز حضرت مجددؒ صاحب رضی اللہ تعالےٰ عنہ بھی آپ کے حال پر عنائت فرماتے تھے۔ چنانچہ آنجناب کی عنایات عالیہ کی برکات اپنے باطن میں پاتی تھیں۔

آپ (مرزا صاحبؒ) فرماتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ انہیں (خاتون) سودا کا عارضہ لاحق ہُوا اور جنون کے غلبہ نے عقل کو ڈھانپ لیا۔ جس کے سبب میری طرف بہت کم توجہ کرتیں

سخت رنج وقلق ہُوا۔ چنانچہ میر مبین خان کی طرف لکھا۔ کہ مَیں کیا لکھوں۔ کہ میر سلمان کی رحلت کی خبر سُنکر میرے دل پر کیا گذری ؎

یار رفت وما چو نقش سنگ اُفتادہ ایم
سایہ میگردید کاش ایں نارسا اُفتادگی

الحمد للہ ہم بھی راہ پر بیٹھے ہیں۔ ان کے وقوعہ کی کیفیت اور ان کے مدفن کا نشان لکھو جو چند دم باقی ہیں۔ اللہ تعالےٰ اپنی رضامندی میں گذار دے +

حضرت مولوی ثناء اللہ

آنجناب کے بڑے بزرگ اور بڑے سابق خلیفوں میں سے تھے۔ بارہ پشت سے آپ کا سلسلہ نسب حضرت شیخ جلال کبیر اولیار چشتی رحمتہ اللہ علیہ سے ملتا ہے۔ اور حضرت شیخ جلال کا سلسلہ نسب حضرت امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔ آپ علمائے ربانی کے برگزیدہ اور بارگاہ ربانی کے مقرب ہیں۔ علوم عقلی اور نقلی میں آپکو کمال حاصل ہے۔ فقہ اور اصُول میں مجتہد کا درجہ رکھتے ہیں۔ آپ نے علم فقہ میں چاروں مذاہب کے مجتہدوں کے دلائل کو لیکر ہر ایک مسئلے کی خوب چھان بین کر کے ایک ضخیم کتاب لکھی ہے۔ اور جو آپ کی رائے میں زیادہ قوی ثابت ہُوئے۔ انہیں ایک الگ رسالے ماخذ الاقوی میں تحریر فرماکر اصُول میں بھی اپنے مختارات کو لکھا ہے۔ پہلے مفسروں کے اقوال کی طولانی تفسیر اور نئی تاویلات جو مبدر فیاض سے آپ کے روحانی لطیفے پر وارد ہوئیں لکھی ہیں۔ اور کئی ایک سالے تصوّف اور حضرت مجدّد رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے معارف کی تحقیق میں لکھے ہیں۔ آپ کی صفائی ذہن۔ تیزی طبع۔ قوت فکر اور سلامتی عقل حد درجے کی ہے۔ آپ نے حضرت شیخ الشیوخ محمد عابد قدس سرہ سے طریقہ حاصل کیا۔ اور انہیں کی توجہات سے فنائے قلبی کے درجے کو پہنچے پھر انہیں کے حکم سے آنجناب کی خدمت میں استفادہ کے لئے آئے۔ اور اعلیٰ تربیت سے احمدیہ تمام مقامات حاصل کئے۔ سیر۔ شوق۔ اور وصُول میں بڑی جلدی ترقی کی۔ چنانچہ پنجاہ توجہ میں اس طریقے کے سلوک کو ختم کیا۔ آپ کی عمر اٹھارہ سال تھی۔ کہ علم ظاہری سے فارغ ہو کر طریقے کی خلافت حاصل کر کے باطنی علم و فیض کی اشاعت میں مشغول ہوئے۔ اور ہدایت اور ارشاد کو رواج دیا۔ آنجناب سے علم الہدیٰ کا لقب پایا۔ آپ نے لڑکپن میں اپنے جد امجد حضرت شیخ جلال پانی پتی

حضرت میر مسلمان رحمۃ اللہ علیہ

آپ صحیح النسب سادات کبار سے ہیں۔ آپ دنیا اور اسباب دنیا سے قطع تعلق کر کے رضائے آلہی کی تحصیل میں مشغول ہوئے۔ علوم ظاہری اور باطنی کے حاصل کرنے میں آنجناب کے شریک تھے۔ اور آنحضرت رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے مشائخ کرام کی صحبت پا کر مقامات عالیہ کو پہنچے۔ اور نیز آنجناب سے استفادہ کیا۔ لیکن آنجناب آپ کی بہت عزت کیا کرتے۔ کیونکہ پیران کبار کی نظر الطاف آپ کے بارے میں بہت مصروف تھی۔ اور سالکوں کی قدر بزرگوں کی زیارت اور ان سے استفادہ کرنے سے بڑھتی ہے۔ آپ کو آنجناب سے بڑا پکا اتحاد اور میل جول تھا۔ چنانچہ آپ کو لکھا ہے۔ کہ قدیمی عہد کی یاد سے میرے دل پر ایک حالت طاری ہوتی ہے۔ اور مجھے اپنی تنہائی پر رحم آتا ہے۔ جو تحریر میں نہیں آسکتا۔ ~~~

سقی اللہ وقتاً کنت اخلو بوجھکم وثغر الھوی فی روضۃ الانس ضاحک

اللہ تعالےٰ اس وقت کو مکرم بنائے۔ جبکہ میں تمہاری ذات سے خلوت کرتا تھا۔ بحالیکہ عشق کے دانت محبت کے باغیچے میں ہنستے تھے۔ ~~~

دفقنا زمانا والعیون قریرۃ واصبحت یوماً والجفون سوافک

ہم کسی زمانہ میں اکٹھے تھے۔ اور ہماری آنکھیں یار کے وصال کے سبب ٹھنڈی تھیں۔ اب ہم پر وہ دن بھی آئے ہیں۔ کہ ہمارے پپوٹے تر ہی رہتے ہیں۔ سرکار کا خادم شیخ احمد مفید کار ہے۔ اس کا لطیفہ قلب قالب کی قید سے تو رہا ہو گیا ہے لیکن اس ضعیف مرد کی استعداد دیکھو کہ گرتا پڑتا مقصود کی طرف جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے منزل معہودہ پر پہنچائے۔ قلب اور قالب کی امراض کا سلب کرنا ہمارے حضرت صاحب کا معمول ہے۔ اور آنجناب کو بھی اس بات کی قوت اور قدرت عطا فرمائی ہے۔ آپ کیوں ازراہ انکسار اپنے تئیں اس امر سے معذور رکھتے ہیں۔ فیض اللہ خان کو ہر روز اپنے سامنے بٹھا کر پانسو سانس کی مقدار سلب مرض کریں۔ تاکید ہے۔ سفر حجاز کا قصد مبارک ہے۔ لیکن قدرے سوچ بچار کر اس نیکی کو عمل میں لانا چاہیئے ایسا نہ ہو کہ کسی کا حق شرعی ضائع ہووے۔ آپ کی رحلت سے جناب کے مبارک دل کو

بہ سبب بہت سی فضیلتوں کے ممتاز ہیں۔ لیکن آنجناب کی نیابت جس سے مراد طالبوں کو طریقہ احمدیہ کی غایت تک پہنچانا اور مقامات کی صحیح کشف کرامات اور قرب الٰہی کے درجات اور کیفیات کا وجدان ہے۔ کسی کے سپرد نہ ہوئی۔ چنانچہ آنجناب بارہا فرمایا کرتے تھے۔ کہ افسوس! میرے اصحاب میں سے کوئی میرا قائمقام نہیں۔ راقم کتاب نے کہا۔ کہ طریقہ کے اختیار کرنے کا یہ مطلب ہے۔ کہ اس سے ماسوی اللہ کی گرفتاری سے دل صاف ہو جائے ہمیشہ کے لئے علم باللہ حاصل ہو جائے۔ رزائل سے نفس پاک ہو جائے۔ اور اخلاق سدھر جائیں۔ اور ذکر۔ شغل۔ کیفیات۔ حالات۔ استغراق۔ سکر کی برکات سے محبت کے غلبات حاصل ہوتے ہیں۔ سو خدا کا شکر ہے۔ کہ یہ باتیں آنجناب کے خلفاء کی صحبت میں زمانہ کے موافق طالبوں کو حاصل ہو جاتی ہیں۔ میں نے آنجناب کے خلفاء کے مستفیدوں کو دیکھا ہے کہ انہیں حضور وجمعیت بااذواق حاصل ہے۔ بلکہ انوار فوق بھی رکھتے ہیں مختصر یہ کہ آپ کی ذات بابرکات ظاہری اور باطنی کمالات سے موصوف ہے۔ اور وقت کو طاعت اور عبادت میں گذارتے ہیں۔ سو رکعت نماز اپنا وظیفہ مقرر کر رکھا ہے۔ قرآن شریف کی ایک منزل تہجد میں پڑھتے ہیں۔ چونکہ اس زمانہ میں دیندار عالم کم ہیں۔ اس لئے ان کے دل میں خیال آیا کہ قاضی کا منصب اختیار کریں۔ اور اس عہدے کو کما حقہٗ نباہیں۔ چنانچہ آپ سے کوئی ایسی حرکت ظہور میں نہیں آئی۔ جو عام قاضیوں سے ظہور میں آیا کرتی ہیں۔ ایک مرتبہ اس شخص نے جس کے پاس آپ کی مہر رہا کرتی تھی۔ کسی سے کوئی چیز لی۔ جب آپ کو خبر لی تو اُسے سزا دی۔ اور لی ہوئی چیز واپس کر دی۔ اس قسم کی ادائیگی حق آپ ہی کا خاصہ ہے۔ آنجناب نے بہت سے مکتوبات آپ کے نام لکھے ہیں۔ ان میں سے چند ایک فقرے لکھے جاتے ہیں "عظیم آباد کا رہنے والا شیخ عین الدین نام ایک جوان روزگار کو ترک کر کے چند روز سے طریقے میں داخل ہوا ہے۔ رقعہ کے وسیلے آپ کی خدمت میں حاضر ہوگا اس کے قلب میں تھوڑا نور پیدا ہوا ہے۔ لیکن مسافت طے کرنا اس نے شروع نہیں کی یہ شکستہ دل آدمی ہے۔ اس کے حال پر توجہات فرمائیں۔ علی رضا خان نے مجھ سے طریقہ اختیار کیا ہے۔ لطائف خمسہ کا ذکر جاری ہو گیا ہے۔ اور نفی اثبات بھی شروع کی ہوئی ہے وہ بھی آپ کے حلقے میں داخل ہونگے۔ ان کے قلبی لطیفے پر توجہ دینا۔ کیونکہ پہلے اسی لطیفے کا کام منظور ہے"۔ آپ کے اصحاب میں سے پیر محمدؐ اور سید محمد کھیسا آنجناب کی خدمت میں

کو دیکھا۔جنہوں نے آپ کے حال پر نہایت مہربانی فرما کر اپنی پیشانی مبارک کو آپ کی پیشانی سے ملا۔ انہیں دنوں آپ حضرت غوث الثقلین کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ اور آنحضرت نے آپ کو تازہ کھجوریں عطا فرمائیں۔ایک مرتبہ امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہ کو خواب میں دیکھا۔جنہوں نے بڑی خوشی سے آپ کے بارے میں فرمایا۔ انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ علیہما السّلام۔ میری تیری نسبت ایسی ہے جیسی ہارون اور موسیٰ کی۔ آنجناب (مرزا جانجاناں) نے اس خواب کی تعبیر یوں فرمائی۔ کہ فقیر کی مثالی صُورت فقیر کے جد بزرگوار یعنی علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صُورت سے متمثل ہوئی۔ اور تمہیں ان کلمات سے خوشخبری دی۔ ہو سکتا ہے کہ میرے بعد خلافت طریقہ تم میں منتقل ہو جائے۔ آنجناب کے واقعہ کے بعد حضرت غوث الثقلین کو دیکھا۔ کہ تشریف فرما ہو کر آنحضرت کے کلمات تعزیت مذکور فرماتے ہیں۔ اور آنجناب کے واقعہ کا افسوس کر رہے ہیں۔ حضرت مرزا صاحب آپ کی بہت تعریف کیا کرتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ میری نسبت اور ان کی نسبت بلندی میں مساوی ہیں۔ اور عرض اور قوت میں مختلف۔ وُہ میرے ضمنی ہیں اور مَیں حضرت شیخ قدس سرہ کا ضمنی ہوں۔ جو فیض مجھے پہنچتا ہے اس میں وُہ شریک ہیں۔ ان کی نیکی بدی میری نیکی بدی ہے۔ آپ ظاہری اور باطنی کمالات کے جامع ہونے کے سبب موجودات میں عزیز الوجود ہیں۔ میرے دل میں ان کا رعب ہے۔ بلحاظ صلاحیت۔ پرہیزگاری اور دیانت مجسم روح ہیں۔ شریعت کو رواج دینے والے۔ طریقت کو روشن کرنے والے اور فرشتوں کی سی صفت والے ہیں۔ آپ کی تعظیم فرشتے بھی کرتے ہیں۔ راقم کتاب نے ان کی زبانی سُنا ہے۔ کہ حضرت مرزا صاحبؒ فرماتے تھے۔ کہ اگر ہم سے قیامت کے دن اللہ تعالےٰ پُوچھیگا۔ کہ تم ہماری درگاہ میں کیا تحفہ لائے ہو۔ تو میں عرض کرونگا۔ کہ ثناء اللہ پانی پتی۔

ایک روز میں حاضر خدمت تھا۔ اور ذکر اور مراقبہ کا حلقہ منعقد تھا۔ کہ آپ نے آکر پوچھا کہ تم کیا عمل کر رہے ہو۔ کہ فرشتوں نے تمہارے لئے جگہ خالی کر دی ہے۔ واقعی میں نے آنجناب کے سارے کامل اصحاب کو دیکھا ہے۔ لیکن طریقہ احمدیہ کے جو فیوض و برکات آپ کی ذات میں پائے جاتے ہیں وُہ کسی اور میں نہیں پائے جاتے۔ اگرچہ ارباب قلب کا دست ادراک ان حالات تک نہیں پہنچ سکتا۔ لیکن پھر بھی مَیں کہونگا۔ کہ آپ جیسا کہ کوئی مجدّدی ان کمالات اور علو نسبت والا اس وقت موجود نہیں۔ اور آنجناب کے خلفاء میں سے

اور اُمید قوی ہے۔ اللہ تعالےٰ اپنے فضل و کرم سے دونو جہان کی فتوحات عنایت فرمائے۔

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں۔ کہ احمد اللہ کو کعبہ کی حقیقت کی توجہ ہوتی ہے۔ اور دو تین دن میں قرآنی حقیقت میں داخل ہوتا ہے۔ آپ نے ذکر اور عبادت میں بڑی کوشش کر کے مقامات عالیہ طریقہ کو پہنچکر اعلیٰ درجے کی شان پیدا کی۔ انہیں ظاہری اور باطنی کمالات کی وجہ سے آپ پر الوالد سر لابیہ" صادق آتا ہے۔ ابھی تیس سال کی عمر ہی تھی۔ کہ اس جہان سے آپ رحلت فرما گئے۔ آپ کے والد بزرگوار فرماتے تھے۔ کہ اس فرزند کی موت کا سبب بظاہر میں وہ محبت تھی جو مجھے اس سے تھی۔ چونکہ اللہ تعالےٰ کمال غیرت کی وجہ سے اپنے دوستوں کے دل میں غیر کی محبت نہیں چھوڑتا اس لئے اسے اس جہان سے اُٹھالیا۔ اور غیر کی محبت میرے دل میں نہ چھوڑی۔ آپ اعلیٰ درجے کے بہادر تھے۔ چنانچہ کئی مرتبہ کافروں سے جہاد کیا۔ اور آخر کار فی سبیل اللہ غازیوں کے مرتبے کو پہنچے۔ ایک مرتبہ لٹیروں نے آپ کے خادموں سے مال و اسباب لوٹ لیا۔ آپ اکیلے ہی پا پیادہ ان کے پیچھے گئے۔ بیس سواروں سے ڈھال اور تلوار کے ذریعے اپنا اسباب واپس لے لیا۔ اور" ان اللہ یحب الرجل الشجاع" اللہ تعالیٰ بہادر آدمی کو پیار کرتا ہے" اپنا وصف بنایا۔ مولوی ثناء اللہ صاحب کے دوسرے فرزند شیخ صبغتہ اللہ رحمتہ اللہ علیہ نے علم پڑھا اور دینی کتابوں کی تحصیل کر کے آنجناب سے طریقہ حاصل کیا۔ عین جوانی ہی میں عالم بقا کو سدھارے۔ مولوی ثنا اللہ صاحب کے تیسرے فرزند مولوی دلیل اللہ صاحب نے علم فقہ حاصل کیا۔ اور اصُول اور معقول کے فن سے بھی آپکو مناسبت تھی۔ اور طریقہ اور شغل قلبی آنجناب سے حاصل کیا۔ مولوی ثناء اللہ صاحب کی خاتون نے آنجناب سے باطنی فیوض حاصل کر کے فنا و بقا کے احوال جو اس خاندان کی نسبت والے رکھتے ہیں۔ حاصل کر کے طریقہ کی اجازت پا کر اپنے اوقات کو طاعت۔ ذکر۔ مراقبہ اور وظائف میں بسر کر کے مقبول درگاہ بنیں۔ آنجناب ایک مکتوب میں آپ کی طرف لکھتے ہیں۔ کہ اگر مستورات کو توفیق حاصل ہو اور تم سے توجہ حاصل کریں تو اجازت ہے۔ اور پیروں کی درگاہ سے امید قوی ہے کہ تاثیر ہوگی۔ نیز تمہیں کبھی کبھی توجہ دی جاتی ہے۔ تو ترقی معلوم ہوتی ہے۔ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری اور ذکر آلہی میں مشغول رہنا مفید ہوگا۔ اور ذوالحقوق کی رعائیت اور اخلاق حسنہ کو لازم جانیں۔ کیونکہ یہ کام دونو جہان کی نیکنامی اور کامیابی کا مُوجب ہے۔

پہنچکر طریقہ کی نسبتوں سے فائز ہوئے۔

مولوی فضل اللہ رحمتہ اللہ علیہ

مولوی ثناء اللہ صاحب کے بڑے بھائی ہیں۔ آپ نے حضرت شیخ رحمتہ اللہ علیہ سے طریقہ حاصل کیا۔ اور آنجناب کی صحبت سے استفادہ کیا۔ اور توجہات شریفہ سے طریقہ کے مقامات حاصل کئے۔ آپ ہمیشہ اللہ تعالےٰ کی طرف دھیان لگائے رکھتے اور کثرت سے ذکر کیا کرتے تھے۔ آپ کی رحلت کے بعد مولوی ثناء اللہ صاحب بہت غمناک ہوئے تو آپ نے خواب میں فرمایا۔ کہ بھائی اس قدر غم والم کیوں کرتے ہو۔ الا ان اولیاء اللہ لاخوف علیھم ولا ھم یحزنون۔" خبردار اللہ تعالیٰ کے اولیاء کو کسی قسم کا ڈر اور خوف نہیں۔ اور نہ وہ غمگین ہوتے ہیں"۔ اس جہان میں مجھے اس قدر آرام اور نعمت عنایت فرمارکھی ہے۔ جس کا کوئی حد وحساب نہیں۔

مولوی احمد اللہ رحمتہ اللہ علیہ۔

آپ مولوی ثناء اللہ صاحب کے بڑے فرزند اور آنجناب کے مخصوص اصحاب میں سے ہیں۔ ظاہری علم آپ نے اپنے والد بزرگوار اور نیز اور عالموں سے تحصیل کیا۔ تحصیل علم کے وقت ساری ساری رات کتاب کے مطالعہ میں مشغول رہتے۔ اور کھانے پینے کی طرف بہت کم متوجہ ہوتے۔ قرآن مجید حفظ کر کے علم قرأت اور تجوید میں مہارت حاصل کی۔ ہر روز اکیس سیپارے تلاوت کرتے۔ آنجناب سے طریقہ حاصل کر کے ذکر اور مراقبہ کی کثرت شروع کی۔ چنانچہ ہر روز پنتیس ہزار مرتبہ ذکر تہلیل کرتے۔ صبح سے دس بجے تک مراقبہ کرتے۔ آنجناب کی توجہات اور ذکر و مراقبہ کی کثرت سے بلند مقامات پر پہنچکر طریقہ کی اجازت حاصل کی۔ لوگوں کو ذکر اور مراقبہ کی تلقین کر کے راہ مولیٰ کے سلوک میں مشغول کرتے۔ آنجناب کو آپ کے حال پر کافی سے زیادہ نظر عنایت تھی۔ چنانچہ غائبانہ ان کی ترقی کے لئے توجہ فرماتے۔ ایک مکتوب میں فرماتے ہیں۔ کہ آج تک تمہاری طرف توجہ کرنے میں نہ ناغہ ہوا ہے اور نہ ہوگا تم دن بدن ترقی کر رہے ہو۔ کمالات رسالت کی تجلیات کبھی کبھی ظاہر ہوتی ہیں۔ اور صبح و شام جو مرد اور عورتوں کا حلقہ بنا کر ارشاد کرتے ہو۔ اس کی بابت سنکر دل بہت خوش ہے۔

حضرت شیخ کی صحبت بھی نصیب ہوئی۔ آنحضرت کی اجازت سے آنجناب کی خدمت اختیار کی۔ اور طریقہ احمدیہ کے سلوک کو انتہا تک پہنچا کر حالات عالیہ اور واردات سامیہ کو پہنچے۔ آپ کی نسبت میں سکر غالب تھا۔ جس کو مجددیہ نسبتوں کی ہشیاری اور صحو ڈھانپ نہیں سکتے تھے۔ آپ محبت الٰہی کے ظہور کی شراب سے سرشار اور حضور و آگاہی کی شراب کے ذوق کے مخمور تھے۔ اہل محبت کا ذکر اکثر آپ کی زبان پر جاری رہتا۔ اور عاشقانہ حکایتوں سے آپ کے آنسو جاری رہتے۔ گریہ آپ کے احوال کو عزت بخشتا۔ اور شور انگیزی آہ و فریاد آپ کے سینے کو جلاتی۔ آپکی صحبت سے محبت خدا حاصل ہوتی۔ آپ کی پیشانی مبارک سے نسبت مع اللہ کے انوار چمکتے۔ آپ کو قوی استغراق اور زیادہ عرصہ تک کی بیخودی لاحق ہوتی۔ آنجناب کی محبت آپ کے دل میں اعلیٰ درجے کی تھی۔ محبت کے غلبے کی وجہ سے سلام کی بجائے 'میں تجھ پر قربان جاؤں' کا کلمہ آنجناب کی خدمت میں کہلا بھیجتے۔ جب وطن سے آنجناب کی زیارت کے لئے آتے۔ اور اگر راستے میں تھک جاتے اور تکلیف ہوتی۔ تو آنجناب کے مناقب کے ذکر سے پھر چاک چوبند اور جوش محبت سے جنگل کو طے کرنے کے لائق ہو جاتے۔ ایک مرتبہ حضرت غوث الثقلین رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو خواب میں دیکھ کر قدمبوسی کرنی چاہی۔ تو آنحضرت نے فرمایا کہ خدا کیلئے یہ کیا حرکت کرنے لگے ہو۔ آپ نے عرض کی یا ابن رسول اللہ! ایسا کرنے میں ہم فقیروں کی سعادت ہے۔ آنحضرت اس کلمے کو سنکر خوش ہوئے۔ اور آپ کے حال پر بہت عنایت فرمائی۔

ایک رات آپ نے خواب میں دیکھا۔ کہ چشتیہ بزرگ مثلاً گنج شکر حضرت شیخ فرید اور شیخ عبدالقدوس رحمتہ اللہ علیہ نے تشریف لا کر آپ کے باطن سے نقشبندیہ نسبت کو سلب کر کے اپنے خاندان کی نسبت کا القا کیا ہے۔ بعد ازاں نقشبندی بزرگ مثلاً حضرت مجدد الف ثانی اور آنجناب نے (مرزا جانجاناں) تشریف لا کر چشتی نسبت کو آپ کے باطن سے نکالکر پھر نقشبندی نسبت سے سینہ لبریز کر دیا ہے۔ آپ کو اس لین دین سے بزرگوں کی زیارت نصیب ہوئی۔ جس سے اس قسم کی حالت طاری ہوئی۔ کہ آپ میں طاقت نہ رہی صبح آنجناب کی خدمت میں حاضر ہو کر اس واقعہ کا اظہار کیا۔ آنجناب آپ کو اپنے پیر حضرت شیخ قدس اللہ سرہٗ العزیز کی خدمت میں لیگئے۔ آپ فرماتے ہیں کہ ہم نے ذرہ بھر بھی اس حال کی بابت اظہار نہیں کیا تھا۔ حضرت شیخ نے نور فراست سے معلوم کر کے فرمایا

شیخ محمد مراد

آپ آنجناب کے قدیمی خلفاء سے ہیں۔ آپ آنجناب سے طریقہ کر کے پینتیس سال تک ہر روز حلقہ ذکر میں حاضر ہوتے رہے۔ آنجناب کی صحبت کی برکت سے طریقہ کے مروجہ مقامات کو پہنچے۔ اور بلند نسبت حاصل کی۔ آپ کو آنجناب کی خدمت میں خاص خصوصیت حاصل تھی۔ جو کسی دوسرے کو نہ تھی۔ دولتخانہ کے معاملات آپ ہی کے متعلق تھے۔ آنجناب فرمایا کرتے تھے۔ کہ ہمارے اصحاب میں کوئی شخص رفعت نسبت میں ان کے برابر نہیں۔ باوجود ان کمالات کے جو آپ کی ذات میں ہیں۔ بسبب پیشہ تجارت کوئی طالب آپ کی طرف رجوع نہیں کرتا تھا۔ کیونکہ شیخ میں علم۔ عقل سلیم۔ کشف صریح اور وجدان صحیح کے علاوہ شرف نسب۔ ظاہری شان وشوکت۔ فقر کی دولت اور قناعت بھی ہونی چاہیئے۔ مولوی نعیم اللہ صاحب لکھتے ہیں۔ کہ آپ مستجاب الدعوۃ تھے۔ اور یہ کہ کئی مرتبہ اس بات کو آزمایا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ راقم کتاب کہتا ہے۔ کہ دعا کا قبول ہونا کمالات باطنی کے لئے لازم نہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ سے تسلیم اختیار کرنے کے سوا حاصل نہیں ہوتا۔ دعا کا قبول ہونا حلال کھانے۔ سچ بولنے اور اخلاص پر موقوف ہے۔ ان تینوں باتوں کا دعا کے قبول ہونے میں بڑا بھاری اثر ہے میرے نزدیک آپ کی نسبت کے حالات اس قسم کے ہیں۔ کہ ہر ایک شخص ان کا ادراک کر سکے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو سلامت رکھے۔

شیخ عبد الرحمن

آپ شیخ محمد مراد کے بھائی بندوں میں سے ہیں۔ آپ نے اعلیٰ حالات آنجناب کی توجہ سے حاصل کئے۔ اور نسبت مع اللہ کے حالات کے مغلوب تھے۔ قاضی ثناء اللہ صاحب فرماتے ہیں۔ کہ نسبت کی کیفیتوں کے ظہور کے بعد یہ حالت تھی۔ کہ آپ کو دیکھ کر خواہ مخواہ آپ کی تعظیم وتکریم کو دل چاہتا تھا۔ "اِذَا رُؤُا ذُکِرَ اللّٰہُ" جب ان کو دیکھ لیا جاتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ یاد آتا ہے"۔ آپ کے وصف حال تھا۔

میر علیم اللہ گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

آپ آنجناب کے قدیمی اصحاب۔ اکابر خلفاء اور شیفتہ جمال آنجناب تھے۔ آپ کو

ذکر اور مراقبہ کے سوا اور کسی کام میں مشغول نہیں ہونا چاہیئے۔ آپ نے آنجناب سے پہلے ہی انتقال کیا۔

حضرت شیخ محمد احسان رحمۃ اللہ علیہ

آپ آنجناب کے کامل اور قدیمی خلفار سے ہیں۔ اور حافظ محمد محسن کی اولاد میں سے شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ نسب پہنچتا ہے۔ جوانی کے آغاز میں جہل و نادانی کی وجہ سے آپ کا عقیدہ فسخ سا ہو گیا۔ اور سیدھی راہ سے منحرف ہو گئے۔ آپ نے خواب میں دیکھا کہ آنجناب نے دو دفعہ چاول تناول فرما کر پس خوردہ آپ کو عطا فرمایا ہے۔ بعد ازاں آنجناب کے دست مبارک پر توبہ کی۔ اور اس راہ میں کمال استقامت اور ثبات کو عمل میں لا کر بہت سی ترقیات حاصل کیں اور طریقہ احمدیہ کے انتہائی مقامات پر پہنچے۔ اپنے باطن کو انوار آگاہی کا مظہر بنایا۔ آپ کی نسبت میں نہایت سخت جذبہ اور شورش تھی۔ ولایت قلبی کی سیر میں سخت بیتابی اور بیخودی کے نعرے مارتے تھے۔ شوق کی حرارت اور باطنی گرمی کی وجہ سے موسم سرما میں روئی دار کپڑوں کی آپ کو حاجت نہ ہوتی۔ محبت کے جذبات کے غلبے کی وجہ سے اسم اللہ یا آواز سماع کے سننے کی تاب نہ لا سکتے۔ ایک روز حضور مبارک میں فریاد کر کے بیخود ہو گئے۔ آنحضرت نے فرمایا۔ کہ تمہاری نسبت میں ذوق اور شوق اچھا پیدا ہو گیا ہے۔ اگر اسی جذبہ کی گرم نسبت اور حالات عشق و محبت پر اکتفا کرنی چاہتے ہو۔ تو ہماری صحبت کو ترک کر دو۔ کہیں ایسا نہ ہو۔ کہ اس قسم کی فریاد و نعرہ تمہارے ضرر کا موجب ہو۔ اسوقت ذکر اور مراقبہ کے حلقہ میں فرشتوں کا مجمع تمہاری فریاد کی وجہ سے متفرق ہو گیا ہے۔ اور ان میں سے ایک تمہاری طرف گھور گھور کر دیکھ رہا تھا۔ اگر تم اپنے باطنی احوال کو ہمارے حوالے کر دو۔ تو ہم توجہ کر کے اس شورش کے مقام سے طمانیت کے مقام تک پہنچا دیں کیونکہ اطمینان کی نسبت قرن کی نسبت کے مشابہ ہے۔ آپ نے عرض کی۔ کہ مجھے شورش یا طمانیت سے کوئی سروکار نہیں۔ میرا مقصود تو آنجناب کی رضامندی ہے۔ پس آنجناب نے بطور طفرہ اس سے اعلیٰ مقام میں پہنچا دیا۔ جس سے آپ کی بیتابی اطمینان سے بدل گئی لیکن پھر بھی کبھی بے اختیار فریاد کر اٹھتے۔ اور بیخود ہو جاتے۔ ایک روز کسی نے آپ سے بیان کیا۔ کہ مولوی ثناء اللہ سنبھلی کا روزینہ شبہ کا مقرر ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا

کہ بزرگوں نے اپنی نسبتوں کی کیفیتوں کے القار کے لئے ان پر تصرف کیا ہے۔ لیکن نقشبندی عزیزوں نے پھر انہیں اپنی نسبت عطا فرمائی ہے۔ اور جو مقامات انہوں نے اس طریقے سے حاصل کئے ہیں۔ بالکل صحیح اور بجا ہیں۔ مختصر یہ کہ آپ سرشت میں گرمجوشی۔ استعداد۔ اور نسبت چشتیہ کی حرارت کے آثار رکھتے تھے۔ جو حالات راہ مولا کے طالبوں کیلئے غبطہ کا باعث ہیں۔ ساری عمر گرمجوشی محبت میں بسر کی اور آنجناب کی زندگی ہی میں رحلت فرمائی۔ آپ کی زوجہ شریفہ نے آنجناب سے طریقہ حاصل کیا۔ آپ بھی محبت الٰہی میں سرشار تھیں۔ وفات کے بعد خواب میں آنجناب کی خدمت میں عرض کی۔ کہ جب فرشتے مجھے بارگاہ الٰہی میں لیگئے۔ تو میں نے اپنے تئیں لا انتہا انوار میں مستغرق پاکر شاہد مقصود کی بلائیں لینی چاہیں۔ جس سے میرے لئے رحمت اور بخشش کے دروازے کھل گئے۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ۔

شیخ مراد اللہ عرف غلام کاکی رحمۃ اللہ علیہ

آنجناب کے بڑے خلفار سے تھے۔ آپ علم و عمل میں اعلیٰ شان رکھتے تھے۔ آپ ان لوگوں میں سے ہیں۔ جن کی تربیت حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے آنجناب کے حوالے فرمائی آپ آنجناب کی تربیت کے یمن سے طریقہ کے انتہائی مقامات کو پہنچے۔ اور خلافت حاصل کی اور ملک بنگالہ میں طالب و مرشد کا سلسلہ شروع کیا۔ آپ کا شہرہ سنکر بہت خلق خدا آپکی طالب ہوئی۔ اور آپ سے جمعیت اور آگاہی کا سرمایہ حاصل کر کے یاد آلٰہی میں مصروف ہوئی۔ ان میں سے محمد غوث کے احوال اچھے ہیں۔ محمد دانش اور محمد درویش نے جو آپ کے خلفار سے تھے۔ آنجناب سے استفادہ کیا۔ جن میں سے محمد دانش باطنی نسبت کا کام آنحضرت کی عنائیت سے فنائے قلب اور فنائے نفس سے بھی اوپر تک پہنچا کر حضور اور آگاہی اور استہلاک اور اضمحلال کی کیفیتوں سے جو کہ فنائے نفس کا خاصہ ہے خوش وقت ہے۔ اور محمد درویش باطن میں بہت سی ترقیات پاکر کمالات کی نسبت سے مشرف ہوا۔ آپ نے ارادہ کیا۔ کہ کلام اللہ کی تفسیر ہندی زبان میں طالبوں کی آسانی کے لئے تصنیف کریں۔ لیکن آنجناب نے منع فرمایا۔ کہ انوار طریقہ کی اشاعت اخلاص اور مرتبہ احسان کے حصول کا موجب ہے۔ اپنے اوقات کو اسی شغل میں صرف کرنا چاہیئے۔ اور

مجاہدہ سے بھی حاصل نہیں ہوتے۔

شیخ غلام حسن رحمۃ اللہ علیہ

آپ شیخ محمد احسان کے بھائی بندوں اور آنجناب کے مخصوص اصحاب اور برگزیدہ احباب سے ہیں۔ آپ مزید عنایت سے مخصوص ہیں طریقہ آنجناب سے حاصل کر کے اس خاندان کی نسبت کے مقام حاصل کئے اور اپنا وقت یاد الٰہی میں بڑی خوشی سے بسر کیا۔

شیخ محمد منیر رحمۃ اللہ علیہ

آپ شیخ فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد اور آنجناب کے بزرگ خلفاء سے ہیں۔ پہلے آپ نے طریقہ علیہ چشتیہ حاصل کر کے اس نسبت شریفہ کے ذوق و شوق حاصل کئے اور پھر نقشبندیہ طریقہ میں آنجناب کے مُرید ہوئے۔ آنجناب کی صحبت میں رہکر انتہائی مقامات کو پہنچ کر اجازت حاصل کی۔ آپ کی نسبت قوی اور حالات اعلیٰ تھے۔ اور قناعت اور توکل کے گوشے میں ہمیشہ یاد الٰہی میں مشغول رہتے۔ آپ کی نسبت بہت قوی ہے۔ چنانچہ اگر کوئی شخص قطب وقت بھی ہو۔ تو بھی اسے آپ سے استفادہ کرنا چاہیئے۔ آپ سلوک کے وقت ساری رات مراقبہ کرتے۔ کثرت مراقبہ کے سبب آپ کو اعلیٰ درجے کا کشف اور وجدان حاصل تھا۔ طالب آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ اور ذاکروں کا حلقہ خوب جمعیت کے ساتھ منعقد ہوتا۔ مگر آپ کی عمر نے وفا نہ کی۔ چنانچہ آنجناب کی زندگی ہی میں سینے کے درد کے سبب رحلت کی۔ آپ کے انتقال سے آنجناب کے دل پر سخت صدمہ ہُوا۔ چنانچہ مولوی ثناء اللہ صاحب سنبھلی کی طرف لکھا۔ کہ شیخ محمد منیر طریقہ کے اکثر یاروں سے ممتاز تھے۔ ۱۹ ذی الحجہ کو وفات پائی۔ جس سے مجھے سخت رنج و قلق ہُوا چونکہ ہمارا انتقال بھی عمر طبعی کے موافق قریب ہے۔ اس واسطے کچھ ڈھارس بندھی۔ حضرت خواجہ نقشبند رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد سے خواجہ عباد اللہ نے شیخ محمد منیر سے طریقہ حاصل کیا۔ لیکن آپ کی وفات کے بعد آنجناب کی خدمت اختیار کی۔ آنجناب کی توجہات علیہ سے بلند مقامات حاصل کئے اور طریقہ کی تعلیم کی اجازت پائی۔ آنحضرت فرماتے

کہ حضرت مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سینے سے انوار نسبت کی رو آتی ہے۔ جو ان سب کدورتوں کو بہا لیجاتی ہے۔ اس بات کے کہتے ہی بہت فیض حاصل ہوا۔ اور آپ آہ مار کر بیخود ہو کر گر پڑے۔ ایک مرتبہ اس شعر کے سننے سے بیتاب ہو گئے۔ شعر

رفتم از میکدہ اما بدعا میخواہم ۔۔۔ کہ ازیں عذر وم لغزش مستاں مددے

اسی طرح محبت کی شورش آپ کو ہمیشہ ہی مضطرب رکھتی۔ اور اکثر عاشقانہ نغمے آپ کو بیخود کر دیتے۔ یہ عشق ہی ہے۔ جو طالبوں کی جان کو بڑھاتا ہے۔ اور عشق ہی ہے جو سالکوں کی جانوں کو بقا بخشتا ہے۔ ع

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ۔۔۔ ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

گر عشق ترا نیست بہ تحقیق ز تقلید ۔۔۔ چاکے بگریبان زن و خاکے بسر افگن

کار ما عشق و یار ما عشق است ۔۔۔ حاصل روزگار ما عشق است

آپ فرماتے ہیں۔ کہ جن دنوں شاہ درّانی نے لوٹ مچا رکھی تھی۔ میں ہمہ تن متوجہ ہو کر کوچے کے دروازے پر بیٹھ کر امن و امان کے لئے دعا کر رہا تھا۔ خدا کے فضل سے رات تک کوئی لٹیرا اس کوچے میں آنے نہ پایا۔ ایک روز کسی شخص نے جو پہلو کے درد میں مبتلا تھا۔ آپ کی خدمت میں عرض کی۔ کہ للہ آپ اس مرض کے رفع ہونے کے لئے دعا کریں۔ جونہی کہ اللہ تعالیٰ کا نام سنا۔ آپ نے نعرہ مارا۔ جس سے درد فوراً رفع ہو گیا۔

آپ فرماتے ہیں۔ کہ جب ملا رحیم داد کے لشکر نے کافروں کے غلبے کی وجہ سے شکست پائی۔ تو ایسے گڑبڑی کے وقت میں میری نسبت باطنی غالب تھی۔ چنانچہ مجھے سردی کی شدت اور کافروں کی لوٹ گھسوٹ کی کوئی خبر نہ تھی۔ ہم بزرگوں کی ارواح کی توجہ کے سبب محفوظ رہے۔

آپ فرماتے ہیں۔ کہ جب میں نے یہ راہ اختیار کی۔ تو مجھے پے در پے فاقے ہونے شروع ہوئے۔ لیکن میری یہ حالت تھی۔ کہ متواتر تین فاقوں کو ایک فاقہ خیال کرتا جب آنجناب کو اس حال کی اطلاع ہوئی۔ تو بڑا افسوس کیا اور تھوڑا سا آٹا اور ایک خاص کرتہ عنایت فرمایا۔ اس تبرک شریف کی برکت سے تنگی فراخی سے بدل گئی۔

آپ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے آنجناب کی خدمت میں رہ کر چھ ماہ تک سعادت حاصل کی۔ اور اسی سبب سے مجھے بہت سے ایسے فیض حاصل ہوئے۔ جو کسی ریاضت اور

میں ہم پر رکھتے ہو۔ وہ ہماری آنکھوں پر رکھو۔ اگر تم لوگ اپنے وطنوں سے نہ آؤ۔ تو مراقبہ کا حلقہ بے جمعیت اور بے برکت ہو جائے۔ آپ آنجناب کی زندگی ہی میں اس دار فانی سے عالم بقا کو سدھارے۔

مولوی ثناء اللہ سنبھلی رحمتہ اللہ علیہ

آپ آنجناب کے بڑے خلفاء سے ہیں۔ ظاہری علم حاصل کر کے علم حدیث و قرآن شاہ ولی اللہ محدث رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت سے حاصل کیا۔ اور طریقہ حضرت شیخ رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفہ خواجہ موسیٰ خاں سے حاصل کر کے ذکر و مراقبہ کرتے رہے۔ پھر انہیں کی اجازت لیکر آنجناب کی خدمت سے باطنی کمالات کا استفادہ کیا۔ اور سلوک کے انتہائی مقامات حاصل کئے۔ اور تعلیم طریقہ کی اجازت لیکر شہر سنبھل میں علوم کے پڑھانے اور راہ خدا کے سلوک کی ہدایت میں مشغول ہوئے۔ آپ علم۔ عمل۔ صبر اور استقامت سے موصوف اور نیک اخلاق اور اوقات حسنہ میں مشہور تھے۔

آپ فرماتے ہیں۔ کہ حدیث اور تفسیر کے درس کے شغل سے نور اور صفائی بہت حاصل ہوتی ہے۔ اور اس سے نسبت احمدیہ کو قوت اور ترقی حاصل ہوتی ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ میں نے کسی امیر کا تھوڑا سا کھانا کھایا۔ جس کے سبب میرے باطنی احوال زائل ہو گئے۔ میں نے بہتیری توبہ بھی کی۔ عاجزی بھی کی لیکن وہ حالات واپس نہ آئے۔ اگرچہ نسبت کی کیفیتیں شامل حال ہیں۔ لیکن احوال اور ذوق مجھ میں نہیں۔ صاحب نفحات نے لکھا ہے۔ کہ اس گروہ میں سے ایک بزرگ نے فرمایا ہے۔ کہ میں نے سخت پیاس کے سبب کسی لشکری کا پانی پیا۔ جس سے میرے تمام باطنی احوال تباہ ہو گئے۔ اس بات کو اب تیس سال ہونے آئے۔ لیکن ابھی تک اس کی کدورت باقی ہے۔

آپ نے ایک رات رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ کہ آنحضرت صلعم نے آپ کے حال پر عنایت فرما کر ایک روپیہ یومیہ مقرر فرمایا ہے۔ چنانچہ ویسا ہی ہوا خواب دیکھنے کے بعد ایک امیر نے آپ کی ضروریات کے لئے ایک روپیہ روز مقرر کر دیا۔ آنجناب نے آپ کی طرف لکھا۔ "اللہ معکم اینما کنتم"۔ جہاں کہیں تم ہو اللہ تعالےٰ تمہارے ساتھ ہے۔ تم وہاں جا کر میری جگہ مقرر کرو۔ کیونکہ اس ضلع میں کوئی سمجھدار عالم یا صاحب نسبت درویش

تھے۔ کہ ان کی نسبت بہت قوی ہے۔ ان کی وفات کو کئی سال گذر چکے ہیں۔ شیخ محمد منیر کے اصحاب میں سے حاجی جمال الدین نے بھی آنجناب ہی کی خدمت سے نسبت عالیہ حاصل کی اور حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہو کر قناعت کے گوشے میں یادِ الٰہی کے اندر اپنا وقت خوشی سے بسر کیا۔

مولوی قلندر بخش رحمتہ اللہ علیہ

آپ آنجناب کے خالص اصحاب اور برگزیدہ خلفاء سے ہیں۔ علوم دینی کے عالم۔ علم معقول سے واقف اور حافظ قرآن ہیں۔ آنجناب سے طریقہ حاصل کر کے توجہات علیہ سے طریقہ کے انتہائی مقامات حاصل کئے۔ تعلیم طریقہ کی اجازت حاصل کر کے سلوک باطنی کے ارشاد اور علم کے درس میں مشغول ہوئے۔ علم طب میں بھی آپ کو مہارت حاصل تھی۔ جسمانی اور روحانی دونو قسم کے مرض کا علاج کرتے تھے۔ آپ آنجناب کے نہایت مخلص اور خاص مصاحب تھے۔ رمضان المبارک میں تراویح میں قرآن مجید پڑھا کرتے۔ آپکی خوش آوازی اور ترتیل حروف سے جو آپ کی تلاوت کا خاص وصف تھا آنجناب بہت محظوظ ہوا کرتے۔ آخری وقت تک ہر سال اپنے وطن سے آنجناب کی زیارت کے لئے آیا کرتے۔ اور حضوری انوار حاصل کیا کرتے۔

میر نعیم اللہ رحمتہ اللہ علیہ

آنجناب کے بڑے خلفاء سے ہیں۔ آپ نے حضرت حاجی محمد افضل کی صحبت سے بھی فیض اُٹھایا ہے۔ اور نیز آپ کے خلیفہ شیخ محمد اعظم کی خدمت میں پہنچکر آنجناب کی صحبت سے طریقہ احمدیہ کے مقامات کا سلوک انتہا تک پہنچایا۔ اور پھر تعلیم طریقہ کی اجازت حاصل کی۔ علم و لوب اور حسن اخلاق سے موصوف تھے۔ آپ کو آنجناب سے بدرجہ کمال محبت تھی علم دینی کی تعلیم میں مشغول رہتے۔ قرآن مجید حفظ کر کے قاری عبد الغفور سے علم قرأت و تجوید حاصل کیا۔ آنجناب آپ سے تراویح میں قرآن شریف سُنکر بہت خوش ہوا کرتے۔ ایک روز فرمایا۔ کہ میں مولوی قلندر بخش اور سید نعیم اللہ سے بسبب ان کی تہذیب اخلاق کے کبھی ناخوش نہیں ہوا۔ ایک روز حضرت سید نعیم اللہ کو مخاطب کر کے فرمایا۔ کہ جو قدم تم راہ خدا

کئی سال تک آنجناب کی خدمت میں رہکر طریقہ کے انتہائی مقامات کو پہنچے۔ آپ کمالیت علم اور تمکین سے آراستہ اور نیک اخلاق سے موصوف ہیں۔ اور عالم مثال میں کامل مناسبت رکھتے ہیں۔ آنجناب اپنے دوستوں کے انوار کے بارے میں استخارہ کے لئے آپ سے فرمایا کرتے۔ آپ کے معلومات واقع کے مُطابق ہوتے۔ آپ پانچ مرتبہ رسُول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہُوئے۔ اور آنحضرت صلعم کی عنایات سے مشرف ہوئے۔

خلیفہ محمد جمیل رحمتہ اللہ علیہ

آنجناب کے صاحب اقتدار خلفاء سے ہیں۔ لڑکپن کے زمانے میں اپنے والد ماجد کے ہمراہ آنجناب سے ایک توجہ حاصل کرکے علوم ظاہری کی تحصیل میں مشغول ہوئے۔ آپ فرماتے ہیں۔ کہ علوم سے بہرہ ور ہُونے کے بعد اللہ تعالیٰ نے آنجناب کی توجہ کی برکت سے اپنی راہ کی خواہش میرے دل میں پیدا کی۔ اور میں اس مطلب کے لئے درویشوں کی خدمت میں بہت پھرا۔ کہیں دل کو آرام حاصل نہ ہُوا۔ آخر آنجناب کی خدمت میں حاضر ہوکر اپنا مقصود حاصل کرنے کے لئے سر توڑ کوشش کی۔ اور آنجناب کی توجہات سے مقامات طریقہ کو پہنچا۔ اور اجازت اور خلافت سے مشرف ہُوا۔ آپ شریعت اور طریقت کے کاموں میں متحمل۔ متمکن اور استقامت والے تھے۔ طریقہ احمدیہ کی انتہا تک کے مقامات میں نسبت قوی رکھتے تھے۔ ظاہری اور باطنی امراض کے علاج میں ممتاز تھے آنجناب کی زندگی ہی میں اس دار فانی سے رحلت فرمائی۔

حضرت شاہ بھیک رحمتہ اللہ علیہ

آپ حضرت مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد سے ہیں۔ آپ نے آنجناب کی توجہات سے اپنے آبائے کرام کی خاص نسبت سے کافی حصّہ حاصل کرکے باطنی کام کو بدرجہ کمال پہنچایا۔ اور آنجناب کی اجازت سے راہ مولا کی ہدائیت اور ارشاد میں مشغول ہُوئے۔ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور طریقہ احمدیہ میں آپ کو استقامت حاصل تھی۔ آپ کی وفات کے بعد سکھوں نے جو کہ سرہند کے متبرک مزارات کو خراب کر رہے تھے آپ کی نعش کو بھی قبر سے نکالنا چاہا۔ آپ نے ایک کافر کے سر پر ایسا ہاتھ مارا۔ کہ فوراً ہلاک ہوگیا۔ یہ دیکھکر

نہیں ہے۔ اپنے کام میں دلجمعی سے مشغول رہو۔ اور کسی قسم کا خطرہ دل میں نہ آنے دو۔ اور اپنے اوقات کو ظاہر اور باطن میں دینی نفع رسانی میں صرف کرو۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں دولت دی ہے اس کا شکر یہی ہے۔ "قال الجنید الشکر صرف النعمۃ فی مرضیات المنعم" حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں۔ کہ شکر کے یہ معنی ہیں کہ نعمت کو ایسے کاموں میں استعمال کیا جائے جن میں منعم کی رضامندی ہو۔ تنگی دل کی فراخی سے دور ہوتی ہے۔

مشکلے نیست کہ آساں نشود　　مرد باید کہ ہراساں نشود

اگر غیب سے کوئی چیز مقرر ہو جائے۔ تو اس کے لینے میں کوئی مضائقہ نہیں بغیر طلب اور سوال کے اگر کچھ ملجائے تو اس کے توکل میں فرق نہیں آتا۔ بشرطیکہ اس پر اعتبار نہ ہو۔ خصوصًا اس زمانے میں توکل تفرقہ دل کی رفع کا باعث ہے۔ محض توکل بے جمعیتی کا موجب ہے۔ یہی جمعیت تو صوفیار کا سرمایہ ہے۔ اللہ تعالیٰ سنت نبوی کے پیروں اور مجددیہ خانقاہ عالیجاہ کے درویشوں کے اعمال کو ضائع نہیں کریگا۔ تعلیم طریقہ اور کتابوں کے پڑھانے میں مشغول رہیں۔ اور ان دونو کاموں میں وقت کے خرچ کرنے کو دونو جہان کی فتوحات سمجھیں۔ اور ہر روز صبح کے حلقے کے بعد ختم خواجگان اور ختم حضرت مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کیا کریں۔ اللہ تعالیٰ سے امیدوار اور اس کے غیر سے ناامید رہو۔ اور مرہٹہ کافروں کے آشوب سے ذرا نہ ڈریں۔ انشاء اللہ تعالیٰ میرے دوستوں کو تکلیف نہیں پہنچے گی۔ اور مجھے ہر وقت حاضر ہی سمجھو۔ فقط۔

حاجی محمد یار نے آپ سے طریقہ حاصل کر کے آنجناب کی توجہات سے حضوری اور آگاہی کی نسبت حاصل کی۔ اور پھر مولوی نعیم اللہ صاحب کی خدمت میں حاضر رہے۔ آپکے اصحاب میں سے سید احمد علی آنجناب سے استفادہ کر کے نسبت قلبی کے جذبات کے مغلوب ہوئے۔ اور بے تابی کی کثرت کی وجہ سے خواب و خورش ترک کر دی۔ اکثر اوقات بیقرار اور سکر حالات میں سرشار رہتے۔ آنجناب کی حسن تربیت سے ہوش میں آگئے اور باطنی معاملہ میں فنائے نفس کے مقام تک پہنچے۔ اور تعلیم طریقہ کی اجازت لیکر نسبت مع اللہ کی کیفیتوں میں مدہوش رہے۔

میر عبد الباقی

آپ آنجناب کے بڑے خلفا سے ہیں۔ آپ کو ظاہری علم بھی قدرے حاصل ہے

ہیں۔ ملک سندھ سے نکلکر جہاں کہیں درویش سُن پاتے وہیں اس کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ آپ حضرت شاہ ولی اللہ محدث رحمتہ اللہ علیہ کی صحبت میں رہے ہیں۔ پھر آنجناب کی ولائیت نشان آستان میں چارسال تک فیوض حاصل کر کے سلوک کا کام قریباً قریباً مقامات طریقہ کی انتہا تک پہنچایا اور اجازت حاصل کی۔ آپ کو جلالی معاملات جو ظاہر میں نفسانی تکلیف لیکن حقیقت میں روحانی راحت کا موجب ہیں بہت پسند آتے ہیں۔ صبر بلکہ رضا بقضا آپ کا طریقہ ہے۔ خدا کی یاد کے گوشے میں فقر و قناعت اور ماسوی اللہ سے ترک پر ثابت قدم تھے۔ سرداران وقت کو اس بات کی آرزو تھی۔ کہ کسی طرح آپ روزینہ قبول فرمائیں۔ لیکن آپ نے منظور نہ فرمایا۔ آپ کے گھر میں رات کو ذکر خدا کے نور کے سوا چراغ اور دن کو سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی خوراک کے سوا اور کوئی کھانے کی چیز نہ ہوتی۔ سالہا سال تک آپ نے لباس نہیں پہنا۔ صرف ایک تہبند باندھ کر گذارہ کیا ہے۔ آپ کی صحبت میں بڑا بھاری گروہ طالبوں کا آتا۔ اور مراقبہ کا حلقہ بڑی جمعیت سے ہوتا۔ آپ نے صرف دو آدمیوں کو تعلیم طریقہ کی اجازت دی۔ آپ کے اصحاب میں سے شاہ خدابخش کے احوال عمدہ تھے۔ مرزا مظفر رحمتہ اللہ علیہ کی بھی خدمت میں پہنچے۔ اور آنجناب کی صحبت بھی حاصل کی۔ آپ کے بعد ذکر اور مراقبہ کا حلقہ باجمعیت کرتے رہے۔ آپ بھی اس جہان سے گذر گئے۔ دُوسرے محمد اکبر نے آپ سے طریقہ حاصل کیا۔ اور حضرت مرزا مظفر کی صحبت سے بھی فیض اُٹھایا۔ اور ترقیات کر کے آنجناب سے بھی توجہات حاصل کیں۔ میرے (مصنّف) ساتھ اکثر مل بیٹھتے تھے۔ اور اپنے گم کردہ احوال کو پاتے۔ نسبت باطنی کی طرف کم توجہ کرتے۔ اللہ تعالیٰ اسے اپنی پسندیدہ باتوں کی توفیق عنائیت کرے۔

محمد شاہ رحمتہ اللہ علیہ

آپ نے صُوفی عبدالرحمن خلیفہ حضرت شیخ رحمتہ اللہ علیہ سے طریقہ حاصل کیا۔ اور نیز آنجناب کی خدمت میں بھی حاضر ہُوئے۔ آنجناب کی تربیت کے یمن سے آپ قریباً قریباً طریقہ کے انتہائی مقامات تک پہنچے۔ اور طالبان حق کی ہدایت کی اجازت

باقی کافر مارے ڈر کے بھاگ گئے۔ اور یہ خرق عادات دیکھ کر مزارات کا خراب کرنا اُنہوں نے چھوڑ دیا۔

مولوی عبدالحق رحمتہ اللہ علیہ

شاہ بھیک کے بھائی بندوں میں سے ہیں۔ آپ نے آنجناب سے طریقہ حاصل کر کے نسبت باطنی کا کام فنائے قلب تک پہنچایا تھا۔ آپ کے احوال نیک تھے۔ ظاہری علم پڑھایا کرتے تھے۔ عین جوانی ہی میں اس جہان سے رحلت کی۔

شاہ محمد سالم رحمتہ اللہ علیہ

آنجناب کے برگزیدہ خلفاء اور قدیمی اصحاب سے ہیں۔ آپ نے آنجناب کی خدمت میں دس سال تک رہکر فیض حاصل کئے اور طریقہ کے مقامات انتہا تک پہنچائے اور تعلیم طریقہ کی اجازت حاصل کر کے طالبان خدا کی ہدایت میں مشغول ہوئے۔ بہت سے لوگ آپ کی توجہات سے حضور اور آگاہی کے مرتبے کو پہنچے۔ آنجناب کی طرح آپ استقامت رکھتے تھے۔ ایک مکتوب میں آپ کی طرف لکھتے ہیں۔ کہ ہم صحیح وسلامت ہیں۔ آپ شریعت اور طریقت کے پابند رہیں۔ اور لوگوں سے خاکساری اور بےنفسی سے معاملہ کریں۔ کیونکہ نفس کا کمال نیستی میں ہے۔ ہستی محض اللہ تعالیٰ ہی کو مسلم ہے۔ فقیروں اور عالموں کی صحبت اختیار کریں۔ اور مکروہات زمانہ پر صبر کریں۔ کیونکہ دُنیا مومنوں کا قیدخانہ ہے۔ انہیں آرام کا وعدہ آخرت میں کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کیلئے شکر بجالانا واجب جانیں۔ اور اگر کوئی شخص طریقہ کی طرف رجوع کرے۔ تو اسکی خدمت کرنی چاہیئے نہ کہ اس سے خدمت لینی چاہیئے۔ مگر ہاں جب غلبہ محبّت کی وجہ سے وُہ خود بخود کرے تو کچھ مضایقہ نہیں۔ جہاں کہیں رہو خدا کے ساتھ رہو۔ استقامت سے رہو۔ اور اپنے پیران طریقہ کی محبت دل میں رکھو۔ والسّلام۔

شاہ رحمتہ اللہ رحمتہ اللہ علیہ

آپ آنجناب کے اکمل خلفاء سے ہیں۔ اور محبّت اور اخلاص سے اختصاص رکھتے

جو کہ ہزاروں مناقب کے جامع تھے۔ اور اس جہان سے رحلت کر جانے سے پہلے انہوں نے یادگار چھوڑی ہے۔ ماتم پُرسی کی عبارت کا لکھنا خالی از تکلف نہیں۔ کیونکہ میں خود اُس وقت حاضر تھا۔ اور نیز میں اور وُہ تھوڑے دن کے فاصلے سے اس جہان میں آئے تھے۔ اور چند قدم ہمسفر بھی رہے ہے۔ اب جبکہ اصلی وطن کی طرف جانے کا مَوقع آیا ہے۔ تو بھی ہم چند دم کے فاصلے سے ہم قافلہ ہی ہیں۔ ۵

امروز گراز رفتہ حریفاں خبرے نیست　　　فرداست دریں بزم کہ از ما اثرے نیست

کمزوری اس درجے کی ہے۔ کہ پہلو کے بل لیٹ کر حلقہ کیا جاتا ہے۔ اگرچہ زندگی کا کوئی لطف تو نہیں۔ لیکن پھر بھی صُوفی کی زندگی ہی غنیمت ہے۔ ایک تو خود اس کے لئے اور دُوسرے اَوروں کے لئے تمہارے آدمیوں کو اللہ تعالےٰ نے بطور طفرہ ولائیت کبریٰ تک پہنچا دیا ہے۔ خوش استعدادی عالم عقیدہ و اخلاص میں بڑی عُمدہ چیز ہے۔ میر مکھو کمالات نبوّت کے درجے کو پہنچے ہیں۔ میر مبین خان شیخ مقرری ہے۔ آجکل صبح و شام حلقہ بڑی عمدگی سے ہوتا ہے۔ اور اچھی استعداد والے لوگ حاضر ہیں۔ اللہ تعالےٰ فرصت دے تاکہ اصطلاحی سلوک انتہا تک پہنچے۔ تمہاری جگہ خالی ہے۔ اس آخری عمر میں فیوض و برکات کا ہجوم اسقدر ہے کہ تحریر میں نہیں آسکتا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر و احسان ہے۔

میر علی اصغر عرف میر مکھو رحمۃ اللہ علیہ

آپ میر محمد مبین خان کے رشتہ داروں اور آنجناب کے برگزیدہ اصحاب سے ہیں ظاہری وجاہت۔ باطنی حلاوت اور آداب کاملہ سے موصُوف تھے۔ آنجناب سے طریقہ حاصل کر کے قریباً قریباً سلوک باطنی کو انتہا تک پہنچایا۔ مقامات طریقہ کے احوال سے فائز ہُوئے اخلاص جو کہ ذکر رابطہ کے نام سے موسوم ہے۔ اعلیٰ درجے پر پہنچا یا۔ جس کے سبب آنجناب کی واردات عالیہ کے انعکاس سے آپ خوش وقت تھے۔ بزرگوں نے فرمایا ہے۔ کہ حالات اور کیفیات آلہیہ کے حاصل کرنے میں شیخ کی محبّت اور ذکر رابطہ بڑی مضبُوط جڑ ہے۔ ذکر اور مراقبہ دونوں سے بڑھ کر جلدی واصل بناتی ہے۔ آپ فیوض آلہی کے مجمع اور انوار آگاہی کے مظہر تھے۔ تعلیم طریقہ کی اجازت حاصل کر کے طالبوں کی ہدائیت میں مشغول ہُوئے اور ذکر۔ مراقبہ اور تلقین کیا کرتے تھے۔ مرشد آباد میں آپ کے بہت سے مُرید ہو گئے

حاصل کی۔ اپنے شہرہی میں ذکر اور مراقبہ کا حلقہ باجمعیت کیا کرتے تھے ۔

میر مبین خان رحمتہ اللہ علیہ

آپ سادات کبار اور آنجناب کے برگزیدہ اصحاب سے ہیں۔ کمالات ظاہری اور باطنی سے آراستہ تھے۔ آنجناب سے طریقہ حاصل کر کے انتہائی مقامات تک پہنچے اور تعلیم طریقہ کی اجازت حاصل کر کے طالبوں کی ہدائیت میں مشغول ہوئے۔ بہت سے لوگوں نے آپ کی صحبت کی برکت سے حضور وجمعیت حاصل کی۔ آپ کو آنجناب سے بڑی محبت تھی۔ اور آنجناب کے اوضاع و اطوار کی پابندی اور پیروی کرنے میں حد درجے کی کوشش کیا کرتے تھے۔ اسی واسطے آنجناب آپ کے حق میں فرماتے ہیں۔ کہ میر مبین تو اللہ تعالےٰ کے بڑے اولیاء میں سے ہے اور جانجان چھوٹے اولیاء میں سے۔ اس سے بہتر اور کوئی عبارت آپ کی تعریف میں نہیں لکھی جاسکتی۔ آپ کے اصحاب میں سے میر محمد کو آنجناب کی عنائیت سے نسبت باطنی کو لطیفہ نفس کی فنا تک پہنچا کر صحیح کشف کونی حاصل ہے۔ اور آئیندہ ہونے والی خبروں کو دعوے سے لکھتے ہیں۔ اور فی الواقعہ ایسا ہی ہوتا ہے ملائک اور ارواح کو ظاہرا طور پر دیکھتے ہیں۔ ان کا بیان ہے۔ کہ میں ایک روز سردی کے موسم میں دریا میں نہا رہا تھا۔ کہ اتنے میں بھیڑیئے آکر کنارے پر کھڑے ہو گئے۔ مجھے تیرنا نہیں آتا تھا۔ اس لئے میں نے حضرت مبین خان کی طرف توجہ کی۔ تو کیا دیکھتا ہوں۔ کہ آپ ہاتھ میں عصا لئے ہوئے آن پہنچے ہیں۔ اور بھیڑیوں کو مار کر بھگا دیا ہے ۔

میر محمد معین خان رحمتہ اللہ علیہ

آپ میر مبین خان کے بھائی ہیں۔ اور آنجناب سے اخلاص اور محبت میں اکثر عزیزوں سے سبقت رکھتے ہیں۔ آپ نے آنجناب سے طریقہ حاصل کر کے طریقہ کی اجازت بھی حاصل کی۔ نہائیت مؤدب اور خوش خلق تھے۔ چنانچہ آنجناب ایک مکتوب میں آپ کی طرف لکھتے ہیں۔ کہ آدمیت کے جو آداب تم سے ظاہر ہوتے ہیں۔ ان میں کسی کو تمہارا شریک بنانا گویا ایک قسم کا ظلم کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے وجود کے نسخے کو اس سے بھی زیادہ صحیح بنائے۔ آج دسویں شوال کو تمہارے والد بزرگوار کی ماتم پرسی کی تقریب سے

کہ آنجناب آپ کے حال پر توجہ فرماتے ہیں۔ جس سے آپ کو بخارا میں قبولیت حاصل ہوئی اور بہت سے لوگ طریقہ کی طلب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ لیکن آپ کے دل کو وہاں قرار نہ تھا۔ ایک مرتبہ خواب میں دیکھا۔ کہ آپ کا ایک بلغ مدینہ منوّرہ میں ہے۔ جس میں آنجناب کی ایک نہر جاری ہے۔ اور اس سے پانی اس باغ میں آتا ہے۔ اور درختوں اور پودوں کو تروتازگی بخشتا ہے۔ اس خواب کے دیکھنے سے آپ کو آنحضرت صلعم کے روضہ مقدسہ کی زیارت کا شوق پیدا ہُوا۔ اور حج کا ارادہ کیا۔ آپ فرماتے تھے۔ کہ میرے دو لڑکے ہیں۔ مَیں اس بات کی منت مانتا ہوں۔ کہ ایک کو خانہ خدا کا مجاور اور دُوسرے کو مسجد مُصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کا خادم بناؤں +

حافظ محمد رحمتہ اللہ علیہ

آپ خواجہ موسیٰ خان کے اصحاب سے ہیں۔ اور انہیں کے حکم سے آنجناب سے استفادہ کیا۔ ایک مرتبہ آپ کو ایسی سخت روحانی قبض ہوئی۔ کہ کسی طرح بسط سے مبدل نہ ہوتی تھی اس وقت آپ فنائے نفس کے قریب قریب پہنچے ہُوئے تھے۔ حضرت خواجہ نقشبند رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا۔ کہ فرماتے ہیں "اے بیٹا! کیا تمہارے کیونکہ اصلی کام تو خطرات سے دل کو صاف کرنا اور نفس کو بُری خصلتوں سے پاک رکھنا ہے۔ سو تمہیں حاصل ہی ہے۔ عرصہ دراز کے بعد آپ سے کوئی نمایاں خدمت ظہور میں آئی۔ تو آنحضرت نے اس پر مہربان ہو کر فرمایا۔ کہ اب رفع قبض کا وقت آپہنچا ہے۔ اور عین عنایت سے آپ کے باطن کی طرف توجہ کی جس سے سالہا سال کا عقدہ لاینحل چشم زدن میں حل ہو گیا + مصرعہ

خدمت ترا بکنگرۂ کبریا شد

حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ العزیز فرماتے ہیں۔ ہم نے جو کچھ پایا ہے خدمت سے پایا ہے۔ وقف حماموں میں بیس سے زیادہ درویشوں کی خدمت اور بدن کی مالش کی ہے۔ تب میرا دل ان درویشوں کے راضی ہونے کے سبب آب معرفت سے دھویا گیا۔ اور ماسوی اللہ کی طرف توجہ کرنے کی ناپاکیزگی سے صاف ہُوا۔ آپ ایک ایسے شیخ کی خدمت کیا کرتے تھے۔ جو حضرت مجدّد صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا منکر تھا۔ اور اسی شیخ سے علم حدیث سند کیا کرتے تھے۔ آپ کو حضرت مجدّد رحمتہ اللہ علیہ کی رُوح پاک نے آنجناب کو آپ کے حال پر

اور صاحبدلوں کا ایک مجمع جایا کرتا۔ حلال روزی کی خاطر تجارت کا پیشہ اختیار کیا لیکن یہ پیشہ آپ کو یادِ آلہی سے غافل نہیں کرتا تھا۔ یہ آیت شریف "رجال لا تلهيهم تجارة ولا بيع عن ذكر الله" ایسے لوگ بھی ہیں جن کو خرید و فروخت یادِ آلہی سے باز نہیں رکھ سکتی آپ کے وصف حال تھی۔ مدت ہُوئی آپ اس جہان سے رحلت فرما گئے ہیں۔

محمد حسن عرب رحمتہ اللہ علیہ

آپ آنجناب کے قدیمی اصحاب سے ہیں۔ مجاہدہ قوی رکھتے ہیں۔ ہمیشہ روزہ رکھا کرتے چالیس ہزار مرتبہ زبانی ذکر کلمہ طیبہ کا اور دس ہزار مرتبہ نفی و اثبات دم روک کر کرتے ہزار مرتبہ سورہ اخلاص، درود اور استغفار ہر روز کا وظیفہ تھا۔ اللہ تعالیٰ کی تائید سے یہ آیۃ شریفہ "واذكروا الله كثيرا لعلكم تفلحون" اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرو۔ ہوسکتا ہے کہ تمہاری بہتری ہوجائے۔ آپ کے وصف حال تھی۔ رات کو جاگتے اور دن کو آنحضرت کی خدمت بجالاتے۔ روزے اور ذکر کی برکت سے صحیح کشف اور سلیم وجدان حاصل ہُوا۔ تین سال کے عرصے میں طریقہ احمدیہ کا سلوک انتہا تک پہنچایا۔ اور خلافت پاکر اپنے وطن میں طالبانِ حق کو تلقین کرنے میں مصروف ہُوئے۔

آنجناب فرماتے ہیں۔ کہ عمر بھر میں صرف ایک شخص میرے پاس ایسا آیا۔ جو طالب مولے اور راہ خدا میں مجاہدہ کرنے والا تھا۔ سو وُہ محمد حسن عرب تھا۔ یہی لفظ آپ کے وصف کے لئے کافی ہے۔

محمد قائم کشمیری رحمتہ اللہ علیہ

آپ خواجہ موسیٰ خان کے اصحاب سے ہیں۔ مقصود کی طلب میں سفر کی بہت سی تکلیفیں اُٹھائیں۔ اور بہت سے درویشوں کی صحبت میں رہے۔ آپ دن کو روزہ رکھتے اور رات کو جاگتے۔ راہ خدا میں از حد مجاہدہ کرتے۔ خواجہ موسیٰ خاں کے حکم سے آنجناب کی خدمت میں حاضر ہُوئے۔ اور آنجناب کی حسن تربیت سے تین سال کے اندر طریقہ کے انتہائی مقامات تک پہنچے۔ تعلیم طریقہ کی اجازت حاصل کر کے حضرت خواجہ موسیٰ خان کی زیارت کیلئے بخارا گئے۔ تو انہیں مرض موت میں مبتلا پایا۔ ان کے انتقال کے بعد کیا دیکھتے ہیں۔

میں حاضر ہوئے۔ اور نقشبندیہ طریقہ حاصل کرکے اس کے مقامات کے سلوک پر ساری ہمت خرچ کی۔ چھ مہینے تک تو آپ پر کوئی کیفیت ظاہر نہ ہوئی۔ لیکن تاہم آپ کوشش کرتے گئے۔ کیونکہ سب سے پہلی نعمت یادِ آلہٰی کی توفیق ہے۔ اور کیفیتوں اور حالات کا ادراک ہمیشہ یادِ آلہٰی میں مشغول رہنے پر موقوف ہے۔ وُہ ایک خاص وقت پر حاصل ہوتا ہے۔ اگر صُوفیہ احوال سے کچھ بھی دنیا میں ظاہر نہ ہو۔ تو آخرت میں جو دار جزا ہے ضرور اس کا ظہور ہوتا ہے۔ ؎

تو بندگی چو گدایان بشرط مزد مکن
کہ خواجہ خود روشِ بندہ پروری داند

ایک بزرگ نے فرمایا ہے۔ "التلذذ بالبکاء ثمن البکاء" رونے سے جو لذت حاصل ہوتی ہے وہی آہ و بکا کی قوت ہے۔ اور دُوسرے بزرگ نے فرمایا ہے۔ اللذاۃ فی الصلوٰۃ شرک۔ نماز میں لذت بمنزلہ شرک ہے۔ حکمت آلہٰی کسی کو تو اذکار کی کیفیتوں سے محظوظ کرتی ہے۔ کسی کو علمِ اسرار سے سرفراز کرتی ہے۔ کسی کو محض یاد اور طاعت کی توفیق سے ممتاز فرماتی ہے۔ لیکن یہ تینوں ہی مقبُول درگاہ ہیں۔ اسی واسطے بزرگوں نے فرمایا ہے۔ "منا من علم منا من جھل۔" جس طرح علم اسرار۔ حقائق۔ مشاہدہ اور تجلیات آلہیہ کی تفصیل شاذ و نادر ہوتی ہے۔ اسی طرح حالات باطنی کی جہالت بھی بہت ہی کم وقوع میں آتی ہے۔ اصلی کام تو اللہ تعالیٰ کی منشاء کی توفیق اور محبت ہے۔ "اَللّٰھُمَّ وَ فِّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی" اے پروردگار! ہمیں ان چیزوں کی توفیق عنایت کر جن سے تو راضی ہے۔

آپ کو بھی عنایت آلہی سے طریقہ کے حالات اور کیفیتیں وارد ہونی شروع ہوئیں۔ اور نقشبندی نسبت کے جذبات سے فائز ہُوئے۔ پانچ سال تک آنجناب کی خدمت میں رہکر فیوض حاصل کرکے تجلی ذاتی دائمی کے سلوک کو پہنچے۔ اور تعلیم طریقہ حاصل کر کے صحیح وسلامت اور بامراد اپنے وطن پہنچے۔ وہاں پہنچکر آپ کو مقبولیت حاصل ہوئی۔ چنانچہ بیشمار طالب آپ کی صحبت میں حاضر ہوئے۔ ظاہری علم کا درس چھوڑ کر احوال باطنی کے مطالعہ میں مشغول ہوئے۔ گوشہ میں بیٹھ کر توجہ الی اللہ کے مراقبات کرتے۔ نسبت باطنی کے حالات و غلبات کے وارد ہونے کے سبب آپ کو فرصت نہ ہوتی۔ لیکن آپ کی عمر نے وفا نہ کی۔ آپ کے قادری خاندان کا شیخ بیمار تھا۔ اس کی سلب مرض کے لئے توجہ کی۔ تو ان کا مرض آپ میں منتقل ہُوا۔ اسی مرض میں اس دُنیا سے انتقال فرمایا۔ اس سبب سے

توجہ کرنے سے منع فرمایا۔ گو آپ حلقہ میں آتے۔ لیکن آنجناب کی توجہ نہ پاتے۔ آنجناب نے فرمایا۔ کہ بے شک تمہاری سابقہ خدمات کے حقوق ہمارے ذمے ہیں۔ لیکن ہمارے پیران کبار کی مرضی نہیں کہ آپ کو توجہ دی جائے۔ اسی عرصہ میں آپ کو مرض جنون کا غلبہ ہوا۔ آخر زنجیروں میں جکڑے گئے۔ اسی جوش کی حالت میں یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔ ؎

نقشبندیہ عجب قافلہ سالار انند　　　که برند از رہِ پنہاں بحرم قافلہ را

اسی بیماری میں اس جہان سے کوچ کیا۔

مولوی قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ

آپ کو علم ظاہری کی کافی استعداد تھی۔ اس طریقہ کے کسی بزرگ سے ذکر کا سبق حاصل کر کے حضرت خواجہ مُوسیٰ کی صحبت سے استفادہ کیا۔ اور سات سال تک انکی خدمت کی۔ سلوک باطنی کا کام فنائے قلب۔ فنائے نفس اور ان دونو مقامات کے حالات اور واردات تک پہنچایا۔ آپ حضرت خواجہ محمد زبیر کے خلفاء خواجہ ضیاء اللہ اور شاہ عبد العدل اور حضرت شیخ محمد عابد کے خلیفہ شاہ عبد الحفیظ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے ہم صحبت رہے۔ اپنی نسبت میں قوت حاصل کی۔ پھر آنجناب کی خدمت میں رہکر کئی سال تک استفادہ کیا۔ اور مقامات عالیہ کو پہنچے۔ اور قریباً قریباً طریقہ کے انتہائی مقامات حاصل کئے۔ فنا اور نیستی آپ پر غالب تھی آپ مہذب اخلاق اور نرم دل تھے۔ آخری عمر میں نسبت باطنی کا استہلال اور اضمحلال آپ پر غالب ہوا۔ جس نے آپ کو از خود رفتہ بنا دیا۔ اور انتقال کیا۔

مولوی غلام یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ

آپ تقریر و تحریر میں علامہ روزگار تھے۔ اور نیک صفات سے موصُوف۔ قرآن مجید حفظ کر کے علم ظاہری کے درس میں مشغول ہوئے۔ علم معقول کی کتابوں پر مفید حاشیئے بھی لکھے ہیں۔ آپ کی طبیعت رسا اور ذہن نہایت درجے کا ذکی تھا۔ آپ نے قادری خاندان کے کسی بزرگ سے قادری طریقہ حاصل کر کے سالہا سال تک باطنی ذکر و شغل کی مشق کی۔ صبر قناعت اور توکل پر گذارہ کیا۔ جس سے آپ نے ایک خاص ہی شان اور وجاہت پیدا کی۔ آنجناب کی شہرت سُنکر آپ کے دل میں شوق دیدار پیدا ہوا۔ ملک پُورب سے آنجناب کی خدمت

کئے ہوتے تھے۔ اپنے عہد کے مشائخ سے ہم صحبت ہوتے۔ اور بزرگوں کی نظرِ عنائیت سے نصیبہ حاصل کرتے۔ اہل اللہ کے طریقوں کا ذکر و اشغال کر کے قلبی ذوق اور کیفیت حال کی۔ لیکن چونکہ آپ کو اس راہ کی کمال خواہش تھی۔ اس لئے تسلی نہ ہوتی تھی۔ ایک دن آپ مولوی غلام محی الدین اور مولوی عبدالحق آنجناب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور طلب طریقہ کا اظہار کیا۔ آنجناب نے دُوسرے دونو صاحبان کو تو منظور فرمایا۔ اور آپ کی نسبت فرمایا کہ تم میں وحشت معلوم ہوتی ہے۔ کچھ عرصہ اور فقرار کی طلب میں کوشش کرو۔ آپ دو سال تک دہلی کے مشائخ کی خدمت میں رہے۔ اور نیز جہاں کہیں کوئی شیخ سُن پاتے اسی کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ لیکن کہیں دل کو تسلی حاصل نہ ہوتی۔ پھر آنجناب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور لگاتار چھ سال آنجناب کی خدمت میں رہ کر صفات اور شیونات کی تجلیات سے گذر کر تجلیات ذاتیہ دائمیہ حاصل کیں۔ اور تعلیم طریقہ کی اجازت حاصل کی۔ آنجناب نے خرقہ عطا فرماتے روز آپ کو فرمایا۔ کہ تمہیں واقعہ میں غیب سے خوشخبری پہنچے گی۔ پھر مجھے (مصنّف کتاب) فرمایا۔ کہ میں نے ایک بڑے بزرگ کو خواب میں دیکھا ہے۔ کہ مجھ پر سورہ والضحیٰ پڑھ کر دم کیا ہے یہ اس بات کی بشارت ہے۔ کہ ہدائیت۔ ترقیات اور مقام رضا مجھے حاصل ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔ کہ جن دنوں میں نے آنجناب کی طرف رجوع کیا۔ تو حلقہ ذکر میں دیکھا۔ کہ حضرت غوث الاعظمؒ آنجناب کی جگہ تشریف فرما ہیں۔ اور نیز ایک روز میں نے دیکھا۔ کہ حضرت غوث الثقلینؒ تشریف فرما ہوئے ہیں۔ اور آنجناب نے کوئی چیز حجرے سے نکالکر بطور ہدیہ آنحضرت کی خدمت میں پیش کی ہے۔ اس وقت مجھے یقین ہو گیا۔ کہ اس خاندان میں قادری فیض بھی شامل ہے۔ کیونکہ غوث الاعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی توجہ کا فیض آنحضرت کی صُورت بن گیا تھا۔ اور دو مرتبہ مجھے دکھائی دیا۔ ایک معتبر شخص کی زبانی سُنا ہے۔ کہ آپ کے اُستاد مولوی باب اللہ نے حضرت غوث الثقلینؒ کے مزار فائیض الانوار کی زیارت کا ارادہ کیا۔ تو آنحضرت نے خواب میں فرمایا۔ کہ میرا فرزند غلام محی الدین آپ کا شاگرد ہے۔ اسکی زیارت گویا میری ہی زیارت ہے۔ سفر کی تکلیف برداشت کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ مولوی نعیم اللہ صاحب لکھتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ مَیں نے آپ کا پیراہن بطور تبرّک پہنا۔ تو مجھے اس قدر برکات اور فیوض حاصل ہوئے۔ کہ کبھی حاصل نہ ہُوئے تھے۔ اور نگ آباد میں آپ کے بہت سے اصحاب بن گئے۔ اور فیض حاصل کرتے رہے۔ کچھ مدّت وہاں

آنجناب کے دل پر بڑا سخت صدمہ گذرا۔ چنانچہ ایک عزیز کی طرف لکھا۔ کہ مولوی غلام یحییٰ کی موت کے زخم کا کوئی مرہم نہیں۔ ان کے واقعہ جانکاہ سے سینے میں آگ سی پھنک گئی ہے۔ اور زہرہ آب آب ہوگیا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ صبر کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ کیونکہ کل ہمیں بھی یہاں سے جانا ہی ہے۔ آپ نے وحدت وجود اور وحدت شہود کے مسئلے کے بارے میں ایک رسالہ لکھ کر آنجناب کی خدمت میں پیش کیا۔ جس پر آنجناب نے آپ کی بڑی تعریف کی۔ آنجناب نے اس رسالے کے ورق پر یہ عبارت تحریر فرمائی۔

"نحمد اللہ ونصلی علیٰ رسولہ" علماء کے سرگروہ۔ علم معقول و منقول کے جید عالم سید غلام یحییٰ اللہ تعالیٰ آپ کو بامراد کرے۔ جو اخوت مجھ ہیچمدان یعنی جانجانان سے رکھتے ہیں۔ میرے کہنے سے ایک مختصر سا رسالہ مسئلہ وحدت وجود و وحدت شہود کے بارے میں تحریر کرکے میری طرف بھیجا۔ حق تو یہ ہے۔ کہ باوجود اسقدر مختصر ہونے کے کافی و وافی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس بات کی آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ لیکن مسئلہ تطبیق سے تعرض کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ کیونکہ یہ توفیق بین مکشوفین اگرچہ تکلف سے خالی نہیں۔ لیکن تاہم اس میں ایک عمدہ مصلحت پائی جاتی ہے۔ "ھی الاصلاح بین الفئتین العظیمتین رحم اللہ عبدا انصف ولم یتعسف والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ" یہ دو بڑے لشکروں کے درمیان اصلاح ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندے پر جس نے انصاف کیا ہے۔ اور رُو رعایت نہیں کی رحم کرے۔ جو شخص پیروی کرے اس پر سلام ہو۔

مصنف کتاب فرماتے ہیں۔ کہ ان دونو مسئلوں میں تطبیق جن میں سے ایک تو مقتضیات مقامی سے پیدا ہوتا ہے۔ اور دُوسرا کسی اور مقام سے فائز ہوتا ہے۔ اہل حال کے نزدیک محال ہے۔ لیکن تحقیق میں دونو مخفی نہیں ہیں۔ جس شخص نے طریقہ مجددیہ میں علم اور وجدان سے سیر کی ہے۔ اس پر یہ بات ظاہر ہے۔

مولوی غلام محی الدین رحمتہ اللہ علیہ

صحیح النسب سادات سے ہیں۔ اور نسب میں آپ کا سلسلہ حضرت غوث الثقلین تک پُہنچتا ہے۔ علم معقول اور منقول کے عالم۔ حافظ قرآن۔ ماہر علم حدیث۔ زاہد۔ عابد ماسوی اللہ سے متنفر اور متوکل تھے۔ طلب خدا کے غلبہ کی وجہ سے آشنا اور بیگانے سے قطع تعلق

ہاں ضیافت کی تقریب سے حاضر تھا۔ کھانا کھاتے ہی باطنی حضوری اور صفائی زائل ہوگئی۔ اور دل پر تاریکی سی چھاگئی۔ جو کسی عمل سے بھی دُور نہیں ہوتی تھی۔ درویشوں کی صحبت کا شوق دل میں پیدا ہوا۔ کہ شائد کسی بزرگ کی توجہ ہی سے وہ حضوری اور صفائی پھر حاصل ہوجائے میں بہت سے بزرگوں کی خدمت میں حاضر ہوا۔ لیکن دل کو جمعیت اور آگاہی حاصل نہ ہوئی آخر کار جب آنجناب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو زیارت کرتے ہی دل کو اطمینان حاصل ہوا۔ آنجناب سے نقشبندیہ طریقہ حاصل کیا۔ میرے حال پر آنجناب نے نہائیت توجہ فرمائی لیکن پندرہ روز تک کوئی اثر میں نے اپنے آپ میں نہ پایا۔ آنجناب فرماتے تھے۔ کہ تمہارے لطائف خوب جاری ہیں۔ میں چُپ تھا۔ ایک روز میں رستہ چل رہا تھا۔ کہ اچانک دل میں حرکت پیدا ہوئی۔ جس سے اسم اللہ ذات کی آواز مجھے سُنائی دی۔ جس نے مجھے مضطرب بنادیا۔ مصنّف علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں۔ کہ آپ کے ذکر کی حرکت میں نے بچشم خود دیکھی ہے دل کی حرکت مُبتدی کو بہت پسند آتی ہے۔ لیکن اصلی غرض تو یہ ہے۔ کہ توجہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی طرف رہے۔ اور ماسوی اللہ سے خیالات ہٹ جائیں۔ آپ فرماتے ہیں۔ کہ مجھ پر ایک مشکل آن پڑی۔ جس کے حل ہونے کی کوئی تدبیر نہ سوجھتی تھی۔ میں نے حضرت مجدّد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ختم حاجت روائی کے لئے شروع کیا۔ تو خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک نہائیت بڑا سمندر ہے جس میں طوفان برپا ہے۔ اور سخت آندھی چل رہی ہے۔ اور اس میں میں اپنی کاغذی ناؤ کو بہاؤ کے اُلٹے رُخ لیجانا چاہتا ہوں۔ اور سخت مضطرب ہوں کہ کس طرح کنارے پر پہنچونگا۔ اتنے میں ایک شخص نے غیب سے آواز دی کہ ڈرو نہیں۔ تمہاری کشتی حضرت مجدّد رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی مدد سے پار لگ جائیگی۔ پھر ہوا تھم گئی اور کشتی صحیح وسلامت کنارے پر پہنچ گئی۔ اس خواب کے دُوسرے تیسرے روز ہی وہ مشکل حل ہوگئی۔ اب مشکلات کے لئے حضرت مجدّد صاحب کی جناب میں التجا کرتا ہوں تو غیب سے خود بخود حل ہوجاتی ہیں۔

میر رُوح الامین رحمتہ اللہ علیہ

قصبہ سونی پت کے بڑے بزرگ سیدّوں میں سے ہیں۔ ایک بزرگ سے قادری طریقہ حاصل کرکے شغل باطنی میں مشغول ہوئے۔ اور نیز ایک بزرگ سے خاندان شطاریہ کے بعض اذکار اخذ کرکے واردات کے عجائبات حاصل کئے۔ آپ فرماتے ہیں۔ کہ اسم ذات

رہ کر حج کا ارادہ کیا۔ اور زیارت سے مشرف ہو کر خانہ خدا یا مدینہ منورہ کے قرب و جوار میں ہمیشہ کے لئے آرام کیا۔

مولوی نعیم اللہ صاحب بھرائچی

آنجناب کے عمدہ خلفاء سے ہیں۔ علم معقول اور منقول کے جامع ہیں۔ تحصیل علم میں بڑی کوشش کی۔ پھر علم باطنی کی تحصیل میں مشغول ہوئے۔ خواب میں بشارت ملی۔ کہ اس دولت کا حاصل ہونا شیخ کامل و مکمل کی صحبت پر موقوف ہے۔ اور ابھی بات کا وقت نہیں آیا۔ پس طریقہ نقشبندیہ کا علم حاصل کرنے کے بعد محمد جمیل کے حلقہ سے جن کا ذکر پہلے گذر چکا ہے طریقہ حاصل کر کے تجلیات ذاتیہ دائمیہ حاصل کیں۔ اجازت اور خلافت کا خرقہ لیکر اپنے وطن جا کر طالبان راہ حق کی ہدائیت میں مشغول ہوگئے۔ آپ کی صحبت میں دلوں کو جمعیت اور حضور حاصل ہوتا تھا۔ آپ کمال استقامت اور پیروی سنت نبوی میں نہائیت کامل اور اخلاق حسنہ سے آراستہ ہیں۔ گوشہ صبر و قناعت میں، یاد الٰہی میں وقت بسر کرتے ہیں آنجناب کو آپ کے حال پر بڑی نظر عنائیت تھی۔ چنانچہ اپنے حال کی بابت خود لکھتے ہیں کہ میری نسبت آنجناب نے لکھا ہے۔ کہ تمہاری چار سال کی صحبت دوسروں کی بارہ سال کی صحبت کے برابر ہے۔ اور یہ کہ تمہاری صحبت کے فیض اور نور نسبت سے بہت لوگ منوّر اور فائیض ہونگے۔ اور نیز اللہ تعالےٰ تمہیں دو نوجوان کی فتوحات عنائیت کریگا۔ فقط۔ اللہ تعالےٰ آپ کو ان کمالات سے سلامت رکھے۔ میں نے سُنا ہے۔ کہ آپ کے اصحاب میں سے کرامت اللہ اور اسد علی بیگ نیک احوال ہیں۔

مولوی کلیم اللہ بنگالی رحمتہ اللہ علیہ

آنجناب کے جلیل القدر خلفاء سے ہیں۔ آنجناب سے طریقہ حاصل کر کے کئی سال تک فیوض باطنی حاصل کرتے رہے۔ اور کمالات نسبت حاصل کر کے اجازت لیکر وطن گئے۔ آپ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت مجدّد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکتوبات شریف کے مطالعہ کے سبب آنحضرت سے بڑی عقیدت اور محبّت ہوگئی۔ اور آنحضرت کی تحقیقات اور کلام شریف سے دل کو حضوری اور آگاہی ہمیشہ کے لئے حاصل ہوگئی۔ ایک مرتبہ مرشد آباد کے قاضی کے

بلند مقامات تک پہنچایا۔ اور ذاتی تجلیات سے فائز ہو کر یادِ الٰہی میں خوش وقت رہتے۔

محمد واصل و محمد حسین رحمہا اللہ

اس طریقے کے ایک بزرگ سے ذکر اور مراقبے کی تلقین حاصل کر کے اٹھارہ سال اسی بزرگ کی خدمت میں بسر کئے۔ حالات کے سکر شامل حال تھے۔ ساری رات مراقبہ کی بیخودی میں بسر کرتے۔ اپنے پیر کے انتقال کے بعد آنجناب کی خدمت میں حاضر ہو کر اس طریقے کے فیوض حاصل کئے۔ اس عرصے میں محمد واصل رحلت فرما گئے جن کی قبر حضرت خواجہ باقی باللہ قدس اللہ سرہٗ کے قریب ہی ہے۔ لیکن محمد حسین نے آنجناب کی خدمت میں رہ کر خوب ترقی کی اور نیک کیفیتیں حاصل کیں۔ ولایت قلبی کی سیر میں عاشقانہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

شعر خنجرِ نازِ تو تنہا نہ مرا کشتہ و بس — یعلم اللہ کہ جہاں جملہ قتیل ست تو قتیل

دلوں کو محظوظ کر کے ذوق حاصل کرتے۔ سیر سلوک کی نسبت کو کمالات تک پہنچایا۔ چونکہ آپ نسبت قلبی کے استغراق کے خوگر تھے۔ اس واسطے مجددی نسبت کی لطافت اور بیرنگی سے چنداں محظوظ نہیں ہوا کرتے تھے۔ ایک روز میں (مصنفؒ) ان کے حال پر توجہ کر کے ہر ایک مقام کی کیفیتوں سے انہیں آگاہ کیا۔ انہوں نے کہا کہ میں نے ہر مقام کی کیفیتوں اور حالات کو جدا جدا معلوم کر لیا ہے۔ لیکن نسبت کمالات میری سمجھ میں نہیں آتا۔ میں نے کہا۔ کہ امام طریقہ حضرت مجدد صاحب نے اس نسبت عالی کے حصول کے لئے جہل و نکارت کا ہونا فرمایا ہے۔ جو تجلیات ذاتیہ کے وجدان اور ادراک سے قاصر ہے پس کچھ عرصہ چار و ناچار صحبت مبارک میں حاضر ہوتا رہا۔ جب اس بیرنگی اور لطافت نے قوت پائی۔ اور اس مقام میں ان کا قدم راسخ ہو گیا۔ تو پھر وہ شکایت بھی شکر سے تبدیل ہو گئی۔ اور تعلیم طریقہ کی اجازت لیکر وطن چلے گئے۔

شیخ غلام حسین تھانیسری

آپ آنجناب کے برگزیدہ اصحاب سے ہیں۔ آپ نے ملک پنجاب کے شہر پٹیالہ میں علم فقہ حاصل کیا۔ اور شیخ غلام قادر شاہ قادری سے قادری طریقہ حاصل کر کے سات سال حضرت محمد میر کی صدمت میں بسر کئے۔ آپ نے حضرت شیخ الشیوخ محمد عابدؒ کے خلیفہ صوفی

کے ذکر نے مجھ پر ایسا غلبہ کیا۔ کہ ہر جگہ اسم اللہ دکھائی دیتا تھا۔ ایک مرتبہ میں نے دیکھا کہ قبلے کے رُخ کی دیوار پھوٹ گئی ہے۔ اور کعبہ شریف کا جمال بے حجاب ظاہر ہوا۔ اولیاء اللہ کی ارواح ظاہری آنکھوں سے میں دیکھا کرتا۔ قلبی شوق اور حرارت شامل حال تھی۔ لیکن پھر بھی دل کو اطمینان نہ تھا۔ یہانتک کہ میں آنجناب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تب مجھے جمعیت اور طمانیت حاصل ہوئی۔ اور جو میری آرزو تھی پوری ہوئی۔ آپ کئی سال تک آنجناب کی خدمت میں رہکر استفادہ کرتے رہے۔ اور اجازت طریقہ حاصل کی۔ آپ نے ترقی کر کے نسبت کو کمال تک پہنچایا۔ استقامت قوی تھی۔ آنجناب فرماتے ہیں۔ کہ آپ محمدی مشرب ہیں۔ اور نسبت قوی رکھتے ہیں آخری عمر میں قرآن مجید حفظ کیا کرتے۔ "بعد محمدؐ ختم نہ کیا تھا کہ اس دار فانی سے کوچ کیا۔ سیوطی رحمتہ اللہ علیہ نے شرح الصدور میں۔ اجازت بیان فرمائی ہے۔ کہ جو شخص قرآن مجید حفظ کر رہا ہو۔ اور بے ختم کئے فوت ہو جائے۔ تو فرشتے اسے ایک سیب دیتے ہیں۔ جس کے سونگھتے ہی باقی قرآن شریف حفظ ہو جاتا ہے۔ آپ کے فرزند میر غلام حسین نے جنہوں نے آنجناب سے طریقہ حاصل کیا تھا واقعہ میں ایک بزرگ کی روح سے پوچھا کہ میرے والد میر روح الامین کی کیا حالت ہے۔ اس نے کہا۔ کہ ہمارے پڑوس ہی ہیں قرآن مجید کی تلاوت کیا کرتے ہیں۔ سیوطی نے اسی کتاب میں اس بات کا اکثر ذکر کیا ہے۔ کہ مردے قبروں میں قرآن شریف کی تلاوت کرتے ہیں۔ اور حدیث میں بھی ہے۔ "کما تعیشون تموتون و کما تموتون تبعثون" "جس طرح تم زندگی بسر کرو گے۔ اسی طرح مروگے اور جس طرح مروگے اسی طرح تمہارا حشر ہو گا"

اس بیان سے ممکن ہے۔ کہ آپ بھی قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہوں۔ مردوں کا اس طرح تلاوت کرنا ان کی عادت پر منحصر ہے۔ اس میں کسی قسم کی تکلیف نہیں۔ تکلیف کا مدار تو دنیا ہے ایک ولی اللہ فرماتے ہیں۔ کہ اگر بہشت میں نماز نہیں۔ تو مجھے اس سے نیاز نہیں۔ نماز اور مناجات کی لذت کو دُنیاوی اور آخروی لذتوں سے بہتر جانکر عبادت کی آرزو کی ہے۔ بہشت میں جو کچھ چاہیگا میسر ہو گا۔ اور اللہ تعالےٰ کی رضامندی حاصل ہو گی۔

شاہ محمد شفیع رحمتہ اللہ علیہ

آپ نے کسی بزرگ سے طریقہ حاصل کر کے آنجناب کی خدمت میں رہکر باطنی کام

قبولیت عامہ حاصل ہوئی۔ اور لوگ آپ کی خدمت میں آنے شروع ہوئے۔ آپکے احوال اعمال اور اقوال ہم پسماندوں کے لئے باعث فخر ہیں۔ انہوں نے ماسوی اللہ سے قطع تعلق۔ یاد مولیٰ کا اشتغال۔ اور خلقت کی آمد و رفت بند کر رکھی تھی۔ جو کہ دوستان خدا کا مقصود ہوتا ہے۔

نواب ارشاد خان

آپ آنجناب کی جناب کے مخصوص اصحاب سے ہیں۔ اخلاق حمیدہ سے موصوف اور آنجناب کی محبت میں ایسے ثابت قدم تھے۔ کہ ہر ایک ایسے مقام کو حاصل نہیں کرسکتا۔ آنجناب کی صحبت کی برکت سے باوجود اسقدر دنیاوی تعلقات کے اس خاندان کی نسبت کو حاصل کرکے اجازت طریقہ بھی حاصل کی۔ آنجناب کی خدمات لائقہ بجالا کر ایک خاص قرب اور محبت حاصل کی۔ آپ کے فرزند ظفر علیخاں نے بھی آنجناب ہی سے طریقہ حاصل کیا۔ مدت ہوئی کہ دونو باپ بیٹا اس جہان فانی سے عالم جاودانی میں انتقال فرما گئے ہیں۔

غلام مصطفےٰ خان رحمتہ اللہ علیہ

آپ حضرت شاہ ولی اللہ محدث رحمتہ اللہ علیہ کے اصحاب سے ہیں۔ آپنے آنجناب کی حسن تربیت کے سبب خاندان احمدی کی نسبت سے کافی حصہ حاصل کیا۔ نسبت باطنی کے سلوک میں تجلیات ذاتیہ دائمی کے مقام تک پہنچکر تعلیم طریقہ کی اجازت حاصل کی۔ چند ایک آدمیوں کو یاد آلہی میں مشغول بھی کیا۔ آپ نرم اخلاق سے آراستہ تھے۔ خلق خدا کی تعظیم جو کمالات آلہی کا مظہر ہے۔ ازحد کیا کرتے۔ تنخواہ دیتے وقت مقررہ وقت سے زیادہ دیتے۔ آنجناب کے نہائیت مخلص تھے۔ اور بہت سی پسندیدہ خدمات بجالا کر مقبول خدا بنے۔ کیونکہ درویشوں کے خادم کو ہمیشہ فیض حاصل ہوتا ہے۔ "نعم المال الصالح للرجل الصالح" "نیک اور حلال مال نیک آدمی کے لئے بہتر ہے" آپ کے صف حال تھا۔ آپ کی وفات کے بعد آنجناب آپکے مزار پر تشریف لائے۔ اور دیر تک مراقبہ کیا۔ پھر سر اُٹھا کر فرمایا۔ سبحان اللہ اگر مجھے یہ معلوم ہو جائے۔ کہ میری قبر اس طرح انوار آلہی میں لپٹی ہوئی ہوگی۔ تو آج ہی اپنے دروازے پر شادیانے بجواؤں۔ اسقدر مغفرت اور

عبدالرحمن کو دیکھا تھا۔ اور ان سے توجہات حاصل کر کے کثرت ذکر کے سبب کہ سات سال تک ہر روز پانچہزار مرتبہ حبس نفس سے نفی اثبات کرتے رہے۔ جمعیت حاصل کی اور پھر آنجناب کی خدمت میں کئی سال بسر کئے۔ آنجناب کی توجہ سے مراتب طریقہ میں خوب ترقی کی۔ سیر وسلوک باطنی کا کام اسم الظاہر کی تجلیات سے بڑھ کر اپنے باطنی معاملہ کو اسم الباطن کی تجلیات تک پہنچایا۔ اسی واسطے حبس نفس اور کیفیات ولائیت کی گرمی کا اثر آپ کے نفس مبارک میں ہے۔ شوق کی گرمی۔ آزادی اور بے تکلفی آپ میں بہت ہے آپ کی وجدانیات حالات باطنی کے بارے میں صحیح ہیں۔ رامپور میں آپ سے پٹھانوں نے طریقہ حاصل کیا۔ اور آپ کی توجہ سے انہیں قلبی حرارت اور گرمی حاصل ہوئی۔ میں نے آپ کے اصحاب کو آپ کی صحبت سے بہرہ ور ہوتے دیکھا ہے۔ چنانچہ ان میں سے دو شخص ممتاز ہیں۔ درویشی اس بات کا نام ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ہو رہے۔ سعادت یہی ہے۔ کہ اپنی عمر یاد الٰہی اور پیروی سنت نبوی میں بسر کی جائے۔ اور زندگی میں آخرت کے لئے کچھ حاصل کر لیا جائے۔ آپ حج کے لئے بھی گئے۔ سو شکر ہے کہ حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہو کر سلامت واپس آئے۔

مولوی عبدالکریم و مولوی عبدالحکیم

دونو صاحب تحصیل علوم کر کے آنجناب کا شہرہ سنکر پورب سے آنجناب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور طریقہ نقشبندیہ حاصل کیا۔ اور چند سال حضور اور آگاہی کے انوار کے فیوض حاصل کر کے مقام اجازت کو پہنچے۔ اور طالبوں کے ارشاد کا اذن لیکر وطن پہنچے۔ مولوی عبدالکریم تو قاضی بنے اور مولوی عبدالحکیم گوشہ نشینی اختیار کر کے یاد الٰہی میں مشغول ہوئے۔ دوپہر کے وقت تھوڑا سا بے مزہ کھانا کھا کر پھر مراقبہ ذکر میں مشغول ہو جاتے۔ اسی واسطے ان کی نسبت میں طاقت بہت آگئی۔ اور خوارق عادت بھی بہت سے ظہور میں آئے۔ کوئی دولتمند آپ کے پاس پندرہ ہزار روپیہ بطور ہدیہ لایا۔ اور عرض کی کہ آپ مجھے دست بیعت کریں۔ لیکن آپ نے قبول نہ فرمایا۔ ایک مرتبہ ایک کوڑھی نے بطور تبرک آپ کے وضو کا پانی اور اس سے تر شدہ مٹی بدن پر ملی۔ اور کچھ پانی پی لیا چند روز ایسا کرنے سے وہ بالکل تندرست ہو گیا۔ ایسی ایسی کرامتوں کے ظہور سے آپکو

ہر سال اپنے وطن سے چلکر آنجناب کی خدمت میں حاضر ہو کر طریقہ کے انوار حاصل کرتے۔ آنجناب کی متابعت۔ محبّت اور اخلاص میں ثابت قدم تھے۔ آپ نے آنجناب کی اجازت بغیر کوئی کام نہیں کیا۔ چنانچہ ایک مرتبہ جب قے کرنی چاہی۔ تو اپنا گلا بند کر کے آنجناب کی خدمت میں پہنچے۔ کہ اگر اذن ہو تو استفراغ کروں۔ آنجناب کی کمال متابعت کی وجہ سے مقبول خدا بنے طالب آپکی خدمت میں حاضر ہوتے۔ اور آپ کی توجہ کی برکت سے انہیں جمعیت اور حضوری حاصل ہوتی۔ معتبر آدمیوں کی زبانی سُنا گیا ہے۔ کہ ایک مرتبہ ایک خاص شخص پر جذبے سے توجہ فرمائی۔ تو وہ شخص تاب نہ لا کر دیر تک اضطراب کی حالت میں رہا۔ آخر اسی حالت میں اس جہان سے کوچ کر گیا۔ آپ کی ذات بابرکات بہت غنیمت ہے۔ آپ علم اور تعلیم طریقہ کے شغل میں اپنا وقت خوشی سے بسر کر رہے ہیں۔

مُلّا عبدُ الرزاق

آپ علم فقہ اور اصول میں ماہر ہیں۔ اور آنجناب کی صحبت میں رہکر نیک حالات حاصل کر لئے ہیں۔ قرب آلہی کے مدارج میں بھی ترقی کر کے کمالات تک پہنچے۔ اور تعلیم طریقہ کی اجازت حاصل کر کے علم ظاہری اور باطنی کی فیض رسانی میں اوقات بسری کر رہے ہیں۔

مُلّا جلیل

آپ نے آنجناب کی خدمت میں کئی سال رہکر انوار باطنی حاصل کئے۔ باطنی نسبت کو کمالات تک پہنچایا۔ تعلیم طریقہ کی اجازت حاصل کر کے یاد آلہی میں خوشی سے وقت بسر کرتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا اُسے باطنی شغل میں مشغول کر کے اس کے دل کو زندہ کیا۔

مُلّا عبد اللہ

آپ عالم۔ ادیب اور صالح تھے۔ آنجناب کی صحبت کی برکت سے صاحب حضوری اور آگاہی ہو گئے تھے۔ چند روز مُلّا نور محمد کی صحبت میں رہکر اپنے وطن جا کر ذکر و مجاہدہ کی کثرت سے احوال قلبی میں رسوخ پیدا کیا۔ بہت سے طالب آپ کے پاس جمع ہو گئے۔ اور آپکی توجہات سے جمعیّت اور حضوری حاصل کی۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کے بھائی نے جس نے

رحمت کا ظہور آپ کے حسن اخلاص کے سبب سے تھا۔

اخون نور محمد قندھاری رحمتہ اللہ علیہ

علم دین سے واقف تھے۔ آخون فقیر سے طریقہ حاصل کر کے اسی خاندان کے اذکار کی مشق کر کے تعلیم طریقہ کی اجازت حاصل کی۔ گو آپ کے سینے میں سوز اور دل میں گداز بہت تھا۔ لیکن درد دل کو تسکین نہیں ہوتی تھی۔ آنجناب کی خدمت میں حاضر ہو کر نقشبندیہ طریقہ حاصل کیا۔ اور کئی سال تک صحبت کے فیض حاصل کرتے رہے۔ طریقہ احمدیہ کے سلوک کا کام قریباً قریباً انجام تک پہنچایا۔ نورانی نسبت رکھتے تھے۔ خلوت اور گوشہ نشینی میں اوقات بسر کرتے تھے۔ آنجناب کی وفات کے بعد آپ نے فرمایا۔ کہ آنجناب کی نیابت کا منصب اور طریقہ کو رواج دینا مجھے ملا ہے۔ حضرت ایشاں محمد معصوم اور حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ اسرارہا کی ارواح مبارک سے میری نسبت تازہ ہو گئی ہے۔ اور یہ کہ باطنی افاضہ کی دولت مغلوں کے گھر سے نکلکر پٹھانوں کے گھر میں آکر احوال طالبوں کی رونق افروز ہوئی ہے وہ شخص جو حضرت محمد زبیر اور اس خاندان کے مشائخ کی صحبت میں رہ چکا ہے بیان کرتا ہے۔ کہ آپ کے باطنی انوار اور برکات اس قدر ریلوہ ہو گئے۔ کہ گویا خشک نہر میں میٹھا پانی جاری ہو گیا ہے۔ اور نیز چند آدمی جو آپ کی خدمت میں طریقہ حاصل کرنے کے لئے آئے بیان کرتے ہیں کہ واقعی آپ کی خدمت میں بہت سے فیوض حاصل ہوتے ہیں۔ اسی واسطے آپ لمبے چوڑے دعوے کرتے تھے۔ کہ جو فیض اور طے مقامات آنجناب کی صحبت میں عرصہ دراز میں حاصل ہوتے تھے وُہ میری ایک توجہ سے طالبوں کو حاصل ہو جاتے ہیں۔ فی الواقعہ آپ طریقہ احمدیہ کے مُطابق علم اور عمل سے آراستہ تھے۔ لیکن آپ کی عمر نے وفا نہ کی۔ چند ہی روز میں انتقال فرمایا۔

مُلا نسیم

آنجناب کے بڑے خلفاء سے ہیں۔ طریقہ احمدیہ کا باطنی سلوک آنحضرت کی توجہ عالیہ سے قریباً قریباً اختتام تک پہنچایا۔ کمالات تربیت تک کے مقامات حاصل کر کے بطریق طفرہ اس مقام تک پہنچے۔ جہانتک اللہ تعالیٰ کو منظور تھا۔ آپ کے حالات نیک تھے

ہے۔ اس لئے کچھ حال مجملاً لکھتا ہوں۔ سو یہ ہے کہ درحقیقت اس فقیر کا وجود شروع میں پانی کا قطرہ تھا۔ اور آخیر میں مٹھی بھر خاک ہوگا۔ عالم اعتبار میں اس خاکسار کا سلسلہ نسب اٹھائیسویں پشت میں محمد بن حنفیہ کے توسط سے شیر بیشۂ کبریا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہ تک پہنچتا ہے میرے اجداد میں سے ایک بزرگ امیر کمال الدین نام نویں صدی میں کسی تقریب سے شہر طائف سے ترکستان میں وارد ہوئے۔ وہاں پر آپ کا نکاح وہاں کے ایک حاکم جو قاقشالان قوم کا سردار تھا ہوا۔ چونکہ اس سردار کے ہاں اولاد نرینہ نہ تھی۔ اس لئے وہاں کی حکومت آپ کی اولاد کو ملی۔ جس وقت ہمایوں بادشاہ نے ہندوستان کو سوری خاندان کے پٹھانوں سے چھڑایا۔ اس خاندان میں سے دو بھائی محبوب خان اور بابا خان نام کو جن کا سلسلہ نسب تین پشت سے امیر مذکور تک پہنچتا ہے ساتھ لایا۔ ان دونو کا حال تواریخ اکبری میں لکھا ہوا ہے۔ ان بزرگوں کا سلسلہ نسب والدہ کی طرف سے امیر صاحبقران کے خانوادے تک پہنچتا ہے۔ اور میرا نسب چار پشت سے بابا خان تک پہنچتا ہے۔ میرے والد خان مذکور کے جرم میں جو کہ عہد اکبری میں باغی ہو گیا تھا۔ اپنا منصب کھو بیٹھے۔ پھر بہت مدت اورنگ زیب بادشاہ کی خدمت میں گذار کر دنیاوی دولت کو ترک کیا۔ اور قادری طریقہ کے ایک خلیفہ سے مستفید ہوئے۔ ۱۱۳۰ھ ہجری میں آپ کا انتقال ہوا۔ ۱۱۱۳ھ ہجری میں میری ولادت ہوئی۔ سولہ سال کی عمر میں میں یتیم ہو گیا۔ بیسویں سال ہمت کی کمر باندھ دنیا سے ہاتھ اٹھا لیا۔ اور کوشش کے ساتھ فقر کی راہ طے کرنی شروع کی۔ علوم متعارفہ اپنے والد بزرگوار کی زندگی ہی میں حاصل کئے۔ حدیث کی کتابیں شیخ المحدثین شیخ عبداللہ ابن سالم مکی کے شاگرد حاجی محمد افضل سیالکوٹی سے پڑھیں۔ اور قرآن مجید کی سند شیخ القرار شیخ عبدالخالق شوقی کے شاگرد حافظ عبدالرسول دہلوی سے حاصل کی۔ طریقہ نقشبندیہ کا ذکر معہ خرقہ و اجازت حضرت سید السادات سید نور محمد بدایونی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو دو سلسلوں سے حضرت قیوم ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتے ہیں حاصل کی۔ بہت مدت ان کی خدمت میں بسر کی۔ ان کی وفات کے بعد اس طریقہ کے متعدد بزرگوں سے استفادہ کیا۔ اور آخر کار حضرت شیخ الشیوخ شیخ محمد عابد سنامی رحمۃ اللہ علیہ کے آستانہ فیض آشیانہ پر جو دو سلسلوں سے حضرت مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتے ہیں۔ نیازمندی کی جبہ سائی کی۔ مدت تک آپ کی خدمت کی اور طریقہ قادریہ۔ سہروردیہ اور چشتیہ کی اجازت اور خرقہ حاصل

کہ آپ ہی سے تعلیم طریقہ کی اجازت حاصل کی تھی۔ حلقہ ذکر کی صحبت کو گرم کیا۔ انہوں نے بھی مستعار زندگی سے خلاصی پاکر ایک بزرگ کو اپنا قائم مقام چھوڑا جس کی طرف بہت لوگ رجوع کرتے ہیں ؛

مُلّا تیمور

آپ نے آنجناب سے طریقہ حاصل کر کے فنائے قلبی کا مقام حاصل کیا۔ اور حضوری اور آگاہی کے احوال سے فائز ہوئے۔ ملّا نور محمد کی صحبت میں رہکر اپنے وطن جاکر ریاضت شاق اختیار کی۔ اور نسبت باطنی کی نگہداشت حد سے زیادہ کی۔ آپ کی نسبت میں ذوق۔ شوق۔ اور استغراق پیدا ہوگیا۔ اور آپ کی طرف طالب رجوع کرنے لگے۔ بہت سے لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر توبہ کی۔ اور کافروں نے آپ کے باطن مبارک کی گرم تاثیرات کو دیکھکر اسلام قبول کیا۔ اور آپ کی توجہ سے طریقہ میں مشغول ہیں۔ رافضی لوگ بھی آپ کی جذب صحبت کے باعث اہل سنت وجماعت کی طرف مائل ہوکر داخل طریقہ ہوئے۔ حرارت۔ شوق کے طالب مُلّا نسیم کی صحبت میں مقصد نہ پاکر آپ کی صحبت سے اپنے مقصود کو پہنچے۔ اللہ تعالیٰ کا ہزار بار شکر ہے۔ کہ آنجناب کے اصحاب سے ملّا اولیا۔ ملّا ابراہیم۔ شاہ لطف اللہ مُلّا سیف الدین۔ محمد خاں۔ خواجہ محمد عمر۔ خواجہ یونس۔ شیخ قطب الدین۔ شیخ محمد امین۔ شیخ غلام حسین اور دوسرے بزرگ قرب خدا کے مقامات کو پہنچے۔ اور ماسوی اللہ سے قطع تعلق کیا ؛

فصل اُن مکتوبات کے ذکر میں جو آنجناب نے اپنے بعض اصحاب کی طرف تحریر فرمائے ہیں

مکتوبِ اوّل

برخوردار نے مجھ سے حسب ونسب کی بابت کئی بار التماس کی ہے۔ لیکن چونکہ اس میں معتد بہ فایدہ نہ تھا۔ اِس لئے جان بوجھ کر اس سے غفلت کی۔ اب جب کہ سماجت حد سے گذر گئی

دُوسرے شبہے کا جواب یہ ہے۔ کہ اہل کمال کے باطنی آثار کا معلوم کر لینا کوئی آسان کام نہیں۔ خصوصاً بکیف نسبت کا ادراک۔ یہ طریقہ ہر کس و ناکس کا کام نہیں۔ لیکن صاحب فراست سے مخفی بھی نہیں۔ ہاں ظاہری علامات میں جو کثرت طاعت۔ ریاضت اور ذوق وشوق کے افراط اور تجرد اور قطع تعلق سے حاصل ہوتی ہیں۔ اخلاص اور ریا اور حق اور باطل والے سبھی شامل ہیں۔ گناہ سے پاک سوائے معصُومین کے اور کوئی نہیں۔ اور حق بات تو یہ ہے۔ کہ نبوت کے زمانے کی دوری اور قیامت کے نزدیک آجانے کے سبب ظاہری اور باطنی تمام امُور میں کمزوری آگئی ہے لیکن یہ بشارتیں بے حقیقت نہیں۔ اور بشارت سے ان بزرگوں کا مقصُود یہ ہے۔ کہ مرید کو اس مقام سے حِصّہ حاصل ہو گیا ہے۔ نہ اَیسا جیسا کہ گذشتہ مشہور اولیاء کو حاصل ہُوا ہے۔ اگر اَیسا ہوتا تو مساوات لازم آتی۔ اگر کوئی خوش اعتقاد مرد کچھ مدت صرف کرے۔ اور کوشش کر کے اس دولت میں شریک ہو جائے تو ممکن بھی ہے ہے

فیض روح القدس ار باز مدد فرماید　　دیگراں ہم بکنند آنچہ مسیحا ئے کرد

نیز واضح رہے کہ ان حضرات کی نسبت ایسے انعکاس کی طرح ہے۔ جیسے آفتاب کا انعکاس آئینے میں۔ اس بات کے لئے کچھ عرصہ درکار ہے۔ کہ پیر کے انوار مرید کے آئینے کے لئے لازم ہو جائیں۔ اور انعکاس تحقق میں مبدل ہو جائے۔ اور مرید کمال اور تکمیل کے درجے کو پہنچ جائے پس بعض وقت مقام کا عکس مرید کے باطنی آئینے میں پڑتا ہے۔ لیکن ابھی در حقیقت اس مقام تک نہیں پہنچا۔ اور پیر نے کشف دقیق اور نظر تحقیق سے کام نہیں لیا۔ اور مرید کو اس مقام کی بشارت دیدی ہے۔ پھر مفارقت کی وجہ سے وُہ نسبت جو بالمقابل ہونے کی وجہ سے ظاہر ہوئی تھی غائب ہونی شروع ہوتی ہے۔ پس آثار اگر ظاہر نہ ہوں تو بڑی بات نہیں۔ یہ غلطیاں اس زمانے میں بہت رائج ہو گئی ہیں۔ کہ پیروں میں کشفی نسبت بہت کم پائی جاتی ہے۔ اور مرید اپنی کمی ہمت کی وجہ سے مقام کی بشارت اور ارشاد کی اجازت کے لئے مضطرب رہتے ہیں۔

مکتوب سوم در بیان لفظ نسبت بطور صُوفیہ

آنجناب سے پُوچھا گیا تھا۔ کہ اصطلاح صُوفیہ میں لفظ نسبت کے کیا معنی ہیں۔ آپ تحریر فرماتے ہیں۔ کہ عربی لغات کی رو سے طرفین کے باہمی علاقے کو نسبت کہتے ہیں۔

کر کے آج تک کہ ۱۱۸۰ھ ہجری ہے ان حضرات کے حکم سے قریباً تیس سال کے عرصے سے طالبان خدا کی تربیت میں مشغول ہوں۔ اللہ تعالےٰ اپنے حبیب کی برکت سے خاتمہ بالخیر کرے۔

مکتوب دوم

اس اعتراض کے رد میں کہ طریقہ احمدیہ کے متوسلوں کے احوال دعویٰ کے موافق نہیں پائے جاتے۔ اس بارے میں دو شبہے لکھے ہیں۔ اوّل یہ کہ حضرات سرہند کے خلفاء بلند مقامات کے دعوے کرتے ہیں۔ لیکن ان میں گذشتہ اولیاء کے سے آثار نہیں پائے جاتے دُوسرے یہ کہ اپنے مُریدوں کو نہائت اعلیٰ خوشخبریاں دیتے ہیں۔ لیکن ان کے حالات ان خوشخبریوں پر دلالت نہیں کرتے۔ ان بشارتوں کی رُو وُہ گذشتہ اکابروں کے مُساوی بلکہ افضل معلوم ہوتے ہیں۔ اور یہ بات بعید از قیاس معلوم ہوتی ہے۔ پہلے شبہے کا جواب یہ ہے۔ کہ پہلے بزرگوں نے فنا کا تحقق کرنے کے بعد اعلیٰ کمالات کا دعویٰ کیا ہے جیسا کہ اس قوم کی کتابوں سے ظاہر ہوتا ہے۔ اور ان میں سے بہت سے ان امُور کے اظہار کے لئے مامُور بھی ہُوئے ہیں۔ اور ایک خاص فرقہ بسبب غلبہ سکر معذور بھی ہے۔ پس ان کی شان میں بھی ان دو نو شبہات میں سے ایک نہ ایک وارد ہو سکتا ہے اور کوئی کمال نبوت کے سوا در اصل ختم نہیں ہُوا۔ اور مبدء فیاض میں دریغ اور بخل ممکن نہیں پس ان بزرگوں کے حق میں نیک گمان کرنے کے لئے کونسی چیز مانع ہو سکتی ہے۔ آخر یہ بھی تو نیک مسلمان اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں۔ اور اگر آثار کمال کے ظہور سے مراد استقامت ہے جو کرامت سے بڑھ کر ہے۔ تو یہ بات اسی طریقہ میں پُوری قوت سے ظہور میں آتی ہے۔ اور ضعیفوں کا اس بارے میں کوئی اعتبار نہیں۔ اور اگر آثار سے مراد خرق عادات اور مکاشفات ہیں جو عوام کو منظور ہیں۔ تو یہ باتیں نہ تو صُوفیوں ہی کے متعلق ہیں۔ اور نہ ہی ولائیت کی ضروری شرط ہیں۔ اور نہ اس کے لوازمات ہی سے ہیں۔ نیز یہ بات پوشیدہ نہیں۔ کہ صحابہ کرام سے جو تمام اُمّت مرحومہ سے افضل ہیں۔ ایسی باتیں بہت کم ظاہر ہوئی ہیں۔ اور چونکہ اس طریقہ کے مجاہدات اور ریاضات صحابہ اور تابعین کے موافق کتاب اور سنت کی پیروی ہے۔ اس واسطے اس طریقہ کے ذوق اور وجد بھی اسی جماعت کے موافق ہیں۔ "فلا تکن من الممترین" شک کرنے والوں میں سے نہ ہو۔

اللہ تعالےٰ کے وجود سے مستفاد ہے۔ کیونکہ خارج حقیقی میں حقیقی وجود اللہ تعالےٰ کے سوا کسی کو حاصل نہیں۔ پس یہی توحید ہے۔ اور چونکہ عدم شر و نقص کے پیدا ہونے کا مقام ہے۔ اور وجُود نیکی اور کمالات کے شروع ہونے کا مقام ہے۔ اور جہان عدم اور وجود سے مرکب ہے۔ بلکہ عدم اس کی ذات ہے اور وجود مستعار ہے۔ اس لئے جہان حسن و قبح کا مجموعہ ہُوا۔ لیکن از روئے حسن اللہ تعالےٰ کے وجود سے مستفاد ہے۔ اور قبح عدم کی طرف سے اُسے حاصل ہوتی ہے۔ پس جب سالک اپنی استعداد کی قوت اور مشائخ کے جذب سے جو جذبہ آلہیہ کا سایہ ہیں۔ علمی سیر کے سبب امکان کی پستی سے وجوب کی بلندی میں مسافت کو جس سے مراد ظلمانی اور نورانی حجاب کا قطع کرنا ہے۔ اور جو حدیث کے موافق اللہ تعالےٰ اور خلقت کے درمیان حائل ہیں طے کرتا ہے۔ تو اس نسبت کی برکت سے جو ظاہر اور مظہر کے مابین مسلمہ ہے۔ وُہ حجاب جو حقیقی آفتاب کے انوار کو سالک کے تعین کے آئینے پر پڑنے سے روکتے ہیں۔ دُور ہو جاتے ہیں۔ اور وُہ انوار اس آئینے کو گھیر لیتے ہیں۔ اس حالت کو نسبت فنار سے تعبیر کرتے ہیں۔ فنا کے بعد لازم ہے کہ جناب اقدس سے ہر مقام کے مناسب وہبی وجود عنایت ہوتا ہے۔ جس سے سالک بشریت کے کارخانے اور شرعی احکام کو قایم رکھ سکتا ہے۔ اس کو نسبت بقا کہتے ہیں۔ پس اگر سالک نورانی اور ظلمانی سارے حجاب کو پھاڑ کر صفات و شیونات کی تجلیّات سے گذر کر تجلی ذات بحت سے مشرف ہو جائے اور نبوت کا زمانہ باقی ہو۔ تو نبی ہو جاتا ہے اور عصمت کے درجے کو جس سے مراد صدور شر کا احتمال ہے پہنچ جاتا ہے۔ اور اگر نبوت کا زمانہ باقی نہ ہو تو امکان میں عدم سے وجوب کی طرف طے مسافت کے موافق جو شرصرف ہے ترقی کر کے وجود حق سے جو خیر محض ہے زیادہ نزدیک ہو جائے اور عدم کی تاریکیاں انوار کے غلبہ میں معدوم ہو جائیں۔ اور اس سے نیک اعمال ظاہر ہوں۔ تو اس وقت وُہ ولی یا نائب نبی ہو جاتا ہے۔ اور اپنے بنی نوع کی تربیت اور اصلاح کرتا ہے۔ یہی ہے مطلب اس بات کا جو کہتے ہیں۔ کہ انبیاء معصوم اور اولیا محفوظ اور یہی ظہور نسبت کے معنی ہیں جو بر سبیل ایجاز قوم کی اصطلاح میں مرّوج ہیں۔ اور جن پر شہودی مجددی صوفی عملدرآمد کرتے ہیں +

مکتوب چہارم در بیان علم حضُوری و حصُولی

مخدوما آپ نے جو یہ سوال کیا ہے۔ کہ حصُول فنا کے بعد جس سے ہمیشہ کی حضوری لازم

اور اس قسم کی اصطلاح میں اس علاقے سے مراد ہے۔ جو اللہ تعالےٰ اور اس کی مخلوق کے مابین ہے۔ جس کو متکلمین صانعیت اور مصنوعیت سے تعبیر کرتے ہیں۔ جیسی کہ کمھار کو کوزے سے نسبت ہے۔ نیز کتاب اور سنت سے ظاہری طور پر بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ اور صوفیہ اگر وجودیہ ہیں۔ تو اس نسبت کی تعبیر وحدت در کثرت کرتے ہیں۔ جیسے پانی جو بلبلے اور لہروں کی صورت میں نمودار ہوتا ہے۔ اور کہتے ہیں کہ یہ اعتباری کثرت ہماری حقیقی وحدت پر حاوی نہیں۔ اس تعبیر کا ماحاصل حق سے خلق کا عینیہ اثبات ہے۔ اور اس مطلب کو شرعی اور عقلی مثالوں اور تاویلوں سے ادا کرتے ہیں۔ اور اگر شہودیہ ہیں تو ایسی نسبت ہے جیسی اصلی چیز کو اپنے سائے سے۔ مثلاً سائے کو سورج کی شعاعوں سے۔ یہاں پر سائے سے مراد تجلی ہے یعنی کسی چیز کا ظہور دوسرے مرتبے میں۔ اور یہ کثرت ظلی بھی سورج کی حقیقی وحدت کا مقام نہیں ہو سکتی۔ پہلی اور دوسری تعبیر میں بھی ایسا ہی فرق ہے۔ کیونکہ سائے میں اصلی کے سوا اور کوئی حقیقت نہیں۔ اسی اصل نے دوسرے مرتبے میں ظاہر ہو کر اپنے تئیں سایہ کی صورت میں ظاہر کیا ہے۔ لیکن اس صورت میں ایک دوسرے کی مشابہت کا گمان صحیح نہیں۔ مگر دریا اور اسکی لہروں کی صورت میں صحیح ہے۔ پس شہودیہ اس تعبیر کے موافق اثبات کی رو غیریت ثابت کرتے ہیں۔ ایسے طور پر کہ وجود حقیقی کی توحید میں کسی قسم کا خلل نہ ہو۔ اس بات کو کتاب اور سنت سے آسانی کے ساتھ ثابت کر سکتے ہیں۔ اور نسبت کے معنوں کی تصویر پہلے طور پر صوفیہ وجودیہ کی کتابوں سے دریافت کرنی چاہیئے۔ اور بطور شہودیہ یوں ہے۔ کہ ان کے نزدیک ممکنات کے حقائق علم آلہی کے مرتبے میں اعدام اور وجود سے مرکب ہیں۔ اس سبب سے کہ اضافیہ اعدام یعنی عدم العلم جسے جہل سے تعبیر کرتے ہیں اور عدم القدرت جسے عجز سے تعبیر کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ متمیز مفہومات رکھتے ہیں۔ ان سے علم آلہی کا ثبوت ہوتا ہے۔ اور صفات حقیقیہ کے لئے جو ان عدمات کے مقابل ہیں بمنزلہ آئینہ کے ہیں۔ اور ان صفات کے انوار ان آئینوں میں منعکس ہوتے ہیں۔ اور یہ مخلوط تعینات عالم کی مبادی ہیں۔ پس ان کے نزدیک "اعیان ثابت فی العلم" اعدام ضافیہ اور ظلال صفات حقیقیہ سے مرکب ہیں۔ اور ظلی خارجی آئینوں میں کہ ظل خارج حقیقی ہے آثار خارجیہ کے مصدر ہیں۔ پس اعیان خارجیہ انکے نزدیک وجود ظلی میں موجود ہیں۔ اور خارج ظلی میں متحقق ہیں۔ نہ کہ خارج حقیقی میں جو کہ وجود حقیقی کے تحقق کا موطن ہے۔ جہان میں وجود اور اس کے توابع سے جو کچھ ہے وہ از روئے سایہ و انعکاس

جناب باری میں کچھ دخل نہیں۔ یہ اشتباہ اس واسطے پیدا ہوتے ہیں کہ علم العلم کے ذہول کو علم حضوری کا فقدان خیال کرکے دوام حضور کے منکر ہو جاتے ہیں۔ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے جو فرمایا ہے "اصلے واجھز الجیش" میں نماز بھی پڑھتا ہوں اور لشکر کی تیاری بھی کرتا ہوں اس سے اشارہ دونو علموں کی طرف ہے۔ کیونکہ لشکر کی تیاری علم حصولی کے متعلق ہے اور نماز میں حضوری کا ہونا علم حضوری کے متعلق ہے۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ آنجناب کی نماز بے حضور ہو نہیں سکتی۔ اور جہاد کی تدبیر تصوّر اسباب کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ پس جب تک دونو قسم کے علم جمع نہ ہوں یہ دونو کام ایک ہی وقت میں ایک جان سے ظہور میں آ نہیں سکتے اور نہ ہی خلیفہ ثانی رضی اللہ عنہ کے قول کے معنی صحیح ہو سکتے ہیں۔ پس اس پر غور کرو اور سمجھو۔ والسّلام +

مکتوب پنجم

اُن شبہات کے جواب میں جو حضرت مجدّد رضی اللہ عنہ کے کلام پر کئے جاتے ہیں

برخوردار تم نے ان شبہات کے جواب کے بارے میں پوچھا ہے۔ جو قیوم ربّانی مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے کرامت آیات مقالات پر نادانوں کے زعم فاسد میں سمائے ہوئے ہیں واضح رہے کہ ان اعتراضات کی بنا یا تو جہالت ہے یا حسد۔ اور یہ اہل تعصب کی قدیمی اور معمولی رسم ہے۔ شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے اکابروں کی بڑائی میں کئی ایک رسالے لکھے ہیں اور حضرت مجدد نے اپنے مکتوبات میں ان تمام شبہات کے جواب بطور دفع تحریر فرمائے ہیں۔ نیز ان کی اولاد امجاد میں سے حضرت شاہ یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ نے اس بارے میں ایک مفصل رسالہ لکھا ہے۔ اور نیز حضرت مولوی فرخ شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک رسالہ کشف الغطاء عن وجہ الخطا کے نام سے مجمل طور پر لکھا ہے۔ آنجناب کے مخلصوں سے مولانا محمد بیگ ترکی نے جنہوں نے بعد میں مکہ میں سکونت اختیار کی ایک رسالہ مسمی بہ عطیۃ الوہاب الفاصل بین الخطا والصواب بطور سوال جواب شیخ کردی ثم المدنی کے شاگرد محمد برزنجی کے رسالے کے رد میں لکھا ہے۔ اور عرب کے چاروں مذاہب کے علماء کی مہریں اس پر ثبت کرائی ہیں۔ اور حسد کا مادہ غیر متعارف معارف کا ظہور ہے۔ جو آنجناب سے کہ پہلے اور دُوسرے قرن

آتی ہے۔ کبھی کبھی حق تعالیٰ کی بارگاہ سے غفلت بھی ظاہر ہوتی ہے۔ اس کا کیا سبب ہے
سو واضح ہے کہ اس کی بنا اشتباہ پر ہے۔ اس کا بیان یہ ہے کہ علم کی دو قسمیں ہیں ایک حضوری
دوسری حصولی۔ حضوری نفس عالم کے لئے لازم ہے۔ یا اس کا عین ہے۔ مثلاً اپنے نفس کا علم
اور اپنے عوارض کا علم اور حصولی ذہن کے آئینے میں عقل اور حواس کے وسیلے معلومات کی صورتوں
کا حاصل ہونا ہے۔ جو سالک علمی سیر کے سبب امکان کی پستی سے وجوب کی بلندی پر آتا ہے
اس کے لئے یہ علم علم حضوری ہے نہ کہ حصولی۔ اور علم حضوری کے تعلق کی کیفیت جناب الٰہی
کا عارف ہونا ہے۔ کیونکہ صوفیا کے نزدیک اشیار کا وجود ظلی ہے نہ کہ حقیقی۔ یعنی یہ کثرت
جو دکھائی دیتی ہے وجود حقیقی کا سایہ ہے۔ خارج میں واحد وجود کے سوا اور کوئی وجود متحقق
نہیں۔ اس سائے کا تکثر و تعدد وجود ہی شیونات کے تکثرات کی وجہ ہے۔ اور سایہ جب
تک اپنے اصل سے غافل ہے۔ اور اپنے تئیں سایہ ہونے سے غافل ہے تب تک اپنے
لئے ایک مستقل وجود خیال کرتا ہے۔ اور بات چیت کرتے وقت لفظ "میں" سے اسی وہمی
وجود کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اور جب اصطلاحی مسافت جس سے مراد ان نورانی اور ظلمانی
حجاب کا دور ہونا ہے۔ جو حق تعالیٰ اور خلقت کے مابین واقع ہیں اور جو حدیث سے ثابت
ہیں۔ طے کر لیتا ہے اور اپنے اصل سے مل جاتا ہے۔ تو اپنے تئیں اس اصل کے سائے سے زیادہ
خیال نہیں کرتا۔ اور اپنے وجود اور اس کے توابع کو آنجناب سے مستعار لیا ہوا جانتا ہے۔ اور
اسے یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ سائے کی کوئی الگ حقیقت موجود نہیں۔ بلکہ وہی حقیقی وجود دوسرے
مرتبے میں اس صورت میں ظاہر ہوا ہے۔ جب یہ باتیں سمجھ لیتا ہے تو اسے معلوم ہو جاتا ہے
کہ لفظ "میں" کا مرجع اور مشارٌ الیہ اور اصل وہی اصل ہے نہ کہ سایہ۔ اس وقت اس کا علم حضوری جو اس
تعین ظلی کے لئے لازم ہے۔ اصل سے متعلق ہو جاتا ہے۔ اور لفظ میں کا اشارہ پہلے تو اصل
کی طرف راجع ہوتا ہے۔ اور چونکہ یہ اصل کے اعتبارات میں کا ایک اعتبار ہے۔ اس لئے
دوسرے مرتبے میں "میں" کا اشارہ ظلی کی طرف ہوتا ہے۔ اور جب یہ حالت ہمیشہ ہوتی ہے
تو اسے ہمیشہ کی حضوری کہتے ہیں۔ اور اس حضوری کو تحقق فنا کے بعد زوال نہیں آتا اور
اگر کبھی اس حالت میں فتور آ بھی جائے۔ تو علم العلم میں فتور واقع ہوتا ہے۔ نہ کہ عین علم حضوری
میں عارف کا علم حصولی عام لوگوں کی طرح باقی رہتا ہے۔ جب تک کہ حواس باقی ہیں۔ کیونکہ
بشری امور کا ظہور اسی پر موقوف ہے۔ اس علم کو بالکل جناب باری میں دخل نہیں۔ کیونکہ حواس کا

رہے۔کہ آپ کا ایک بڑا لمبا چوڑا نوازش نامہ جس میں حضرت قیوم ربانی کے کرامت سمات مقالات پر شبہات مندرج تھے پہنچا۔ صاحب یہ شبہات محض اس وجہ سے ہیں کہ آنجناب کی اصطلاحات کو کما حقہٗ سمجھا نہیں گیا۔ اگر ہو سکے تو آپ آنجناب کے مکتوبات کی تینوں جلدوں کا مطالعہ فرمائیں پھر آپ کی تسلی ہو جائیگی۔ میں بھی چند ایک سطریں لکھتا ہوں۔ واضح رہے کہ حضرات صُوفیہ لفظ وجود کے تین معنی لیتے ہیں۔ ایک وجود بمعنی ہونا اور حاصل ہونا۔ جو کہ ایک انتزاعی اور معقول ثانوی ہے۔ دُوسرے وجود منبسط جو پہلے معنوں کے انتزاع کا منشاء اور ظاہر میں اوّل کا صادر ہے۔ اور بدیہی ہے۔ کیونکہ یہ دونو وجُود ذات حق سے متاخر ہیں اور ذات حق ان دونو وجود سے مصدر آثار نہیں ہو سکتی۔ تیسرے وُہ وجود جو اول الاوائل اور مبدء المبادی ہے۔ اور قوم کے زعم میں عین ذات ہے۔ اور ذات اس وجود کے سبب مصدر آثار ہے۔ حضرت مجدؒد صاحب فرماتے ہیں۔ کہ ذات حق خود اپنے آثار کا مصدر ہے اور جبکہ حقیقت میں وجود اور ذات دونو ایک ہوں اس وقت صدور آثار کو خواہ وجود سے منسوب کریں خواہ ذات سے مطلب ایک ہی ہے۔ پس اختلاف نزاع لفظی ہے تسلسل کا یہاں کچھ دخل نہیں۔ آپ کا لفظ وجود کا ذات حق پر اطلاق کرنا اور حمل بالمواطات سے ایک کا دُوسرے سے پہلوتہی کرنا احتیاط کی وجہ سے ہے۔ کیونکہ یہ اطلاق شرع میں کہیں بیان نہیں ہُوا۔ اللہ تعالےٰ کے اسماء وصفات توقیفی ہیں۔ نیز دو شبہے اور جو حقیقت محمدی اور حقیقت کعبہ کی فضیلت حقیقت محمدی پر کے بارے میں ہیں۔ وُہ مکتوبات کی تیسری جلد سے رفع ہو سکتے ہیں۔ ان کے جوابوں کا لکھنا طولانی تحریر کا باعث ہے اور جو کچھ آپ نے حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کے قول "قدمی ھذہ علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ" کی تاویل میں لکھا ہے۔ اگر معاصرین سے مخصوص کریں تو آنجناب پر کیا نقصان عائد ہو سکتا ہے۔ اور بہ سبب ادب کے متقدمین کو مُستثنےٰ کریں تو کیا حرج۔ کیونکہ بعض ان میں سے آنحضرت کے مشائخ اور بزرگ ہیں۔ اور اس حدیث "لا یدری اولہ خیر ام اٰخرہ" کی رو متاخرین کی استثناء مجوز ہے۔ کیونکہ تقدیم وتاخیر ایک نسبی امر ہے۔ اور ہر ایک متاخر کا متاخر ہے۔ پس ممکن ہے کہ آنجناب کا متاخر آنحضرت سے افضل ہو۔ میں بموجب آپکے والا نامے کے حق وباطل میں فرق کرنے پر مامور تھا۔ اور مامور معذور ہوتا ہے۔ اے پروردگار تو ہمیں سچ کو سچ اور جھوٹ کو جھوٹ کر دکھا۔ والسّلام۔

میں شائع ہُوا اور تین قرنوں کے بعد شہوُد بالخیر پردہ عدم میں چلا گیا۔ اور پھر آنجناب کی طینت سے جو کہ حضرت جناب رسالت مآب کی مقدسہ طینت کا بعینہ ہیں ظاہر ہُوا۔ ؎

نے نے تراز تربت یثرب گرفتہ اند　　پنہاں زشام وروم بسر ہند ہشتہ اند

انصاف تو یہ چاہتا ہے کہ پہلے ان مقامات کے قایل کی شان کی طرف غور کی جائے۔ اگر وہ کتاب اور سنت کے مُطابق ہے اور اس کے اکثر اعمال واقوال شرع کے مُطابق ہیں۔ تو اس کے کلام کے متشبہات کو اس کے کلام کے محکمات کے موافق سمجھیں۔ یا اس کو خدا کے سپرد کریں اور اسے معذور سمجھیں۔ کیونکہ اس گروہ کو کئی ایک عذر عارض ہوتے ہیں کبھی حال کے غلبہ میں ان کی عبارات ان کی مرادات کی مساعدت نہیں کرتیں۔ اور کبھی معلومات کشفی میں غلط وہم وخیال پر بنا قائم ہوجاتی ہے۔ اور اس خطا میں اجتہادی خطا کی طرح معذور ہیں۔ اور کبھی ان کی اصطلاح کی اطلاع میسّر نہیں آتی۔ پس ان امور کا خیال کرکے اعتراض کی ترک لازم آتی ہے۔ خصوصاً حضرت مجددؒ صاحب کے کلام پر اعتراض کرنا تو بالکل فضوُل اور بیجا ہے۔ کیونکہ آنجناب کے طریقے کی بنا سنت کی پیروی پر ہے۔ اور آپ کی تصنیفات بھی اسی وعظ ونصیحت سے لبریز ہے۔ یہ فساد زیادہ تر توحید وجودی کے انکار اور توحید شہودی کے اثبات سے برپا ہوتا ہے۔ کیونکہ چار سو سال سے یعنی حضرت شیخ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے سے لیکر آنجناب کے زمانے تک لوگوں کے ذہن میں وحدت وجود کا مسئلہ سمایا ہُوا تھا۔ حضرت مجددؒ کا توحید وجودی پر انکار علمائے ظاہری کے انکار کا سا نہیں۔ بلکہ جس مقام کی نسبت وجودیہ بات کرتے ہیں۔ آپ ان کی تصدیق فرماتے ہیں۔ اور اسے تسلیم کرتے ہیں۔ بس صرف اسی قدر ہے۔ کہ اصلی مقصوُد کو اس مقام سے ذرا زیادہ بلند فرماتے ہیں۔ اور غیریت کو جو در اصل حق اور خلق کے مابین ہے ایسے طریق پر کہ وجود حقیقی کی وحدت کی مخل نہ ہو ثابت کرتے ہیں۔ برخلاف اہل وجودیہ کے جو خلق اور خالق کے مابین عینیہ اثبات کرتے ہیں وحدت وجود اور وحدت شہود کا مسئلہ دو اور مکتوبوں میں علیحدہ لکھا گیا ہے والسّلام۔

مکتوُب ششم درجواب شبہات

حمد وصلوٰۃ کے بعد فقیر جانجانان کی طرف سے مولوی صاحب مہربان سلمہ الرحمٰن کو واضح

کہ مرتبہ واحدیت میں جس سے مراد کمالات آلٰہیہ کی تفصیل علم آلٰہی کے خانہ میں ہے۔ ہر صفت کے مقابل میں اس صفت کے عدم کے کمال سے ثبوت اور تمیز پیدا کی ہے۔ جیسے صفت علم کے مقابلہ میں عدم العلم جیسے جہل سے تعبیر کرتے ہیں اور صفت قدرت کے مقابلہ میں عدم القدرت جیسے عجز سے تعبیر کرتے ہیں۔ وقس علیٰ ہٰذا اور وُہ اعدام متمائزہ ان صفات اور محاذات کے مقابلہ کی وجہ سے تعینات عالم کے مبادی اور ممکنات کے حقائق ہوئے ہیں۔ وُہ اعدام ان حقائق کیلئے بجائے مواد ہیں۔ اور وُہ عکوس اور ظلال بجائے صور حالہ۔ اسی بنا پر ممکنات کے اعیان خارجیہ کا امتزاج جو ان حقائق کی سطر پر مصدر آثار ہوئے ہیں۔ وجود اور عدم دو نو کو قبول کرتا ہے اسی لئے خیر و شر کا مصدر بھی ہوتا ہے۔ اور نیز آنحضرت کا مکشوف ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام والصلوٰۃ کی تعینات کے مبادی صفات ہیں۔ جو ظلال مذکورہ کے اصُول ہیں۔ اور وجوبی وجُود رکھتے ہیں۔ پس ضروری ہے کہ حقائق میں یہ حضرات عدم میں داخل نہ ہوں۔ حالانکہ یہ حضرات بھی ممکنات سے ہیں۔ اور ممکن کی حقیقت آپ کی تحقیق کے موافق عدم سے خلط ملط نہیں ہوتی پھر تطبیق کی کیا وجہ ہے۔ مخدوما! چونکہ اعدام متمائزہ اور صفات مقدسہ کے وجُودات کے مابین علم آلٰہی کے مرتبے میں مقابلہ اور محاذات مقرر ہے۔ پس جس طرح اعدام صفات کے مجالی ہیں اسی طرح صفات بھی ان اعدام کے مرایا ہیں۔ لیکن یہاں پر معاملہ برعکس ہے۔ یہاں پر صفات بجائے مادہ اور اعدام بجائے صور حالہ ہیں۔ عدم پہلو اس صورت میں ضعیف واقع ہوا ہے۔ اور وجود کا پہلو قوی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السّلام معصوم ہیں۔ اور مصدر شر نہیں ہوتے۔ اور ان کے وجود خارجیہ عدم اور وجود دونو کو قبول کرتے ہیں۔ ان حضرات کے حقائق میں عدم کا اسقدر دخل امکان کے ثبوت کے لئے کافی ہے۔ والسّلام ؁

مکتوب نہم

صُوفیوں کے اس قول کے معنوں کے بیان میں کہ جب تک صُوفی اپنے تئیں فرنگی کافر سے بُرا نہ خیال کرے۔ وُہ فرنگی کافر سے بُرا ہے

یہ پُوچھا گیا تھا۔ کہ صُوفی جب تک اپنے تئیں فرنگی کافر سے بُرا خیال نہ کرے وُہ فرنگی کافر سے بُرا ہے۔ یہ کس طرح درست ہو سکتا ہے۔ کیونکہ جو صُوفی ہے وُہ مومن تو ضرور ہوگا۔ اور بعض وقت عالم

مکتوب ہفتم حضرت غوث الثقلین اور حضرت مجددؒ کی فضیلت کے بیان میں

حمد و صلوٰۃ کے بعد فقیر جانجاناں کی طرف سے واضح ہو کہ آپ کا والا نامہ پہنچا جس میں لکھا تھا کہ ان دونو بزرگوں یعنی حضرت غوث الثقلین اور حضرت مجدد رضی اللہ عنہما میں سے کون افضل ہے ہمارے حضرت مجددؒ صاحب کی فضیلت دو قسم کی ہے۔ ایک جزوی دُوسرے کلی۔ اور نیز یہ بھی ظاہر ہے کہ سوال جزوی فضیلت کی بابت نہیں۔ اور فضل کلی قرب الٰہی کی زیادتی پر منحصر ہے جو ایک باطنی امر ہے۔ عقل کو اس بات میں کچھ دخل نہیں۔ البتہ مناقب کی کثرت یا قلت سے اصلی مطلب کا سراغ لگا سکتے ہیں لیکن افادہ قطع نہیں کر سکتے۔ نقل کتاب۔ سنت اور پہلے قرن کے اجماع سے ہے۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ان دونو بزرگوں کے وجود مبارک کتاب سنت اور اجماع کے ورود سے متاخر ہیں۔ اور شرع کے تینوں اصُول اس امر سے ساکت ہیں۔ اور کشف پر خطا کا گمان ہو سکتا ہے۔ حجت کے مخالف نہیں ہو سکتی مریدوں کے اقوال جو پیروں کی محبت کے غلو سے خالی نہیں ہوتے۔ اعتبارات سے گرے ہوئے ہیں۔ اور نیز کوئی ایسا صاحب کشف بھی نظر نہیں آتا جو ان حضرات کے کمالات کا احاطہ کر سکے اور طرفین میں سے کسی ایک کی فضیلت کا کلیہ فیصلہ کرے۔ پس اس کا بہترین طریق یہی ہے۔ کہ اس امر کو علم الٰہی کے سپرد کیا جائے۔ اور ان فضولیات سے خاموشی اختیار کی جائے۔ اور ان بزرگوں کے فضائل کا اقرار کرنا چاہیئے۔ بہ سبب ادب کے اس بارے میں بات تک نہیں کرنی چاہیئے۔ کیونکہ یہ مسئلہ کوئی ضروریات دینی سے تو ہے نہیں جس میں بحث کرنا ضروری ہو۔ اور عشق کے دیوانہ پن کے سبب جو ہمیں حضرت مجددؒ صاحب سے ہے۔ دم مارنا مناسب نہیں ہے

ہرگز در بیش و کم نمے باید زد | ازحد بروں قدم نمے باید زد
عالم ہمہ مرات جمال ازلی است | مے باید مرید و دم نمے باید زد

مکتوب ہشتم

ان دو مفہوم کی تطبیق میں جو حضرت مجددؒ صاحب کے کلام سے معلوم ہوتے ہیں

مخدوما! آپ نے لکھا ہے کہ حقائق ممکنات کے مسئلہ میں حضرت مجددؒ صاحب کا مکشوف یہ

اللہ تعالےٰ اپنے حبیب کی برکت سے بچالے وُہ الگ بات ورنہ اس راہ کے بہت سے سالکوں کو ایسی غلطیاں پیش آیا کرتی ہیں۔

مکتوب دہم

اس شبہ کے رفع میں کہ جو ولی سخت مُصیبت میں صبر کرتا ہے اور اسکے دفعیہ کیلئے دُعا نہیں کرتا۔ وُہ حضرت ایوب کے صبر پر جنہوں نے رفع بلا کیلئے دعا کی فوقیت رکھتا ہے

آپ نے لکھا تھا۔ کہ ایک بزرگ حضرت ایوبؑ کی طرح سخت مُصیبت میں مُبتلا تھا۔ ایک اور بزرگ اس کی بیمار پُرسی کے لئے آیا۔ اور حال پُوچھا۔ اس نے کہا حال تو ظاہر ہی ہے۔ لیکن ابھی تک میں نے "رب انی مسنی الضر" پروردگار میں تکلیف سے تنگ آگیا ہوں نہیں کہا۔ یعنی حضرت ایوب علیہ السلام کی طرح تنگ نہیں آگیا۔ اور نہ ہی امان اور پناہ مانگی ہے۔ ایسی صورت میں اس ولی کے صبر کا مرتبہ حضرت ایوب کے صبر کے مرتبے سے اعلیٰ معلوم ہوتا ہے۔ اور چونکہ صبر کا مرتبہ بہت ہی بلند ہوتا ہے۔ اس لئے ثابت ہُوا کہ وُہ ولی آنجناب سے افضل ہے۔ آپ اس شبہے کو رفع فرماویں؟

جواب۔ مخدوما! بادی النظر میں تو یہ شبہ وارد ہو سکتا ہے۔ لیکن اگر غور وخوض کی جائے تو یہ کوئی شبہے کا مقام نہیں۔ اس کا بیان یہ ہے کہ اگرچہ حضرت ایوب علیہ السلام نے "رب انی مسنی الضر وانت ارحم الراحمین" اور نیز "انی مسنی الشیطان بنصب و عذاب" اے پروردگار مجھے مصیبت کے سبب تکلیف پہنچی ہے اور تو مشفق ومہربان ہے۔ اور یہ کہ مجھے شیطان نے رنج و عذاب دیا ہے۔ یہ آیتیں ظاہر میں تو آنجناب کی بیتابی اور بے صبری پر دلالت کرتی ہیں لیکن خود اللہ تعالیٰ جو کہ پوشیدہ باتوں کا جاننے والا ہے۔ آپ کے حق میں فرماتا ہے "انا وجدناہ صابرا نعم العبد انه اواب" ہم نے اسے صابر اور اپنے بندوں سے عمدہ پایا اور بے شک وشبہ وُہ لوٹنے والا ہے۔ پس معلوم ہُوا کہ آنجناب کی بے صبری بھی صبر کے کسی اور لطیفے سے متضمن ہے نہیں تو اللہ تعالےٰ کس طرح باوجُود آپ کی بے صبری کے آپ کے صبر کی تعریف کرتا۔ اصل میں بات یہ ہے کہ آنحضرت کے نفس شریف نے مدت تک قسم قسم کی مُصیبتوں مثلاً مال اولاد کی ہلاکت، مرض کی شدت، فقر، اور لوگوں کی نفرت اور حقارت وغیرہ پر صبر کیا۔ اور جب دیکھا کہ اب رحمت الٰہی کے نازل ہونے کا وقت آگیا ہے۔ اور اسے معلوم ہو گیا کہ یہ مُصیبت تضرع

پرہیزگار بھی۔ اور حالت صحو میں علم اس کا وصف ہوگا۔ اس لحاظ سے وُہ اپنے افراد میں سے افضل ہوگا کیونکہ یہی صفات اپنے ہم نوع سے افضلیت کا باعث ہوتے ہیں۔ نہ کہ وجود اور حقیقت پس صُوفی باوجود علم کے فرنگی کافر کے کفر اور معاصی سے کس طرح موصوف ہوسکتا ہے۔ اور باوجود اپنے علم و فضل کے کس طرح اپنے تئیں فرنگی کافر سے بُرا خیال کرسکتا ہے۔ اس عقیدے کی بُرائی شرعاً اور عقلاً ظاہر ہے۔

جواب ۔ مخدوما! ہمارے مجددیہ حضرات کے مذہب میں حقائق ممکنات اعدام اضافیہ اور صفات حقیقیہ کے ظلال سے مرکب ہیں۔ یعنی ان اعدام نے علم الٰہی میں اسماء و صفات کے تقابل کی وجہ سے ثبوت پیدا کیا ہے۔ اور انوار و صفات کے انوار کے آئینے بن گئے ہیں۔ اور تعینات عالم کے مبادی ہوئے ہیں۔ اور ظلی خارج میں کہ ظل خارج حقیقی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی حکمت و قدرت سے ظلی وجود میں ظاہر ہوئے ہیں۔ اور اسی عدم و وجود کی ترکیب کے سبب خیر و شر کے آثار کے مصدر بنے ہیں۔ عدم ذاتی کے سبب شر ظاہر کرتے ہیں۔ اور وجود ظلی کے لحاظ سے نیکی حاصل کرتے ہیں۔ نیز یہ بھی ظاہر ہے کہ عالم حس میں جب کوئی شخص ایسے آئینے پر نگاہ کرے جو آفتاب کی شعاعوں سے پُر ہو تو اُسے سورج کی روشنی دکھائی دیگی نہ کہ آئینہ۔ کیونکہ آئینہ تو روشنی سے ڈھنپا ہُوا ہے۔ اور جب آئینہ اپنے تئیں دیکھے تو پہلے لحاظ سے اپنے آئینی تعین کو دیکھیگا نہ کہ انوار کو کیونکہ اس کی نظر ظاہر پر نہیں۔ پس صُوفی کی نظر نیک و بد اشیاء کے ظاہر پر ان مظاہر کے وجود کے سبب جو اس میں ظاہر ہیں اور مصدر خیر و شر ہوئے ہیں پڑتی ہے۔ اور جب اپنے تئیں دیکھیگا تو اس کی نگاہ عدم پر جو کہ اس کی ذات ہے اور مصدر شر ہے پڑیگی۔ اور اپنے تئیں خیر و کمال سے بالکل عاری خیال کرے گا۔ اور مستعار خیر و کمال کو جو اس نے وجود کے سبب حاصل کیا ہے اپنی ملکیت نہیں سمجھیگا۔ اس واسطے مجبوراً اپنے تئیں فرنگی کافر اور حقیر اشیاء سے بُرا خیال کریگا یہاں سے معلوم ہُوا کہ اس قول کے لکھنے والے کا مطلب یہ ہے۔ کہ کامل صُوفی خیر و کمال کو ہرگز اپنی طرف منسوب نہیں کرتا۔ بلکہ اسے مستعار جانتا ہے۔ اور فنائے تام اور شہود صحیح کے حاصل ہونے کا بھی یہی مطلب ہے۔ اور اگر صُوفی کی نظر وجود اور مستعار انوار پر پڑے اور اسکے مراتب کا پہلو جو عدم ہے مستور ہو جائے۔ تو اس سے دعوائے انا الشمس ظاہر ہوتا ہے۔ اور حسین بن منصور رحمۃ اللہ علیہ کے انا الحق کہنے کی وجہ بھی یہی تھی۔ اگرچہ آنجناب اپنی دید میں معذور تھے لیکن دید میں خطا کی۔ غلبہ سکر کی وجہ سے وجود اور عدم میں تمیز نہ کرسکے۔ ہاں جسے

اور یا صفات کا ملاحظہ ہو۔ ان دونو طریق کا ماخذ یہ آیت شریف ہے "واذکر ربک فی نفسك تضرعًا وخفیة ودون الجہر من القول بالغدو والاصال" اپنے پروردگار کو اپنے نفس میں آہستگی اور زاری سے یاد کرو اور صبح شام آواز کی بلندی نہ ہو۔ دُوسرے مذکور کا استحضار بمعہ ملاحظہ اس کے منسوبات کے۔ مثلاً اس کی نعمتیں اور بخششیں۔ اس طریقہ میں اثر سے مؤثر کی دلالت ہوتی۔ اس کو شرع میں فکر سے تعبیر کرتے ہیں۔ یقین کے لئے یہ زیادہ مفید ہے اور اس کے فضائل سے کتاب اور سنت بھری پڑی ہے۔ تیسری قسم لسانی اور قلبی ملاجلا۔ اس کا معاو ذکر کی اکمل قسم ہے۔ اس کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ایک یہ ذاکر ذکر کرتے وقت اپنے نفس کے اسماع پر اکتفا کرے۔ شرع کی رُو اسی کو ذکر خفی کہتے ہیں۔ اور اس آیت سے ماخوذ ہے۔ "اُدعُوا ربکم تضرعًا وخفیة انه لا یحب المعتدین" اپنے پروردگار کو زاری اور آہستگی سے یاد کرو۔ کیونکہ وُہ حد سے بڑھ جانے والوں کو پیار نہیں کرتا۔ دُوسرا وُہ جس میں غیر کو ذکر سنائی دے اُسے شرع میں جہر کہتے ہیں۔ اور یہ خاص خاص موقعوں پر کسی خاص حکمت کے لئے خفی سے افضل ہے۔ لیکن مطلق اس سے افضل نہیں۔ جیسا کہ اذان نماز میں قرات جہر پڑھنا جس سے مراد سوئے ہوؤں کو جگانا اور غافلوں کو تنبیہ کرنا ہوتی ہے۔ اور خفی میں یہ حکمت ہے کہ عمل ریا وغیرہ سے سلامت رہتا ہے۔ جو قبولیّت عمل کا مانع ہوتا ہے۔ نیز ذکر خفی کی فضیلت ذکر جہر پر کتاب اور سنت سے ثابت ہے۔ اس حدیث سے تو صاف طور پر ذکر جہر کو منع کیا گیا ہے "انکم لا تدعون اصم ولا غائبًا" تم کسی بہرے یا غائب کو نہیں بُلا رہے۔ ذکر جہر معہ مخصوصہ کیفیات کے اور نیز مراقبات معہ اطوار معمولہ کے جو آخری زمانہ میں مرّوج ہیں۔ کتاب وسنت سے اخذ نہیں کئے گئے۔ بلکہ حضرات مشائخ نے مبدء فیض سے بطریق الہام اور اعلام اخذ کئے ہیں۔ اور شرع میں ان کی نسبت کچھ نہیں لکھا۔ دایرہ اباحت میں داخل نہیں فایدہ اس میں ضرور ہے۔ اور اس کا انکار ضروری نہیں۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ جو کچھ کتاب اور سنت سے ثابت ہو جائے وُہ اس کے غیر سے افضل ہے۔ خواہ مباح اور مفید ہی کیوں نہ ہو۔ آنحضرت صلعم نے کلمہ طیبہ کی تعلیم جو حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو جہر سے دی اور جو شداد ابن اوس کی حدیث سے ثابت ہے۔ وُہ جہر متوسط ہوگا نہ کہ جہر کذائی۔ کیونکہ اس حدیث کے شروع میں ہے کہ آنحضرت نے پہلے دروازہ بند کرنے کا حکم دیا اور بعد ازاں ذکر کی تعلیم کی یہ بات اخفا پر دلالت کرتی ہے۔ فی الحقیقت یہ گفتگو جہر کے جواز یا عدم جواز پر نہیں بلکہ اس سے

اور زاری سے دُور ہوگی۔ اور بے صبری ہی اس وقت ادب میں شامل ہے۔ تو صبر کے مقام سے ترقی کرکے رضا کے مقام میں جو تمام مقامات قرب سے افضل ہے پہنچا۔ اور بے صبری کی عار پر صبر کیا۔ اور رونا چلانا اور آہ وزاری شروع کی۔ اب ادب ممدوح کے صلہ میں نعم العبد بنا۔ اور "انہٗ اواب"، کے منصب کا خلعت پایا۔ کیونکہ اواب ادب سے مشتق ہے۔ یعنی اس نے اتنے سال اپنی نفسانی خواہش کا خیال نہیں کیا بلکہ رضائے حق کی طرف رجوع کیا۔ الحمد للہ کہ اللہ تعالےٰ نے آپ کی داد دی۔ اور باوجود ظاہری بے صبری کے آپ کو منظور فرماکر آپ کے صبر کو ثابت کیا اور فرمایا "انا وجدناہ صابرا نعم العبد انہٗ اواب" حضرت شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ ایوبی صبر کے بارے میں جو فرماتے ہیں کہ "الصبر حبس النفس عن الشکوے الی الغیر" غیر کے پاس شکوہ نہ کرنے کا نام صبر ہے۔ اور حضرت ایوب علیہ السّلام نے غیر کے پاس شکوہ نہیں کیا صرف جناب باری میں انہوں نے اپنا حال عرض کیا تھا۔ پس انہوں نے صبر کو ترک نہیں کیا اس شبہے کا جواب نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس ولی نے بھی جناب الٰہی میں اس بارے میں آہ وزاری نہیں کی۔ اس ولی کا صبر اس نبی کے صبر پر فوقیت رکھتا ہے۔ یہاں پر مقصود یہ ہے کہ ولی کو نبی پر فضیلت نہ ہو۔ اس لئے ولی نے جو نبوت۔ عبودیت اور مقام رضا کے کمال سے باخبر نہیں۔ سکر ولائیت کے غلبہ کی وجہ سے جو کچھ کہا ہے اس میں وہ معذور ہے۔ والسّلام +

مکتوب یازدہم۔ دربیان ذکر جہر و ذکر خفی

حمد وصلوٰۃ کے بعد واضح رہے کہ بعض فقہائے حنفیہ نے ذکر جہر کے انکار میں غلو کو کام میں لاکر اس کی حرمت کا فتویٰ دیا ہے۔ اس کے برخلاف بعض محدثین نے ذکر جہر کے بارے میں اثبات اور ذکر جہر کی فضیلت ذکر خفی پر ثابت کی ہے۔ لیکن میری سمجھ میں دونو فریق نے افراط اور تفریط سے کام لیا ہے۔ اور انصاف کو عمل میں نہیں لائے۔ یہ مقام تنقیح طلب ہے۔ اور محاکمہ چاہتا ہے۔ واضح رہے کہ ذکر جس سے مراد یاد کرنا ہے تین قسم کا ہے۔ ایک لسانی (زبانی) جس کی دل کو خبر نہ ہو۔ یہ معنی اعتبار سے گرے ہوئے ہیں۔ اور غفلت کی قسم سے ہیں۔ دوسرا ذکر قلبی جس میں زبان کو حرکت نہ ہو۔ اسے صوفیوں کی اصطلاح میں ذکر خفی کہتے ہیں۔ اور اس گروہ کے مراقبات کی بنا اسی پر ہے۔ اور جو تمام طریقوں میں مرّوج ہے۔ یہ دو طریق پر ہے۔ یا بحث مذکور کا حضور ذات ہے جس میں صفت کا ملاحظہ نہ ہو

پسند نہیں کرے گا۔ حالانکہ ایک نقل دوسرے کو حرام نہیں کر دیتا۔ اسی طرح سلسلہ چشتیہ کے حضرات کہ جن کی نسبت کا نشہ شراب کے نشے کی موافق ہے۔ نغمات کے شور سے لذت پاتے ہیں نہ کہ سکوت سے۔ برخلاف اس کے سلسلہ نقشبندیہ کے حضرات جن کی نسبت افیون کے نشے کی سی ہے سکوت سے حظ اُٹھاتے ہیں نہ کہ شور اور ہنگامے سے۔ پس یہ خلاف کی وجہ ذوق اور طبیعت ہے نہ کہ دین اور شرع۔ مگر تمام طریقوں والے دین و مذہب کے کماحقہٗ پابند ہیں نہ کہ حرص وہوا کے۔ سب کے نزدیک غیر مباح سے پرہیز متفق علیہ ہے۔ دونو طرف جہلا قابل اعتبار نہیں۔ اور افراط و تفریط منع ہے۔ اس مسئلہ کی تفصیل امام حجۃ الاسلام غزالی اور شیخ الشیوخ سہروردی وغیرہ کی مبسوط کتابوں سے دیکھی جا سکتی ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ فقیر غیر مباح سماع کا تائب۔ مباح سماع کا تارک اور اس کے مباح یا غیر مباح ہونے کے عقیدے میں کتاب و سنت کا تابع ہے۔ ذوق اور وجدان کی نسبت اس سے زیادہ گفتگو کرنا ضروری نہیں۔ اس گروہ کی کتابوں سے ظاہر ہے کہ صحیح احوال اور اعلیٰ مقامات والوں نے مُباح سماع میں اپنی جانیں دیدی ہیں۔ اور جو علمائے صُوفیہ کے مذاق سے واقف ہے۔ اور عقل سلیم اور ذوق صحیح رکھتا ہے۔ اور وُہ اس تحریر کی قدر جانتا ہے فقط خیر الکلام ما قل و دل والسّلام۔

مکتوب سیزدہم در بیان مسئلہ جبر و اختیار

مخدوما! جبر و اختیار کے مسئلے کی بابت علما نے بہت کچھ کہا ہے۔ لیکن پھر بھی دلی تشویش باقی ہے۔ کیونکہ بعض دینی مقدمات کے ادراک سے عقل عاجز ہے۔ ورنہ لوگوں کی اصلاح امور کیلئے وحی کے نزول کی ضرورت نہ پڑتی۔ واضح رہے کہ مستقل اختیار اور محض جبر کا دعویٰ کرنا دونو ہی کتاب اور سنت کا انکار ہے۔ اس واسطے کہ لوگوں کے اعمال ان کے اعیان کی طرح نص جلی کے حکم کے مطابق اس کے پیدا کردہ ہیں۔ ایسی صورت میں کامل اختیار کیا۔ اسی طرح مجبور سے مواخذہ کرنا محض ظلم ہے۔ اور ظلم شرع اور عقل کے مُطابق جایز نہیں۔ پس محض جبر کیوں کیا جائے۔ ظاہر ہے کہ ہمارے افعال حرکات کی طرح مرتعش نہیں۔ بلکہ علم۔ ارادہ اور قدرت سے مسبُوق ہیں۔ اور یہی اختیار کا حصہ ہے اور فعل اختیار کے معنی۔ لیکن ان تینوں قوتوں کا ظہور ہمارے اختیار میں نہیں۔ جس وقت چاہتے ہیں مبدا سے فائض ہوتے ہیں۔ اور یہی جبر کا حصہ اور فعل اضطراری ہے۔ جبکہ نہ ہی کامل اختیار ہے اور نہ ہی جبر محض ہے۔ تو پھر انکے بین بین ہے

ایک کی دوسرے پر فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ پس ذکر جہر کو ذکر خفی پر مطلق فضیلت دینا گویا نصوص کا انکار ہے اور اسی طرح اس کے برخلاف۔ کیونکہ ذکر جہر بھی بعض موقعوں پر مشروع ہے اور مراقبات معمولہ میں کا ذکر خفی اثبات مسنونیت رکھتا ہے۔ اس ذکر جہر کے اثبات مشروعیہ جو متاخرین میں مروّج ہے محض فضولی ہے۔ چہ جائیکہ اس کی فضیلت کو ثابت کیا جائے۔ اور بعض لوگ جو ایک دوسرے سے بزرگی کے خواہاں ہیں نہ ہی وہ منظور ہے اور نہ ہی توجہ کے لائق ہے۔ افراط و تفریط مستقبح ہے اور اعتدال مستحسن اور کلام وہی اچھا ہے جو مقدار میں تھوڑا ہو اور معنی زیادہ رکھتا ہو۔ والسّلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔

مکتوب دوازدہم درسماع

مخدوما مسئلہ سماع کے بارے میں فقہا اور صوفیا رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے مابین سخت اختلاف ہے۔ پہلا فرقہ تو یہ کہتا ہے کہ سماع مطلق حرام ہے۔ اس واسطے کہ وہ فرقہ افراط کے دروازے کو بند کرنا چاہتا ہے۔ اور دوسرا یہ کہتا ہے کہ بالاطلاق حلال ہے۔ اس واسطے اسے اس میں ذوق اور حال کا غلبہ ہوتا ہے۔ لیکن انصاف یہ ہے کہ سماع کی دو قسمیں ہیں۔ ایک یہ کہ وہ شخص جو فتنہ اندوز نہ ہو موزون کلام کو موزون آواز سے محذور شرعی کو داخل کئے بغیر گائے۔ اور جس کے سننے سے سامعین کے دل میں فساد پیدا نہ ہو۔ بلکہ قلب کو سرور اور حظ حاصل ہو۔ اس قسم کا سماع البتہ مباح ہے۔ کیونکہ وہ مباح امور یعنی موزون کلام اور موزون صورت سے مرکب ہے۔ اسی واسطے یہ غیر مباح نہیں ہو سکتا۔ اور نیز ایسا سماع پہلے قرن میں ان تقریبات پر جو شرعاً جائز ہیں مثلاً نکاح اور بزرگوں کا آنا وغیرہ مروّج تھا اور اُمت کے علما اور اتقیا نے اس کا ارتکاب بھی کیا ہے جیسا کہ حدیث کی کتابوں سے ظاہر ہے۔ لیکن یہ عمل ان بزرگوں سے اتفاقیہ طور پر ظاہر ہوتا تھا نہ کہ لازمی طور پر۔ دوسرے وہ جو متاخرین نے ایجاد کیا ہے۔ اور اسے ایک خاص حد تک ترقی دی ہے۔ اور جس میں غیر مشروعہ امور کو بھی داخل کیا ہے۔ البتہ ایسے سماع میں جس قدر امور غیر مشروعہ وغیر مباح داخل ہونگے۔ اسی قدر یہ حرام سمجھا جائیگا۔ اور متفق علیہ محرمات کی اباحت کا اعتقاد کفر کو پہنچ جائیگا۔ اور یہ لوگ جو ارباب کمال ہیں سماع کی رغبت کو ضرور اس واسطے مباح جانتے ہیں کہ اس سے انہیں ذوق حاصل ہوتا ہے۔ نہ اس واسطے کہ یہ کوئی شرعی حکم ہے۔ مثلاً شراب کا پینے والا میٹھے نقل کی طرف ہرگز راغب نہیں ہوگا۔ اور جو افیم کا نشہ کرتا ہے وہ نمکین نقل کو

انسانی کے چار فرقے بنائے۔ اور ہر فرقے کے لئے الگ راستہ مقرر کیا۔ اور فروع اعمال کی بنا اس پر قائم کی۔ اس فن کا نام کرم شاستر رکھا۔ یعنی فن عملیات جسے علم فقہ کہتے ہیں۔ چونکہ نسخ احکام کے منکر ہیں۔ لیکن عقل اس بات کو تسلیم کرتی ہے۔ کہ ہر زمانہ زبان اور طبیعتوں کے مناسب تغیّر اعمال کی تجویز ضروری ہے۔ دُنیا کی ساری مدت کو چار حصوں میں تقسیم کر کے ہر ایک حصے کا نام جُگ رکھا ہے۔ ہر ایک جگ کی علامتیں انہیں چار دفتروں سے اخذ کی ہیں۔ جو کچھ متاخرین نے ان میں اپنے تصرفات کئے ہیں وُہ قابل اعتبار نہیں۔ ان کے تمام فرقے توحید آلہی کے بارے میں متفق ہیں۔ عالم کو مخلوق جانتے ہیں۔ فنائے عالم نیک بد اعمال کی جزا و سزا، حشر اور حساب کے قایل ہیں۔ علوم عقلی، نقلی، ریاضات، مجاہدات، تحقیق معارف اور مکاشفات میں بڑے ماہر ہیں۔ ان کے عقلمندوں نے انسانی عمر کے چار حصے کئے ہیں۔ پہلا تحصیل علم کے لئے۔ دُوسرا تحصیل معاش اور اولاد کے لئے۔ تیسرا اعمال کی تصحیح اور نفس کی ترویض کے لئے۔ چوتھا تجرد و تنہائی کی مشق کے لئے جو کمال انسانی کا انتہائی درجہ ہے۔ اور نجات کبرٰے جسے مہا مکت کہتے ہیں اس پر موقوف ہے۔ ان کے دین کے قواعد وضوابط میں نظم ونسق نہائیت اعلیٰ درجے کا ہے۔ پس معلوم ہُوا کہ ہر نبی کا دین جاری ہُوا اور پھر منسوخ ہُوا۔ اور شرع میں یہود اور نصارٰی کے دین کے نسخ کے سوا اور کسی دین کے نسخ کا ذکر نہیں آیا۔ حالانکہ بہت سے نسخ مٹے بھی اور ثابت بھی ہوئے۔ نیز واضح رہے کہ ان آیات کے مُطابق " وان من امۃ الا خلا فیھا نذیر" ہر ایک گروہ کا نبی گذرا ہے۔ " ولکل امۃ رسول" اور ہر ایک امت کا رسُول ہوتا ہے۔ سر زمین ہندوستان میں بھی نبی اور رسول کی بعثت واقع ہوئی ہے۔ اور ان کے احوال انکی کتابوں میں مندرج ہیں۔ ان کے آثار سے ظاہر ہوتا ہے کہ وُہ صاحب کمال تھے۔ رحمت عامہ آلہی نے مصلحت انسانی کو اس وسیع سلطنت میں فرو گذاشت نہیں کیا۔ پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے ہر ایک قوم میں پیغمبر مبعوث ہوتا رہا ہے جس کی اطاعت اور فرمانبرداری اس قوم کے لئے لازم تھی نہ کہ کسی اور پیغمبر کی۔ لیکن جب سے پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہُوئے ہیں تب سے لیکر جب تک دنیا باقی ہے کوئی اور نبی نہ ہوگا۔ شرق سے لیکر غرب تک تمام دنیا کو آنحضرت ہی کی تابعداری اور فرمانبرداری لازم ہے۔ اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے مقابل تمام باقی دین منسوخ ہیں۔ آغاز بعثت سے لیکر آجتک جو اس دین کی طرف مائل نہیں ہُوا وُہ کافر ہے نہ کہ وُہ جو پہلے گذر چکے ہیں۔ نیز آیۂ کریمہ " منھم من قصصنا

جیسا کہ امام زین العابدینؓ کے جواب سے ظاہر ہوتا ہے۔ جو انہوں نے امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے سوال کا دیا تھا۔ لا جبر ولا تفویض ولکن امر بین الامرین" نہ جبر ہے نہ تفویض بلکہ ان دونوں کے بین بین ہے۔ یہی امر متوسط شرع میں لفظ کسب سے تعبیر کیا گیا ہے اس لفظ کا اطلاق لوگوں کے افعال کے سوا اور کہیں نہیں کیا جاتا۔ پس معلوم ہوا کہ ہمارے افعال جبر اور اختیار سے مخلوط ہیں۔ اور اسی قدر جو خفیف سا اختیار ہے یہی تکلف کا باعث ہے۔ اسی ضعف اختیار کی وجہ سے رحمت کو غضب پر سبقت دی ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے کوئی صفت دوسری صفت پر سبقت نہیں رکھتی۔ اور جبکہ اللہ تعالیٰ کے افعال علم ارادہ اور قدرت سے مسبوق ہیں۔ انہیں افعال انسانی سے جو مجبور محض ہے ہرگز مناسبت نہیں رکھتے۔ اگر ان افعال کا محاسبہ کیا جائے۔ تو اس سے عدالت کی منافی نہیں ہوتی۔ حصہ اختیار کا ثبوت صوفیہ طور پر اس طرح کر سکتے ہیں۔ کہ ان کے نزدیک کائنات کے ہر ذرے میں اسکا وجود ہے۔ اور ان اجزا میں اسی کا ظہور ہے۔ کیونکہ وہ وجود بسیط حقیقی ہے۔ اسکے اجزا نہیں ہو سکتے اسی وجہ سے کہتے ہیں۔ کل شیئ فیہ کل شیئ" ہر چیز میں ہر چیز ہے۔ اور چونکہ اختیار بھی اللہ تعالیٰ کی ایک صفت ہے۔ اس لئے ظاہر ہے کہ ہر ایک مظہر میں خصوصاً انسان میں جو خلیفہ خدا ہے اس صفت کا حصہ ہو۔ اگرچہ کم ہو اسی وجہ سے امر و نہی کی تکلیف اسے دی جاتی ہے۔ والسلام علی من اتبع الہدیٰ۔

مکتوب چہاردہم در بیان آئین کفار ہند

آپ سے پوچھا گیا تھا کہ ہند کے کافر عرب کے مشرکوں کی طرح بے اصل دین رکھتے ہیں یا اسکی کوئی اصل ہے۔ آیا یہ منسوخ شدہ ہے یا نہیں۔ اور ان کے اگلوں کے حق میں کیسا اعتقاد کرنا چاہئیے۔ تحقیق اور انصاف کی رو مختصر طور پر لکھو۔ واضح رہے کہ اہل ہند کی قدیم کتابوں سے جو کچھ معلوم ہوتا ہے یہ ہے۔ کہ نوع انسانی کی پیدائش کے شروع میں رحمت الٰہیہ نے معاد و معاش کی اصلاح کے لئے ایک کتاب مسمی بہ بید جس میں چار دفتر ہیں۔ اور امر و نہی کے احکام اور ماضی و مستقبل کے اخبار ہیں۔ ایک فرشتے برہما نام کے وسیلے سے جو ایجاد عالم کا آلہ ہے بھیجی اس کے مجتہدوں نے اس میں سے چھ مذہب استخراج کئے۔ اور اصول عقائد کی بنا انہیں پر قائم کی۔ اس کو دھرم شاستر کہتے ہیں۔ یعنی فن ایمانیات جسے علم کلام بھی کہتے ہیں۔ اور نوع

"ما کان لمؤمن ولا مؤمنۃ اذا قضی اللہ ورسولہ امرا ان یکون لھم الخیرۃ من امرھم"
"کوئی مومن مرد یا مومن عورت نہیں پہنچتا جب تک کہ خدا و رسول ایسے کا حکم دیں جن میں ان کا اختیار ہو۔"

اور نیز رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "لا یومن احدکم حتیٰ یکون ھواہ تبعا لما جئت بہ" "تم میں سے کوئی کامل ایماندار نہیں ہوتا۔ تاوقتیکہ اس کی خواہش ان امور کی پیروی کی نہ ہو جنہیں میں لایا ہوں" حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے جو آنحضرت صلعم کے کامل نائب ہیں۔ اپنے طریقہ کی بنا کتاب اور سنت کی پیروی پر رکھی ہے۔ اور علما نے رفع سبابہ کے ثبوت میں کئی ایک رسالے لکھے ہیں۔ جن میں صحیح حدیثیں اور حنفیہ فقہ کی روایات مندرج ہیں۔ حتیٰ کہ حضرت مجددؒ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے چھوٹے فرزند حضرت شاہ یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس بارے میں ایک رسالہ تحریر فرمایا ہے۔ اور رفع سبابہ کی نفی میں ایک حدیث بھی پیش نہیں کی۔ رفع سبابہ کی ترک حضرت مجددؒ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بطور اجتہاد و تورع میں آئی ہے۔ وُہ سنت جو نسخ سے محفوظ ہو وُہ مجتہد کے اجتہاد سے مقدم ہے۔ سنت کے ثابت ہو جانے کے بعد صرف اس دلیل سے کہ حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے ترک کی ہے۔ اس کا چھوڑ دینا معقول نہیں۔ خود حضرت مجدد صاحب نے سنت کے ترک کرنے کو بڑا خوفناک امر قرار دیا ہے۔ اور خود حنفی مذہب تھے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں "اذا ثبت الحدیث فھو مذھبی واترکوا قولی بقول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" پس اُمید ہے کہ حضرت مجددؒ صاحب اس اجتہادی امر کی ترک اور صحیح حدیثوں سے اخذ کرنے سے ملول نہیں ہونگے۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ کیا حضرت مجددؒ صاحب کو یہ معلوم نہ تھا کہ رفع سبابہ حدیثوں سے ثابت ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ آنجناب کے زمانے تک یہ کتابیں اور رسائل ملک ہند میں زیادہ مشہور نہ تھے۔ اور آنجناب کی نظر مبارک سے نہیں گذرے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے رفع سبابہ کو ترک کیا۔ اگر دیکھ لیتے تو کبھی ترک نہ کرتے۔ کیونکہ آپ اسی امت میں سب سے بڑھ کر پیروی سنت کے خواہشمند تھے۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ شاید بذریعہ کشف آنحضرت صلعم کی عدم رضامندی معلوم کر کے ترک کی ہو تو اس کا جواب یہ ہے کہ کشف صرف طریقہ کے امور میں معتبر ہے۔ لیکن احکام شرعی میں اسے حجت قرار نہیں دے سکتے۔ علاوہ ازیں اس مکتوب میں کشف کا حوالہ نہیں دیا۔ اُمید ہے کہ یہ جزوی مخالفت ان کے کلی قاعدے کو جس میں

علیک ومنھم من لم نقصص علیک!" ان میں سے بعض کا حال تمہارے روبرو بیان کیا اور بعض کا نہیں کیا۔ سے ظاہر ہے کہ بہت سے انبیاء کا حال بیان نہیں کیا گیا۔ اسلئے ہندوستان کے انبیاء کے حق میں خاموشی ہی بہتر ہے۔ اگر تعصب سے کام نہ لیا جائے تو نہ ان کی تابعداری لازم ہے اور نہ ان کی نجات کا یقین۔ لیکن نیک گمان ضرور کرنا چاہیئے۔ اہل فارس اور دوسرے ممالک کے حق میں جو خاتم النبیینؐ کے ظہور سے پہلے گذر چکے ہیں۔ اور جن کی نسبت شرع میں کچھ بیان نہیں کیا گیا۔ اور ان کے احکام و آثار راہ اعتدال کے مناسب اور موافق ہیں۔ اسی قسم کا عقیدہ رکھنا بہتر ہے۔ کسی کو بغیر قطعی دلیل کے کافر کہدینا آسان نہیں۔ ان کی بت پرستی کی حقیقت یہ ہے کہ بعض فرشتے جو حکم الٰہی سے عالم کون وفساد میں کچھ دخل رکھتے ہیں یا کاملوں کی بعض روحیں جنہیں جسم سے الگ ہو کر اس دنیا میں کچھ تصرف حاصل ہے۔ یا بعض زندہ آدمی جو ان کے زعم میں حضرت خضر علیہ السلام کی طرح ہمیشہ کے لئے زندہ ہیں۔ ان کی مورتیں یا تصویریں بنا کر ان کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ اور اس توجہ کے سبب مدت کے بعد اس مورت والے سے مناسبت پیدا کرتے ہیں۔ اور اس مناسبت کی وجہ سے اپنی معاش ومعاد کی ضروریات کو پورا کرتے ہیں۔ ان کا یہ عمل ذکر رابطہ سے ملتا جلتا ہے۔ جو اسلامی صوفیا سے ملتا جلتا ہے۔ جس میں پیر کی صورت کا تصور کیا جاتا ہے۔ اور فیض حاصل کئے جاتے ہیں۔ ہاں صرف اسقدر فرق ہے کہ شیخ کی تصویر ظاہر میں نہیں بناتے۔ لیکن یہ بات کفار عرب کے عقیدے سے مناسبت نہیں رکھتی۔ کیونکہ وہ بتوں کو متصرف اور مؤثر بالذات مانتے ہیں نہ کہ آلہ تصرف الٰہی۔ اور انہیں کو زمین کا خدا جانتے ہیں۔ اور اللہ تعالٰے کو آسمان کا خدا مگر ایسا کرنا شرک ہے۔ ان کا سجدہ سجدۂ تحیت ہے نہ سجدہ عبودیت جو کہ ان کے طریقے میں ماں، باپ، پیر اور استاد کے سلام کے لئے یہی سجدہ معمول ہے۔ جسے ڈنڈوت کہتے ہیں۔ تناسخ پر اعتقاد کرنے سے کفر لازم نہیں آتا۔ والسلام

مکتوب پانزدہم دربیان رفع سبابہ

آپ نے لکھا تھا۔ کہ حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالٰے عنہ نے اپنے ایک مکتوب میں رفع سبابہ کو منع فرمایا ہے۔ لیکن آپ (مرزا جانجاناں) رفع سبابہ کرتے ہیں۔ حالانکہ آپ حضرت مجدد صاحب کی محبت کا دعویٰ کرتے ہیں۔ محب کو محبوب کی پیروی لازم ہے۔ مخدوما! اللہ تعالٰے نے کتاب وسنت کی پیروی بندوں کے لئے فرضی قرار دی ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے

رہ گئی ہیں۔ اس بات کو اچھی طرح وہی شخص جان سکتا ہے جو فن حدیث سے واقف ہو۔ یہ ظاہر ہے کہ امت کے لئے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی واجب ہے۔ لیکن امت میں سے کسی کی پیروی واجب نہیں۔ اہل امت کو اس بات کا اختیار ہے کہ مجتہدین میں سے جس کا مذہب چاہیں اختیار کریں۔ جو شخص یہ کہتا ہے کہ عمل بحدیث سے امام کے مذہب سے نکل جاتا ہے۔ اگر اس کے پاس کوئی دلیل ہے تو پیش کرے۔ البتہ ان مذاہب مشہورہ میں سے ایک سے دوسرے میں آنا تفصیل چاہتا ہے۔ امام سیوطی نے رسالہ بجزیل المواہب فی انتقال المذاہب لکھا ہے۔ جس کا خلاصہ یہاں لکھا جاتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ ایک مذہب کو چھوڑ دوسرا اختیار کرنا جائز ہے۔ امام رافعی سے اس کی تائید کی اور امام نووی نے روضہ میں کہا ہے کہ آیا مذاہب کو اختیار کر لینے کے بعد یہ جائز ہے کہ ایک مذہب سے دوسرے مذہب میں جائے۔ اسکے جواب میں میں تو یہ کہونگا کہ ہر ایک مقلد کو دونو مجتہدوں کے احوال کا معلوم کرنا ضروری ہے جس کو وہ زیادہ عالم سمجھے۔ اس کی پیروی کرے۔ بلکہ اس پر واجب ہے اگر اسے اختیار بھی دیدیں تو بھی جائز ہے۔ مقلد کی بھی کئی حالتیں ہوتی ہیں عقل کا نحصر چار چیزوں سے خالی نہیں۔ کیونکہ مقلد یا عامی ہے یا عالم۔ ان دونو کی غرض تبدیل مذہب سے یا دینی ہے یا دنیوی۔ پس اگر فقہ کی واقفیت سے عامی اور عاری ہے۔ اور اپنے مذہب سے برائے نام ہی واقف ہے اور مذہب بدلنے سے مال یا رتبے کو حاصل کرنا چاہتا ہے تو اس کا مذہب تبدیل کرنا قابل نفرت ہے۔ اور اگر خود عالم اور فقیہہ ہے اور دنیا کی خاطر مذہب بدلتا ہے تو اس کا کام اور بھی سخت ہے کیونکہ وہ گویا دنیوی غرض سے مذہب بازی کرتا ہے۔ یہ بات غیر جائز ہے۔ اور اگر اپنے مذہب میں فقیہہ ہے اور اس کا مذہب کو تبدیل کرنا دینی غرض سے ہے۔ اور اس کے نزدیک قوی دلیلوں سے دوسرے مذہب کو ترجیح حاصل ہے تو ایسے شخص کے لئے واجب ہے۔ اور ایک روائیت کے مطابق جائز۔ اور اگر فقہ سے عاری ہے اور اپنے مذہب میں شکی بنکر جاہل رہا اور دوسرے مذہب کو اپنے مذہب سے سہل جانکر اختیار کرتا ہے تو ایسے شخص کے لئے بھی تبدیلی مذہب جائز ہے اس واسطے کہ تفقہ مذہب میں جہالت کی نسبت اچھا ہے۔ غالباً تمام مذاہب میں جاہل کی عبادت صحیح نہیں۔ اگر تبدیلی مذہب سے کوئی دینی یا دنیوی غرض نہ ہو۔ بلکہ محض عمل کی وجہ سے ہو تو ایسی صورت میں عامی کے لئے جائز ہے لیکن فقیہہ کے لئے جائز نہیں۔ اس واسطے کہ اس نے مدت میں اس مذہب کی فقہ حاصل کی ہے۔ اور جب دوسرا مذہب تبدیل کرے گا تو پھر اور

پیروی سنت کی ترغیب وتحریص ہے کچھ نتیجہ پیدا کریگی۔

مکتوب شانزدہم درعمل بحدیث

آپ نے پوچھا تھا۔ کہ عمل بحدیث اور ایک مذہب سے دوسرے مذہب میں منتقل ہونیکی بابت آپ کی کیا رائے ہے۔ مخدوما عمل بحدیث کے بارے میں شیخ محمد حیات محدث مدنی علیہ الرحمتہ نے ایک رسالہ لکھا ہے۔ جس کا خلاصہ فارسی زبان میں لکھا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ "ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ" اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں محبت کرے گا" پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں " لا یومن احدکم حتی یکون ھواہ تبعا لما جئت بہ" کوئی تم میں سے کامل ایماندار نہیں ہوتا۔ تاوقتیکہ اس کی خواہش ان امور کی پیروی کی نہ ہو۔ جنہیں میں لایا ہوں یہ حدیث صحیح ہے اور اس کی روایت ابوالقاسم ابن اسمٰعیل بن فضل اصفہانی نے کتاب الحجہ میں کی ہے۔ اور روضتہ العلماء میں لکھا ہے۔ کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے۔ کہ "اترکوا قولی بخبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم وقول الصحابۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہم" "پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے قول کے مقابلے میں میرے قول کو چھوڑ دو۔" اور نیز امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مشہور قول ہے کہ " اذا صح الحدیث فھو مذھبی" حدیث صحیح ہی میرا مذہب ہے۔ پس جس شخص کو فن حدیث میں مہارت حاصل ہو اور ناسخ منسوخ اور ضعیف اور قوی حدیث میں تمیز کر سکتا ہو۔ اگر حدیث ثابت پر عمل کرے۔ تو وہ امام صاحب کے مذہب سے نکل نہیں جاتا۔ کیونکہ امام صاحب کا یہ قول تو بالکل ٹھیک ہے "اذا ثبت الحدیث فھو مذھبی" جب کوئی حدیث ثابت ہو جائے تو وہی میرا مذہب ہے۔ اگر کوئی شخص حدیث ثابت پر عمل نہ کرے تو گویا اُس نے امام صاحب کے اس قول "اترکوا قولی بخبر الرسول" کی مخالفت کی ہے۔ یہ بھی پوشیدہ نہیں کہ علمائے امت میں سے کسی کو ساری حدیثیں یاد ہوں۔ چنانچہ خود امام صاحب کے اس قول "اترکوا قولی بخبر الرسول" سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام صاحب کو ساری حدیثیں نہیں پہنچیں۔ بلکہ بعض ان میں سے رہ گئی ہیں۔ اور کیوں نہ رہ جائیں جبکہ خلفائے راشدین سے جو اہل امت میں سے سب سے بڑھ کر عالم ہیں۔ اور قریباً آنحضرت صلعم کی صحبت میں ہر وقت رہتے تھے بعض حدیثیں

بارے میں جو حدیثیں وارد ہوئیں۔ بڑے وثوق سے اخذ کیا۔ اور تینوں کو برابر سمجھا۔ اگر ان میں سے کسی ایک کو کفر وفسق کا طعن دیتے تو اس فرقے کی روایت کو قبول نہ کرتے اور اجتہاد اور استنباط کی بنا اس پر قائم نہ کرتے۔ اگر ان کے حق میں طعن جائز قرار دیں تو دین اسلام درہم برہم ہو جائے۔ پس ان کے حق میں زبان کو طعن سے روکے رکھنا دینی مصلحت ہے اور خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی صحبت کی حرمت اس کے علاوہ ہے۔ اگر مخالف یہ کہیں کہ آنحضرت صلعم کی قرابت کی حرمت کو ملحوظ رکھنا زیادہ ضروری ہے تو بے شک یہ بات قبول ہے۔ لیکن آنحضرت صلعم کے اہل قرابت سے نزاع والوں کو تکفیر تو ثابت نہیں ہوتی وحشت اور نفرت خود نزاع کے لئے لازم ہے۔ باوجود اس کے خیر القرون سے اس قسم کی خطا کا ظاہر ہونا دور از قیاس معلوم ہوتا ہے۔ اگر وہ خطا اجتہادی خطا ہی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ آنحضرت صلعم کے ذوالقربیٰ کی محبّت تمام افراد امت پر واجب ہے۔ اگر بیچ میں باہمی کشمکش نہ ہو تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل قرابت کی اذیت لازم آتی ہے۔ اس مسئلے میں اس سے زیادہ بحث کرنا مناسب نہیں اس مقام پر خاموش رہنا ہی بہتر ہے۔ چونکہ شیعہ فرقہ حد اعتدال سے بڑھ گیا ہے اور اس نے بے اصل خبروں پر اعتماد کر لیا ہے۔ اور ان پاک نفوس کو اپنے خبیث نفوس کے مطابق قیاس کرتے ہیں۔ رفتہ رفتہ اصحاب کرام جو کہ خبر نبوت کے تواتر کا مبدا ہیں۔ اور کتاب اور سنت کے ناقل کی تکفیر میں مبتلا ہوئے۔ لیکن انہیں یہ سمجھ نہ آئی کہ ایسا پیغمبر جس پر حقتعالےٰ نے نبوت ختم کر دی ہے۔ لوگوں میں مبعوث کیا اور اس کے دین کو قیامت تک کے مذاہب کا ناسخ قرار دیا۔ اور جس کی شان میں "وما ارسلناك الا رحمة للعالمين" نازل فرمایا۔ اور وہ جماعت جو عرصہ نبوت میں آنحضرت صلعم کے ہمراہ رہی اور زندگی بھر جان ومال تک قربان کرتے رہے۔ اور بعد میں شریعت کو رواج دینے کا کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ اس کی مدد سے کفر کے بھنور سے نہ نکلے اور نجات کے کنارے نہ پہنچے۔ خدا اور رسول کے حق میں عجیب قسم کا گمان کرتے ہیں۔ خدانخواستہ اگر دراصل کام اسی طرح ہوتا۔ جیسا کہ ان کا خیال ہے۔ تو ایسے خدا سے لاحقین کو کیا امید رحمت ہو سکتی ہے۔ اور ایسے پیغمبر سے شفاعت کی کیا توقع ہو سکتی ہے۔ سابقہ پیغمبروں اور ان کی امتوں کے حالات پوشیدہ نہیں۔ اور اس امت کے اولیا کے احوال بھی پوشیدہ نہیں۔ یہ بھی کبھی سننے میں آیا ہے کہ کسی بزرگ کی وفات کے بعد اس کے سارے مخلص مرتد اور منکر ہو گئے ہوں۔ اور اسکی

کچھ مدت اس مذہب کی فقہ کے مطالعہ میں صرف کریگا۔ اور عمل جو اصلی مقصود ہے ہاتھ سے جاتا رہیگا۔ پس اس کے لئے تبدیل مذہب کی ترک ہی بہتر ہے۔ اور یہ جو کہتے ہیں کہ اگر غیر حنفی حنفی مذہب میں داخل ہو تو جایز ہے اور اس کا عکس ناجایز۔ یہ محض تعصب کی وجہ سے ہے کسی دلیل سے ثابت نہیں ہوتا۔ اس واسطے کہ تمام امام حقیقت میں برابر ہیں۔ اگر حنفی مذہب یا کسی اور مذہب کی تقدیم کے بارے میں کوئی آیت یا حدیث وارد ہوتی۔ تو اس مذہب کی تقلید تمام امت پر واجب ہوتی اور دُوسرے کی ناجایز۔ یہ بات اجماع کے خلاف ہے۔ جامع الفتوٰی والا جو خود حنفی مذہب ہے لکھتا ہے۔ کہ شافعی مذہب والا حنفی مذہب میں آجائے تو جایز اور اس کا عکس بھی۔ لیکن کلیہ طور پر تبدیل کرنا چاہیئے نہ کہ صرف بعض مسائل میں۔ موجودہ اور گذشتہ زمانے میں بہت سے آدمیوں نے تبدیل مذہب کیا تھا اور کیا ہے اگر جایز نہ ہوتا تو تبدیل نہ کرتے۔ جو اس کے برخلاف کہتا ہے اس کا قول بے دلیل اور نامقبول ہے۔ والسّلام علیٰ من اتبع الہدٰے۔

مکتوب ہفدہم در عقیدہ اہل سنت و جماعت در حق اصحاب رضی اللہ عنہم

آپ نے لکھا تھا کہ معاویہ بن ابی سفیان اموی صحابی اور اس کے مددگار اور پیروں عفی اللہ عنہم کے حق میں کس قسم کا اعتقاد رکھنا چاہیئے۔ واضح رہے کہ اہل سنت کے علما حضرات صحابہ کے باہمی تنازعات کی نسبت نیک گمان رکھتے ہیں۔ کیونکہ وہ خیر القرون تھا۔ اگر تاویل کے قابل نہ ہو تو جناب آلہی کے سپرد کرتے ہیں۔ اور گالی گلوچ در طعن و تشنیع کو ممنوع جانتے ہیں کیونکہ تینوں قرون میں سے کسی مجتہد یا محدث عالم نے باوجود قرب زمانی اطلاع تامہ کے اور اقرار خطائے مخالفان یہ حضرت علی مرتضیٰ ان کے حق میں طعن کو تجویز نہیں کیا۔ اگرچند روز شام اور کوفہ کے لشکروں میں لڑائی ہوئی تو یہ ہٹ دھرمی کی وجہ سے تھی نہ کہ عقیدۂ کفر کی بنا پر۔ تعصب کے مادے کا ذکر معتبر کتابوں میں موجود ہے۔ فساد کا مبدا امیر المومنین عثمانؓ کی شہادت ہے۔ سب سے سلامت طریقہ یہی ہے۔ اس واسطے کہ دونو لشکروں میں جب مخالفت ہوئی تو صحابہ کے تین گروہ ہوگئے۔ ایک گروہ خلیفہ برحق علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا طرفدار رہا۔ اور دُوسرا گروہ امیر شام سے ملگیا۔ تیسرا گروہ توقف میں پڑا۔ اس میں شک نہیں کہ اس زمانے کے محدثوں اور مجتہدوں نے ان تینوں گروہوں کے

اور اس کے رسول پر جیسا وہ اپنے پروردگار کے نزدیک ہے۔ اور اس کی آل و اصحاب پر جیسے کہ وُہ اپنے نبی کے نزدیک ہیں۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ یہ مطالب تمام اختلافات سے برتر ہیں۔ علم الٰہی کے سپرد کر دینے چاہئیں۔ جو کہ نفس الامری رتبہ ہے۔ اور کوئی فرقہ اس مقام میں دم نہیں مار سکتا فالحمد للہ علیٰ نوالہ والصلوٰۃ والسّلام علیٰ رسولہ محمد وآلہ وسلّم۔

مکتوب نوزدہم

خلفائے کے بیان میں جو حدیث کے مُطابق قبیلہ قریش سے تعداد میں بارہ ہونگے

آپ نے لکھا تھا کہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسّلام فرماتے ہیں۔ کہ میرے بعد قبیلہ قریش سے بارہ خلیفے ہونگے۔ اہل سنت کے نزدیک ان بارہ میں چار تو وُہ ہیں جنہوں نے خلافت خاصہ حاصل کی۔ اور باقی آٹھ وُہ ہیں جنہوں نے خلافت حاصل کی۔ اور کافروں کے ساتھ جہاد کرنے اور کلمتہ الحق کا اعلان کیا۔ اور شیعہ بارہ امام سلام اللہ علیہم کو کہتے ہیں۔ آپ (مرزا جانجاناںؒ) کا اس بارے میں کیا عقیدہ ہے؟

مخدوما! میری سمجھ میں اہل سنت ہی حق بجانب معلوم ہوتے ہیں۔ واضح رہے کہ خلافت کا لفظ عام ہے۔ ظاہری خلافت بھی ہو سکتی ہے اور باطنی بھی۔ آنحضرت صلعم کے خلفا کے لئے ظاہری اور باطنی دونوں خلافتوں کا ہونا ضروری ہے۔ خلیفہ اُسے کہتے ہیں جو امر خلافت کو چلائے اور خلافت کو سرانجام دینا قدرت اور طاقت پر موقوف ہے۔ یعنی خزانے اور فوجیں جو کہ حکم کے جاری کرنے کی ضروری شرط ہے۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ چاروں خلفاء کے بعد جنہوں نے کہ تیس سال خلافت کی اور حضرت امام حسن علیہ السّلام کے بعد چھ ماہ تک آئمہ اطہار میں سے کوئی بھی اس امر پر قادر نہیں ہُوا۔ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی تعبیر کہ خلفاء قریش سے ہونگے اسی پر دال ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو آنجناب اہل بیت یا بنی ہاشم سے فرما دیتے۔ دونوں مذہبوں کو جمع اس واسطے کر سکتے ہیں کہ ظاہری دین کو رواج دینا جو کہ اسباب ظاہری پر موقوف ہے اور اس قالب کے لئے بمنزلہ روح ہے۔ وُہ حضرات آئمہ علیہم السّلام کے نفوس مزکی سے وقوع میں آیا ہے۔ چنانچہ اہل سنت صُوفیا بارہ اماموں کی قطبیت کے قائل ہیں۔ چاروں خلفاء اور حضرت امام حسن سلام اللہ علیہ کے مابین صلح ہو جانیکے بعد حضرت امام مہدی صاحب الزمان

آل و اولاد سے عداوت کی ہو۔ ایسی صورت میں پیغمبر کی بعثت سے جس سے مقصود اصلاح ہے کیا فائدہ حاصل ہوسکتا ہے۔ نیز اس حساب سے تو خیر القرون شر القرون بن جاتا ہے۔ اور خیر الامم شر الامم ہوجاتی ہے۔ اللہ تعالےٰ انصاف نصیب کرے۔ والسلام۔

مکتوب ہژدہم۔ در بیان عقیدہ اہل سنت وجماعت باجمال ۱؎

حامداً و مصلیاً آپ نے لکھا تھا کہ صحابہ اور اہل بیت کے بارے میں جو سنی اور شیعہ کا اختلاف ہے۔ اس کی بابت دلجمعی نہیں ہوتی۔ کیونکہ اہل ملت کے اعتقاد کی بنا اخبار پر ہے۔ اور خبر جھوٹی بھی ہوسکتی ہے اور سچی بھی۔ مگر کسی خبر کا متواتر پہنچنا اس کی تصدیق کا باعث ہوتا ہے۔ سو اس قسم کی خبریں کمیاب ہیں۔ پس اطمینان کرانے کا سہل علاج کونسا ہے۔ مخدوما! یہ مسئلہ دینی ضروریات اور ایمانی ارکان کے متعلق نہیں۔ نجات کے لئے توحید باری اور تصدیق نبوت کافی ہے۔ اور ایمان مجمل نجات کے لئے وافی ہے۔ اور کلمہ طیبہ کا مضمون جس کی تصدیق اور اقرار سے آدمی مسلمان ہوتا ہے کافی ہے۔ صحابہ کرام اور اہل بیت رضوان اللہ علیہم کی شان میں نیک گمان اور ان سے محبت کرنا اور آنحضرت سے ان کی قرابت۔ صحبت اور حسن خدمت کو ملحوظ رکھنا کافی ہے۔ تاریخ کی کتابوں سے ان بزرگوں کے حالات کا مطالعہ کرنا فتنہ برپا کرنیکا موجب ہے۔ کیونکہ عصمت کا منصب اہل سنت کے مذہب سے مخصوص ہے اور حضرات انبیاء علیہم التحیۃ والثنا کو مسلم ہے۔ اور ان کے علاوہ کسی اور کے حق میں ممنوع ہے۔ خواہ وُہ صدیق اور اولیاء ہی کیوں نہ ہوں۔ پس معاملات میں کبھی کبھی ان میں مخالفات کا اتفاق ہوتا ہے۔ سو بھی جلدی آپس میں رفع دفع ہوجاتا ہے۔ اور صفائی باطن کی زیادتی کے سبب اس کا تصفیہ ہوجاتا ہے۔ اور یہ جو نفوس خبیثہ اپنے موافق انہیں قیاس کرکے ان کی باہمی دائمی رنجش کو ثابت کرتے ہیں اور ان پر حاشیئے چڑھاتے ہیں۔ وُہ گویا نقطے کو دایرہ بناتے ہیں۔ یہ قابل اعتبار نہیں۔ نیز واضح رہے کہ اس طبقے کے انکار سے آنحضرت صلعم کے وجود مبارک کی تاثیر کا انکار لازم آتا ہے اور فایدہ بعثت کی نفی واجب ہوتی ہے۔ میں ایک روز اس مسئلے کی بابت سوچ رہا تھا۔ اور مبدء فیاض سے ان شکوک سے نجات کی التجا کررہا تھا تو مجھے یہ الہام ہُوا۔ قل امنت باللہ کما ھو عند نفسہ و برسول اللہ کما ھو عند ربہ والاصحابہ کما ھو عند نبیہ۔ کہو میں ایمان لایا اللہ پر جیسا کہ وُہ اس کے نزدیک موصوف ہے۔ اور

طرف حق ثابت ہے اور دونوں ہی معذور ہیں۔ بلکہ ماجور۔ کیونکہ دونوں کے امور کی بنا آنحضرت صلعم کی محبت پر ہے۔ جیسا کہ حضرت خیر النساء علیہ التحیۃ والثنا کی ملالت و وحشت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے صحیح حدیثوں سے ثابت ہے۔ اس موقعہ پر دو شبہے ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ حضرت بتول نے دنیا سے قطع تعلق کر لینے کے بعد تھوڑے سے مال پر باوجود معقول جواب سُن لینے کے کس طرح ملال کیا ہوگا۔ دوسرا یہ کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند کے مقام رعائت میں اس آسان سے کام میں کس طرح دلجوئی نہ کی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مال میراث کی طلب جس سے بڑھ کر دُنیا میں کوئی حلال مال نہیں ہوتا ترک دنیا اور تقویٰ کی منافی نہیں ہو سکتی۔ بلکہ متقی آدمی حلال مال کی زیادہ قدر کرتا ہے۔ اور جب تک بشریت قائم ہے ضروریات سے چارہ نہیں۔ حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو منع فرمایا۔ تو اس حدیث کے موافق تھا "نحن معاشر الانبیاء لا نورث" اور جب حضرت صدیق نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے یہ حدیث سنی ہوگی تو یہ صدیق کے حق میں بھی ویسی ہی قطعی ہے ایسے امور میں دلجوئی جائز نہیں۔ اس جواب سے حضرت خیر النساء کی تسلی و تشفی نہ ہونا اس وجہ سے ہوگا کہ ورثہ کا ثبوت توریت اور شائد یہ حدیث اس وقت تک ظاہرا طور پر حد شہرت کو نہ پہنچی ہو تا کہ حضرت فاطمہ پر حجت ہو سکے۔ غالباً نازک مزاجی کی وجہ سے ہو گی۔ جو کہ صاحبزادوں کے لئے لازمی ہے۔ اور نیز لا تبدیل لخلق اللہ کے موافق کوئی کمائی خصوصیت مزاج کو نہیں بدل سکتی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شدت غضب کی عادت آخری دم تک نہ گئی۔ یہ قصہ مشہور ہے کہ آپ نے ملک الموت علیہ السلام کے چہرے پر طمانچہ مارا۔ پس اس صورت میں دونوں معذور ہیں۔ اور دونوں حق بجانب ہیں۔ اہل سنت کے لئے طرفین کے حق میں نیک گمان کرنا اور نیک گمان سے تاویل کرنا واجب ہے۔ والسلام علیٰ من اتبع الہدےٰ ۔

مکتوب بست و یکم

دربیان التزام اتباع سنت سنیہ و تحصیل مرتبہ حضور و جمعیت و آگاہی ۔

مخدوما! آپ نے جو کچھ اس زمانے کے طالبوں کی کمزوری اور درویشوں سے انکے کشف و کرامات کے طلب کرنے اور قرن اوّل کی نسبت عدم مبالات کی بابت لکھا ہے معلوم ہُوا

تک باطنی خلافت انہیں حضرات کے متعلق ہے۔ صاحب الزمان کی ذات میں بھی یہ دونو باتیں موجود ہونگی۔ اور ظاہری خلافت اور خلفاء کو۔ لیکن بارہ کی مقدار مقرر کرنا اس صورت میں تکلف طلب ہے۔ والسّلام +

مکتوب بستم

در بیان توجیہ ملالت حضرت عائشہ از حضرت امیرالمومنین علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ

آپ نے لکھا تھا کہ صحیح حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضرت علی کرم اللہ وجہ سے آنحضرت صلعم کے عہد مبارک ہی میں ناراض تھیں۔ اور بعدازاں قطع نظر حرب جمل کے واقعہ کے جس کے اور بھی باعث تھے ثابت ہوتی ہے۔ یہ بڑی مشکل معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ یہ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے بعید معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی مرتضےٰ سے انحراف کیا ہو۔ حالانکہ خود حضرت عائشہ صدیقہ روایت فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلعم کے نزدیک حضرت مرتضےٰ اور فاطمۃ الزہرا ایں سب آدمیوں سے زیادہ محبّت تھی +

مخدوما! کبھی طرفین کی نزاع اور خلاف میں معذور ہوتے ہیں۔ لیکن دونو حق بجانب ہونگے۔ جیساکہ اس مقام میں مخفی نہیں کہ قضیہ افک میں حضرت علی مرتضےٰ نے جب جناب رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کا اضطراب محسوس کیا۔ تو وفور محبت اور مصلحت وقت کے فتوےٰ سے آنحضرت صلعم کی تسکین اور تسلی کے لئے بعض الفاظ جن سے آنحضرت صلعم کا دل حضرت عائشہ صدیقہ سے پھر جائے عرض کئے۔ جب یہ خبر حضرت عائشہ صدیقہؓ نے سنی تو گھبرائیں۔ اور کیوں نہ گھبرائیں کیونکہ ایسے وقت میں مقربان بارگاہ کا ایسے کلمات عرض کرنا محب کو محبوب سے پھیر دیتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اس سے بڑھ کر اور کوئی تکلیف نہیں ہوسکتی پس حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا حضرت علی کرم اللہ وجہ سے انحراف کرنا غیرت محبّت اور بشریت کے اقتضاء سے تھا جس سے چارہ نہیں۔ یہ انحراف کسی اور وجہ سے نہ تھا۔ جب تک محبّت باقی ہے یہ وحشت بھی باقی ہے۔ یہ کلمات حضرت علی کرم اللہ وجہ نے عداوت کی وجہ سے نہیں عرض کئے تھے۔ کیونکہ محبوب کا محبوب بھی محبوب ہوتا ہے۔ بلکہ محض پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلّم کی خاطر عرض کئے جو مجبور ہو کر عرض کئے۔ پس اس صورت میں دونو

نسخہ کے استعمال سے حاصل ہُوا۔ قرون متاخرہ کے اذواق اور مواجید کی بابت کوئی کلام نہیں کیا۔ صورت اور حقیقت کا کمال حاصل کرنے کے علاوہ جس سے زیادہ ہونا ممکن ہی نہیں اس بات کی بڑی کوشش کرتے رہے ہیں۔ کہ اس صورت کو جو حقیقت کی محافظ ہے اور جس کا فائدہ عام اور خاص کو پہنچتا ہے محفوظ رکھا جائے۔ کشف و کرامت کی چنداں پرواہ نہیں کی اور نہ ان کو کمال کی شرط خیال کیا ہے۔ پس جو مریض کہ صحت کامل یعنی نسبت محمدیہ کا طلبگار ہے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ سنت نبوی کی پیروی کو تمام ریاضتوں اور مجاہدوں سے افضل سمجھے۔ اور جو انوار اور برکات اس سے حاصل ہوں۔ ان کو تمام فیوضات سے افضل خیال کرے۔ عام مشہور اذواق اور مواجید کی باطنی جمعیت اور دوام حضور کے مقابلے میں کچھ حقیقت نہیں ہے جس بزرگ کی خدمت میں رہکر یہ حاصل ہوں۔ اس کو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب جانکر اس کی خدمت کو لازم جانیں۔ اس راہ کا منتہی کھا کر فریفتہ نہ ہو جائے۔ خواہ وُہ لذیذ ہی کیوں نہ ہو +

مکتوب بست و دوم

در جواب شاہ ابو الفتح در بیان بعضے درجات طریقہ مجددیہ رضی اللہ عنہ

مدت کے بعد مخدوم زادہ گرامی سے التفات نامہ سامی پہنچا۔ جس کے مطالعہ سے بدن میں تازہ جان آگئی۔ اور نسبت اخلاص کو تقویت اور تجدید حاصل ہوئی۔ آپ نے جو سلوک کے آغاز اور انجام کی بابت لکھا ہے۔ ان اطوار و آثار سے جو ظاہر ہو رہے ہیں امید ہے کہ خاصکر ان حاصل شدہ امور کی جو اکثر آدمیوں کے لئے غرور کا مادہ ہوتے ہیں قدر و قیمت جاننا طلب خدا میں ہم سے نامراد فقیروں سے مراد چاہنا۔ بھیک مانگنے کے لئے ہاتھ پھیلانا وحدت وجود کے سمندر کے طوفان سے کنارے پر رہنا اور ہمارے حضرات کی نسبت کو جن کی ریاضتیں سنت سنیہ کی پیروی اور جن کے معارف شریعت علیہ کے حقایق کے اسرار ہیں۔ آرزو کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ میں طلب کی پاکیزگی اور علو ہمت ہے۔ اللہ تعالےٰ اور بھی برکت دے اور آپ کے درجات کو بڑھائے جو کچھ آپ نے حضرت والد ماجد اور حضرت میاں ہمت خانصاحب کے افادات کے ثمرات کی بابت لکھا ہے کہ واردات غریبہ حالات عجیبہ۔ استیلاء غیبت اور ظہور وحدت ہوتا ہے۔ یہ سب لطیفہ قلب کی تلونیات ہیں۔ اس لطیفہ کا انتہائی مقام یہ ہے کہ امکان کے تنگ کوچہ

واضح رہے کہ ایسے کمینوں کو مرید کرنا جو دوسرے مشائخ کی رغبت رکھتے ہیں۔ کوئی ضروری نہیں۔ البتہ عقلمند مخلص جو امر مذکورہ کی نسبت التماس کرے۔ اس کی تسلی ان مراتب سے کرنی چاہیئے کہ اللہ تعالےٰ حکیم حقیقی ہے۔ اس نے اپنی رضا اور محبت کی بنا جو تمام طریقوں کے صوفیوں کا مقصود ہے اس آیۃ شریفہ کے موافق "قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ" کہدے اگر تم اللہ تعالےٰ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو۔ اللہ تعالیٰ تم سے پیار کریگا پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی پر رکھی ہے۔ اور اس طبیب حاذق کو چند ایک امور اور منہیات جو بمنزلہ دوا اور پرہیز ہیں۔ دیگر اصلاح امت کے لئے جو غفلت اور نافرمانی کی بیماری میں مبتلا تھی بھیجا جس نے اس نسخے کو استعمال کیا اسے شفا حاصل ہوئی۔ اور جس نے اس کے استعمال سے انکار کیا اُس نے اپنے تئیں ضایع کیا۔ اس نسخے کی ایک صورت ہے۔ اس کی حقیقی صورت عام مسلمانوں کے نصیب ہے اور وہ عقیدہ صحیح کئے بیٹھے۔ کتاب اور سنت کے موافق امر ونہی کے بجالانے میں اعضاء کا استعمال کرنا ہے۔ اس کی جزا حسی نعمتیں ہیں جو نجات کی صورت ہے۔ اس نسخہ کی حقیقت خواص کا حصہ ہے۔ اس میں صورت مذکورہ کو ملحوظ رکھ کر ریاضتوں اور مجاہدوں سے قلب اور نفس کا تزکیہ کرنا پڑتا ہے۔ جس کا ماحاصل تجلیات اور مکاشفات کا ظہور ہے۔ صورت سے مراد ایمان اور اسلام ہے۔ اور حقیقت سے مراد احسان ہے۔ جس کے بارے میں یہ حدیث "وان تعبد ربک کانک تراہ" تو اپنے پروردگار کی عبادت اس طرح کر کہ گویا تو اُسے دیکھ رہا ہے وارد ہے۔ اور صورت بے حقیقت ظاہری جلد کی بیماریوں کی دوائی کی طرح ہے۔ مثلاً خارش اور پھوڑے پھنسی کا نکلنا جو مالش اور ضماد وغیرہ سے دُور ہو سکتی ہیں۔ یہ ظہورِ حقیقت بے صورت کی طرح غیر مفید نہیں۔ بلکہ حقیقت نہیں مکر آلہی ہے۔ خدا اس سے بچائے۔ حقیقت بجائے تنقیہ کے ہے۔ کہ جس پر مواد فاسدہ کا خارج کرنا موقوف ہے تاکہ مرض کے بقیہ کا احتمال باقی نہ رہے۔ کسی مرض معہودہ کی پوری پوری شفا نہیں حاصل ہو سکتی جب تک کہ یہ دو نو علاج نہ کئے جائیں۔ اس بیان سے معلوم ہو سکتا ہے کہ آنحضرت صلعم کے معالجہ سے اصحاب کرام کی طبیعتوں میں شفا کے کیسے آثار ظاہر ہوئے ہونگے۔ مخفی نہیں ہے کہ محبت آلہی کے غلبہ اور پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی رضامندی اور پیروی۔ طاعت سے لذت اور نافرمانی سے نفرت کئے بغیر اور کوئی کام نہیں ہوا۔ اور اس سے حضوری قلب اور تہذیب نفس حاصل ہوئی۔ اور یہ سب کچھ آنحضرت صلعم کی صحبت مبارک اور آنجناب کی شریعت کے

خاک سے۔ چونکہ ذات عالیہ کے اعتبارات اور شیونات بہت ہیں۔ اس لئے اس سے بھی بڑھ کر اور مقامات ثابت ہیں جو اپنے اپنے مقام پر مذکور ہیں۔ اس راہ میں سب سے مشکل کام فنائے قلب اور فنائے نفس کا حاصل کرنا ہے۔ باقی مراتب انہیں دونو پر مبنی ہیں۔ ہر ایک مقام میں عروج و زوال اور فنا اور بقا ہے۔ جو کچھ لکھا گیا ہے وُہ حضرات مجددیہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تحقیق اور اکابر متقدمین کے مذاق کے موافق ہے۔ البتہ دُوسرے مشائخ کو اس بارے میں احتمال ہے جو سالکوں کے لئے باعث ہوتے ہیں۔ اس طریق پر جذبہ سلوک پر مقدم ہے۔ اگرچہ نفس کی تاثیر مفید ہے۔ لیکن پھر بھی شیخ کو مرید کے باطن پر پورا دخل ہے۔ البتہ مستفید کی استعداد کا ہونا ضروری شرط ہے۔ اور از روئے صحبت کے بہت ہے۔ اللہ تعالے ہماری اور آپکی داد دے والسلام۔

شاہ ابوالفتح کے مکتوب کی چند ایک سطریں جن میں بعض اشغال چشتیہ کے فوائد مندرج تھے ایک شغل کی بابت فرماتے ہیں۔ کہ اس شغل کی مزاولت کے سبب سینہ سے ایک لمبی مسلسل آواز شہد کی مکھی کی بھنبھناہٹ کی طرح محسُوس ہوئی جو ہر روز زیادہ ہوتی گئی۔ یہانتک کہ وُہ قلب صنوبری کی حرکت پر جو ذوالابتدا والانتہا کی ثابت ہے غالب آئی۔ اور آواز بسیط اور دراز ہوگئی۔ چنانچہ قلب کے شروع سے لیکر اس طرف جہاں روح کا مقام ہے یک لخت ایک لمبی آواز ہوگئی۔ اور اس نے سارے سینے کو گھیر لیا۔ اور اس آواز نے کچھ مدت بعد اس قدر غلبہ کیا کہ تمام بدن میں اثر کر گئی۔ یہاں تک کہ توجہ کے وقت ایک بال بھی اس صورت سے خالی نہیں رہتا۔ اور اس قدر مغلوب کر دیتا ہے کہ مالوفات طبیعی کی توجہ بڑی تکلیف سے حاصل ہوتی ہے۔ اور غیر کا ملاحظہ بیچ سے اُٹھ جاتا ہے۔ اور حضرت ذات کی سیر ویرتک اعیان موجودات میں مشہود ہوتی ہے۔ اور جب قدرے افاقہ ہوتا ہے تو عجیب و غریب حالات ظاہر ہوتے ہیں چنانچہ اگر اسی صورت میں کسی بزرگ کی قبر کی طرف توجہ کی جائے تو صاحب قبر کے احوال کا کشف حاصل ہو جاتی ہے۔ اور اگر آئندہ حالات کی بابت جستجو کی جائے تو بغیر کمی بیشی ظاہر ہوتے ہیں اور اگر کسی آدمی کی طرف جس میں درحقیقت استعداد ہو توجہ کی جائے تو حرارت کی تاثیر اسکے دل کو محسُوس ہوتی ہے۔ پہلے کچھ ذکر روح قدرے حاصل تھا اب وُہ بھی اس آواز سے ملگیا ہے اب قلب اور رُوح کے ذکر میں فرق کرنا دشوار ہو گیا ہے۔ "مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ" کھاری اور میٹھے دو سمندر بنا نکالے جو آپس میں ملتے ہیں۔

سے نکلکر مقدمہ وجوب کی وسیع آبادی میں آئے۔ اور اسمار وصفات کے ظلال کے دائرہ میں جو تعینات عالم کی مبادی ہیں سیر کرے۔ اور ظل خاص میں جو عین امر کا مبدء ہے فانی ہو جائے۔ اور اسی ظل سے بقا حاصل کرے۔ اس بات کو اصطلاح قوم میں فنائے قلب اور ولائیت صغریٰ کہتے ہیں جو اولیار کی ولائیت ہے۔ اور ولائیت ظلی سے جو محل سکر ہے معارف وحدت پیدا ہوتے ہیں۔ اور اس مقام میں قلب کے ضمن میں نفس کو بھی فنا کا رنگ حاصل ہو جاتا ہے۔ اس ولائیت کے حصول کا اثر اس قسم کی ہمیشہ کی حضوری ہے جس میں کبھی غفلت نہ آئے۔ اور ماسوی اللہ سے مطلقاً تعلق باقی نہ رہے۔ اور اس مقام سے اوپر ایک اور مقام ہے جس میں سالک کی سیر اس ظلال کے اصول میں واقع ہوتی ہے جنہیں اسمار وصفات کہتے ہیں۔ اور لطیفہ نفس سے معاملہ پڑتا ہے جو عالم خلق سے ہے۔ جیسا کہ مقام سابق میں قلب اور دوسرے چاروں لطیفوں سے پڑا تھا۔ جو کہ عالم امر سے ہیں۔ اور جن کا عروج مرکز ظلال تک ہے۔ اس مقام میں نفس کو فنا کی حقیقت حاصل ہوتی ہے۔ اور امارہ مطمئنہ میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ اور مخالف دشمن موافق دوست بن جاتا ہے۔ اور دعوت اور ارشاد کا استحقاق حاصل ہوتا ہے۔ چونکہ یہ مقام بعد الجمع کی چوٹی ہے۔ یہاں پر تمیز حاصل کر کے وحدت شہودی کا سر معلوم ہوتا ہے جو خلق سے غیریت حق کی خبر دیتا ہے۔ اس مقام پر پہنچکر محبوب حقیقی جلشانہٗ کی مرضیات کی طرف رغبت اور اس کے مبغوضات سے نفرت پیدا ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ کلفت بیچ میں سے جاتی رہتی ہے۔ اور شریعت مقتضائے طبیعت ہو جاتی ہے۔ کتاب وسنت کے موافق اعتقاد اور عمل آسان معلوم ہوتا ہے۔ اس مقام کو فنائے نفس اور ولائیت کبریٰ کہتے ہیں۔ جو انبیا کی ولائیت ہے۔ اور یہ مقام امت کے خاص خاص آدمیوں کو آنحضرت صلعم کی پیروی کے سبب حاصل ہے۔ یہاں پر سالک کو اسمار وصفات کے کمالات کی سیر جو اسم ہوالظاہر کے متعلق ہیں حاصل ہوتی ہے۔ اس کے اوپر ملائکہ کی ولائیت ہے۔ جسے ولائیت علیا کہتے ہیں۔ وہاں پر اسم ہوالباطن کے کمالات کی سیر ہوتی ہے۔ اس ولائیت کے حاصل کرنے کا فائدہ یہ ہے کہ تجلی ذات کی قابلیت ہو جاتی ہے۔ اس سے بڑھ کر نبوت اور رسالت کے کمالات ہیں۔ اس مقام پر حضرت ذات سے اسمار وصفات کے انفکاک کے عدم جواز کے باوجود تجلی مجرد ذات عارف پر ظاہر ہوتی ہے۔ اور یہاں پر چاروں عنصروں سے جو لطیفہ نفس کا اصول ہیں واسطہ پڑتا ہے۔ یعنی ولائیت علیا میں خاک کے سوا باقی تین عنصروں سے اور کمالات نبوت میں صرف

ماشمت رائحۃ الوجود فی الخارج" اس واسطے کہ اعیان جو علم میں ثابت ہیں وُہ خارج میں وجود کی بو بھی نہیں سونگھتے۔ اور اگر صور علمیہ کو مرات قرار دیں۔ تو اس میں ظاہر طور پر اسمار و صفات کی تجلیات اور حضرت وجود کی شیونات ہیں نہ کہ خود وجود بعینہٖ۔ چنانچہ مرات کونی اور خزانہ علم کی مثال منقوش صفحے کی سی ہے۔ اور وجود منبسط بجائے آئینہ صیقلی اس کے مقابل ہے۔ نہ اس صفحے سے نقش باہر نکلتا ہے۔ اور نہ صورت آئینے وجوداً آتی ہے۔ کیونکہ مرتبہ علم سے صورت علمیہ کے خروج سے جہالت لازم آتی ہے۔ اور آئینے میں دخول صورت باوجود سے قیام حادث کی تقدیم لازم آتی ہے۔ اور یہ دونو امور محال ہیں۔ پس وجود کے ظاہر اور وجود کے باطن کے درمیان طرفین کے آثار اور احکام سے ایک طلسم برپا ہے۔ جسے قوم کی اصطلاح میں مرتبہ وہم اور دایرہ امکان کہتے ہیں۔ جس میں تین تنزلات امکانیہ پائے جاتے ہیں۔ منجملہ پانچ مشہور تنزلات کے۔ یعنی تنزل روحی۔ مثالی اور جسدی۔ چنانچہ علم واجبی کے مرتبے میں دو تنزل وجوبی ہیں۔ یعنی وحدت اور احدیت ان دونو سے مراد اللہ تعالیٰ کے شیونات کا مرتبہ علم میں اجمالاً اور تفصیلاً ملحوظ رکھنا ہے کہتے ہیں کہ خارج میں ایک وجود کے سوا کسی شے کو تحقق اور ثبوت نہیں۔ اور کثرت مرئیہ مرتبہ وہم میں موجود ہے۔ حکمت بالغہ نے اس وہم کو اتفاقی قرار دیا ہے۔ اور اس پر آثار ابدی کی بنا قایم کی ہے۔ نہ وُہ وہم ہے جو رفع وہم سے اُٹھ جاتا ہے۔ اس مرتبہ پر وہم کا اطلاق کرنے سے قوم کی مراد یہ ہے کہ اس کثرت کی حقیقت اور نہیں۔ وہی ایک وجود اس آئینے میں بکثرت تجلیات سے نمودار ہُوا ہے۔ اور بکثرت تجلیات کا منشا شیونات ہیں۔ کہ حضرت وجود میں موجود ہیں۔ اور مرتبہ علم میں ان کا انکشاف ہُوا۔ جیسا کہ بیج سے درخت پھُوٹتا ہے۔ اسی طرح وُہ ایک وجود آئینے میں منبسط ہو کر عالم کہلایا۔ چونکہ چیزوں کے وہی وجود کی اور کوئی حقیقت نہیں بلکہ یہ وجود علمی کا عکس ہے۔ اور نفس الامر میں تمام چیزیں اسی علمی وجود سے موجود ہیں اور مرتبہ علم سے نہیں نکلی ہیں۔ جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔ اور علم صفات الٰہی میں کی ایک صفت ہے۔ اور وجود یہ صوفیوں کے نزدیک صفات عین ذات ہے۔ پس اس تقریر کے بموجب اشیار کا وجود عین وجود حق ہے۔ چنانچہ حضرت شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حق ہے ثابت ہو گیا ہے کہ واحد وجود کے سوا کوئی وجود خارج میں موجود نہیں۔ اور یہی وحدت وجود کے معنی ہیں۔ یہی معنی ان حضرات رحمۃ اللہ علیہم کا مکشوف اور مشہود ہے۔

یہ مکتوب حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہم کے نبیرہ حضرت شیخ عبدالاحد کے

مکتوب بست وسوم

در بیان مسئلہ توحید وجودی

برخوردار! تمہاری التماس کے بموجب وحدت وجود کا مسئلہ لکھا جاتا ہے۔ واضح رہے کہ مراتب ستہ کی شرح میں لکھتے ہیں۔ کہ حقتعالے اپنے قدیم علم میں حقایق کلیہ اور جزیہ کو جانتا تھا۔ لیکن کسی شئے کا علم اس کے وجود سے وابستہ ہے۔ پس یہ ضروری ہے کہ تمام چیزیں علم آلہی میں موجود ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ صوفی اعیان ثابت فی العلم کے قائل ہیں۔ چونکہ اس علم کی رو جو قوم کے نزدیک مشہور ہے اشیاء کے وجودات میں وجود کے باطن میں زمانے کی تقدیم و تاخیر نہیں بخلاف وجود خارجی کے کہ اس میں تقدم و تاخر بدیہی ہے ضروری ہے کہ علمی وجود خارجی وجود کے علاوہ ہو۔ اور یہ بھی ضروری ہے کہ اس سے مقدم ہے۔ جیساکہ اصل فرع سے مقدم ہوتا ہے اور سائے والی چیز سائے سے مقدم ہوتی ہے۔ وجود خارجی کا وجود علمی سے پیدا ہونا یہ ہے کہ جب حق تعالےٰ چاہتا ہے کہ صور علمیہ میں سے کسی صورت کو خارج میں جس سے مراد وجود منبسط ہے۔ قوم کے نزدیک ظاہری وجود میں موجود کرے اور اس صورت کے آثار مطلوبہ کو اس صورت سے ظاہر کرے تو اس صورت اور اس وجود کے مابین ایسی نسبت پیدا کرتا ہے جو ذہن میں تو معلوم ہوتی ہے لیکن از روئے کیفیت نامعلوم ہوتا ہے۔ اور وجود منبسط کا آئینہ اس صورت کے عکس سے منقش کرتا ہے۔ ایسے طریق پر کہ وہ نقش یا رنگ اطلاق وجود کو برہم نہیں کرتا۔ وللہ مثل الاعلیٰ۔ جیساکہ رائے کا عکس آئینے کے بالمقابل آئینے پر تو پڑتا ہے۔ لیکن اس کا نور زائل نہیں ہو جاتا۔ اور عقل صورت صحیح کے تامل کے بعد صورت مرئیہ جو ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہیں یعنی شکل۔ رنگ اور مرائیت میں یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہاں پر نہ دخول ہے اور نہ ارتسام۔ اگر ظاہر میں اور عوام کی سمجھ کے مطابق صورت مرئیہ اور صفت مرائیہ ایک طرف ہے۔ جو مرات ہوتی ہے۔ لیکن از روئے حقیقت صورت اور مرائیہ صورت مرات سے پیدا ہوتی ہے۔ اور صورت سے معلوم ہو جاتا ہے کہ آئینہ محدب ہے یا مجوف۔ مولانا جامی علیہ الرحمتہ مراتب ستہ میں فرماتے ہیں۔ کہ اگر وجود کو مراتب پر خیال کریں تو ظاہر میں اس میں صور علمیہ کے آثار اور احکام پائے جاتے ہیں۔ نہ کہ وہ صورتیں بنفسہٖ" لان الاعیان الثابتۃ فی العلم

یاد دلانے کی بڑی کوشش کی جائے تو بھی اسے یاد نہیں آتا۔ سالک اس وقت دائرہ ولائیت میں داخل ہوتا ہے۔ اس مرتبے کو تجلی فعلی اور فنائے قلب کہتے ہیں۔ اس لطیفہ کی ولائیت حضرت آدم علیہ السلام کے زیر قدم ہے جو آدمی المشرب ہے سو وہ بارگاہ آلہی میں اسی لطیفہ کی راہ پہنچتا ہے اور اس کی سیر سارے لطیفوں پر نہ ہوگی۔ مگر ہاں جسے مرشد کامل کشش کی ہمت سے لیجائے۔ اسکے بعد لطیفہ روح میں مشغول کرتے ہیں۔ اور وہ اس مقام کے متعلق ہے جو دائیں پستان کے نیچے ہے۔ اور یہ لطیفہ حق سبحانہٗ تعالےٰ کی صفات میں فنا و بقا سے مشرف ہوتا ہے۔ سالک اس لطیفہ کی سیر میں اپنی صفات کو اپنے سے سلوب پاتا ہے اور حق تعالیٰ سے منسوب کرتا ہے خواہ سمع ہو خواہ بصر تمام صفات کو اس طرح جانتا ہے کہ حق تعالےٰ ہی سنتا ہے اور دیکھتا ہے۔ اور خود نہ اسکے کان ہیں اور نہ اسکی آنکھیں۔ اس حالت کے حاصل ہونے کو تجلی صفات سے بتلاتے ہیں۔ اس لطیفے کا نور سرخ ہے۔ اور اس لطیفے کی ولائیت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زیر قدم ہے۔ جو ابراہیمی المشرب ہوگا وہ لطیفہ قلب طے کرنیکے بعد اسی لطیفہ کی راہ بارگاہ آلہی میں پہنچے گا۔ اسکے بعد لطیفہ سر میں مشغول کرتے ہیں جو سینہ اور قلب کے وسط سے تعلق رکھتا ہے۔ اس لطیفہ کو شیونات ذاتیہ کی تجلیات سے فنا و بقا حاصل ہوتی ہے۔ اس لطیفے کا نور سفید ہے۔ اور اسکی ولائیت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زیر قدم ہے۔ جو شخص موسوی مشرب ہے وُہ بارگاہ آلہی میں سابقہ لطیفوں کو طے کرنیکے بعد اسی لطیفہ کی راہ پہنچیگا۔ اس کے بعد لطیفہ خفی میں مشغول کرتے ہیں جو رُوح اور وسط سینہ کے مابین کے متعلق ہے۔ اس لطیفہ کی فنا صفات سلبیہ میں ہے۔ اس لطیفے کا نور سیاہ ہے اور اسکی ولائیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زیر قدم ہے۔ عیسوی مشرب انسان مراتب طے کرنیکے بعد اسی لطیفہ کی راہ بارگاہ آلہی میں پہنچتا ہے۔ اس کے بعد لطیفہ اخفی میں مشغول کرتے ہیں جو وسط سینہ کے متعلق ہے۔ اس لطیفے کی فنا برزخیہ تنزیہ اور مرتبہ احدیت مجردہ کی تجلی سے ہوتی ہے۔ اسکے نور کا رنگ سبز ہے۔ اس کی ولائیت حضرت افضل المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم و آلہ واصحابہ افضل الصلوٰۃ کے زیر قدم ہے۔ جو محمدی مشرب ہے وُہ بارگاہ آلہی میں سابقہ مراتب طے کرنیکے بعد اسی لطیفہ کی کی راہ پہنچتا ہے۔ مراتب سابقہ طے کرنے کے بعد لطیفہ قلب کو ظلال صفات کی تجلی سے حصہ ملتا ہے۔ اور ولائیت کبریٰ جو ولائیت انبیاء ہے۔ کی صفات کے دائرہ کی سیر حاصل ہوتی ہے اور عناصر اربعہ میں سے تین عنصروں کو سوائے خاک کے تجلی صفات سے باعتبار اسم الباطن حصہ حاصل ہے۔ جس طرح کہ نفس کو تجلی صفات سے باعتبار اسم الظاہر حصہ حاصل ہے۔ اس دائرہ کی سیر

پیرووں پر ہے۔ جو طریقہ قیوم ربانی حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مخصوص ہے۔ اس کا مجمل حال یوں ہے کہ انسان دس اجزائے سے مرکب ہے جس کو لطائف عشرہ کہتے ہیں۔ پانچ ان میں سے عالم خلق میں سے ہیں اور وُہ نفس اور چاروں عنصر ہیں۔ اور پانچ عالم امر سے ہیں۔ یعنی وہ عالم جو انسانی اوصاف اور لوازمات سے منزہ اور مبّرا ہے۔ اور وُہ قلب، روح، سر، خفی اور اخفی ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے انسانی جسم کی ہیکل بنا لینے کے بعد جو عالم خلق کے اجزار سے مرتب اور مرکب ہوئی ہے۔ عالم امر کے خمسہ سے ہر ایک کو جو عرش کے اوپر لامکانی سے موصوف ہے۔ انسانی جسم میں مناسب موقع پر رکھا۔ تاکہ انسان جامع خلق وامر ہو جائے اور اسم صغیر کا مستحق بنجائے۔ پس پہلے اس لطیفہ میں مشغول کرتے ہیں جو بائیں پستان کے نیچے گوشت لوتھڑے کے متعلق ہے۔ اور جسے قلب صنوبری کہتے ہیں۔ اس کی مشغولی کا طریق یہ ہے کہ سالک قلب صنوبری کی طرف متوجہ ہوتا ہے اسے معلوم ہوتا ہے کہ یہ گوشت کا لوتھڑا حجرے کی طرح ہے۔ جس سے وُہ لطیفہ متعلق ہے۔ اسم مبارک اللہ کو اس پر جاری کرتا ہے۔ اس وقت دم کو ناف کے نیچے بند کرتا ہے اور زبان کو تالو سے لگاتا ہے۔ تمام حواس کو یکسو کر کے قلب صنوبری کی طرف توجہ کرتا ہے اور اسم مذکور کو بیچونی اور بیچگونی کی صفت سے ملحوظ رکھتا ہے۔ صرف صورت قلب اور نفس اللہ کا تصور کرتا ہے۔ کسی صفت سمیع و بصیر حاضر و ناظر وغیرہ کا تصور نہیں کرتا اور دم کو اسوقت تک روکے رکھتا ہے جب تک کہ حضور میں خلل اور فتور نہ آجائے اس طریق کو ہمیشہ کرتا ہے جس سے کھاتے، پیتے، اُٹھتے، بیٹھتے، سوتے، جاگتے اور گفتگو کرتے وقت یہی تصور رہتا ہے۔ اگر اس کا تصور رکھا جائے تو فضل آلہی سے حرارت، گرمی، ذوق و شوق حاصل ہو جاتی ہے۔ اور اس کے آثار و انوار دکھائی دیتے ہیں۔ قلبی نور کا رنگ زرد مقرر کیا ہے۔ اس میں فنائے غیبتی حاصل ہوتی ہے۔ اس غیبت میں اس کی استعداد کے موافق اس پر کچھ کشف بھی ہوتا ہے۔ اس لطیفہ کی کشائش کا کمال یہ ہے کہ وُہ حق سبحانہٗ تعالیٰ کے فعل میں فانی ہو جاتا ہے۔ اور پھر اسی فعل سے باقی رہتا ہے۔ پس سالک اس وقت اپنے تئیں مسلوب الفعل اور بیکار پاتا ہے۔ اور اپنے تمام افعال کو اللہ تعالیٰ کے فعال جانتا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ کے سوا کوئی اور اُسے مشہود و معلوم نہیں ہوتا۔ ماسوی اللہ کو بالکل بھول جاتا ہے۔ یہ فراموشی کسی کو مدت تک اور کسی کو ساری عمر رہتی ہے۔ یہاں تک کہ اگر اسے

لطیفہ پنجم در بیان معمولاتِ مظہریہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ذکر طریق کیفیت ختم حضرات خواجگان رضی اللہ عنہم

خواہ کسی نیت اور مقصد کے لئے پڑھیں اس کے پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے ہاتھ اُٹھا کر ایک مرتبہ سورہ فاتحہ پڑھیں۔ پھر سورہ فاتحہ معہ بسم اللہ سات مرتبہ۔ پھر ۱۰۰ سو مرتبہ درود۔ پھر الم نشرح معہ بسم اللہ ۷۹ اناسی مرتبہ۔ پھر سورہ اخلاص معہ بسم اللہ ایک ۱۰۰۱ ہزار ایک مرتبہ۔ پھر سورہ فاتحہ معہ بسم اللہ سات بار۔ پھر درود دو ۱۰۰ سو مرتبہ۔ پھر فاتحہ پڑھ کر اس کا ثواب حضرات بزرگوار کی ارواح کو بخشے۔ کیونکہ یہ ختم ان سے منسوب ہے۔ ان اکابر کے اسماء مقرر کرنے کے بارے میں اختلاف ہے بعد ازاں خدائے عز و جل کی بارگاہ سے ان بزرگوں کے وسیلے سے مطلب کے حصول کیلئے التجا کرے۔ اور جب تک مطلب براری نہ ہو اس کو کرتا رہے۔ اللہ تعالےٰ ہر مشکل کو آسان کرنے والا ہے۔ خواہ ایک شخص اکیلا پڑھے یا بہت سے ملکر۔ لیکن طاق ہوں۔ کیونکہ "اللہ وتر یُحب الوتر واللہ ناصر والمعین" اللہ طاق ہے اور طاق کو پسند کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ مددگار اور معین ہے خانقاہ عالیجاہ کے معمولی ختم میں فاتحہ کے بعد یہ دعا بلند آواز سے پڑھتے تھے کہ ان کلمات کا ثواب جو اس حلقے میں پڑھے گئے ہیں طریقہ علیہ نقشبندیہ کے حضرات کی ارواح پاکیزہ کو بخشا اور اللہ تعالےٰ سے ہم چاہتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب اور آپ کے تمام یاروں کی ظاہری اور باطنی فتوحات کے دروازے ہمارے لئے کھول دے۔ حضرت مجدد رضی اللہ عنہ کے ختم میں بھی یہی دعا معمول تھی۔

ذکر طریق کیفیت ختم حضرت مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تمام مقصدوں کے حصول اور دینی اور دُنیاوی مشکلات کے حل کے لئے مجرب ہے۔ پہلے درود ۱۰۰ سو مرتبہ۔ پھر "لاحول ولا قوۃ الا باللہ" بغیر زیادتی (یعنی علی العظیم ساتھ نہ ملایا جائے) پانسو مرتبہ۔ پھر درود دو ۱۰۰ سو مرتبہ ہمیشہ پڑھنا چاہیئے۔ تاکہ مطلب حل ہو جائے اور مشکل حل ہو جائے۔

ولائیت ملائکہ کی سیر ہے۔ اور عنصر خاک کو تجلی ذات سے حصہ حاصل ہے جو کہ کمالات نبوت ہے۔ لطائف عشرہ کے کمال اور اسکی فنا کے بعد ہیئت وحدانی پر تجلی پڑتی ہے جب لطائف خمسہ عالم امر سے فارغ ہو چکتے ہیں۔ اور عالم خلق کے لطائف سے واسطہ پڑتا ہے تو نفس مطمئنہ ہو جاتا ہے اور رضا سے مشرف ہو جاتا ہے اور حقیقی اسلام حاصل کرتا ہے۔ اس کے بعد عناصر اربعہ کی سیر واقع ہوتی ہے۔ اس کے بعد کمالات نبوت۔ کشف مقطعات قرآنی اور متشابہات۔ کمالات رسالت اور کمالات اولوالعزم حاصل ہوتے ہیں۔ جاننا چاہیئے کہ فنائے لطائف کو حاصل کرنے کے لئے نفی اور اثبات کا ذکر کرتے ہیں۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ سابقہ دستور کے موافق دم بند کر کے لفظ لا کو ناف سے کھینچکر دماغ میں جو لطیفہ نفس کا مقام ہے پہنچاتے ہیں اور اله کو دائیں طرف لاکر الا الله کی ضرب قلب پر ایسے طریق سے پہنچاتے ہیں کہ اس کا گذران لطائف پر ہوتا ہے جو سینے میں مقام رکھتے ہیں۔ اس بات کا ملاحظہ کرتے ہیں کہ کوئی شخص معبود اور مقصود نہیں۔ صرف ذات بیچون ہی حقیقی معبود اور مقصود ہے۔ اس کو بازگشت کہتے ہیں۔ جب ایک سانس میں ذکر کی تعداد اکیس تک پہنچ جائے تو ہر روز اتنا ہی کرے۔ پھر یہاں تک ترقی کرے کہ ہزار مرتبہ ہر روز ضرب لگائے۔ بشرطیکہ مقررہ شرائط کے مطابق کیا جائے۔ پھر فنا کا پھل مل جائے گا۔ ؎

وادیم ترا گنج مقصود نشان ۔۔۔ ما گر نرسیدیم تو شاید برسی

فقیر راقم عرض پرداز ہے کہ اس طریقے کے متاخرین نے سالکوں کی عدم فرصت کی وجہ سے حرکت ذکر کے القار کے بعد لطائف عشرہ میں جو از روئے ترکیب سات ہیں۔ لطیفہ نفس کی تہذیب کے بعد لطیفہ قلب کی تہذیب اختیار کی ہے۔ کیونکہ ان دونو لطیفوں کی سیر کے ضمن میں عالم امر کے لطائف اربعہ کو بھی فنا، بقا، عروج، وصعود اپنے اصول سے حاصل ہوتی ہے۔ اور بتدریج اپنے کمال کو پہنچتے ہیں۔ اسم ذات کے ذکر میں دم کو روکنا حضرت ایشاں اور آپ کے اصحاب سے نہیں سُنا گیا۔ قلبی حرکت بھی چنداں ضروری نہیں مقصود اصلی تو اللہ تعالے کی طرف توجہ کرنا ہے۔ اس میں چونکہ بہت سے فوائد تھے تبرکاً لکھا گیا ہے۔ الحمد للہ وصلی اللہ علی سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ وبارك وسلم۔

ذکر طریق کیفیت تعویذ برائے ہر مرض و ہر درد کہ باشد

معمول یوں تھا کہ جب کسی کو تعویذ دینا چاہتے۔ تو یہ کلمات لکھ کر عنایت کرتے۔ اور فرماتے کہ بازو یا گلے میں باندھو بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّاتِ کُلِّهَا مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ بِسْمِ اللّٰہِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اِسْمِہٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ وَھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔ یا حضرت مجدد رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ صاحب ایں حرز را درضمن تو سپردیم۔

تعویذ برائے طفل

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّۃِ مِنْ کُلِّ عَیْنٍ لَامَّۃٍ وَمِنْ شَرِّ کُلِّ شَیْطَانٍ وَھَامَّۃٍ تَحَصَّنْتُ بِحِصْنِ اَلْفِ اَلْفِ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۝

تعویذ برائے رفع تپ لرزہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ یَا نَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلَامًا عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَاَرَادُوْا بِہٖ کَیْدًا فَجَعَلْنَاھُمُ الْاَخْسَرِیْنَ بِالْحَقِّ اَنْزَلْنَاہُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۝

ذکر طریق کیفیت تعویذات دیگر کہ فقیر را اجازت آنہا رسیدہ

برائے دفعیہ سُرخ باد

یہ دعا سات مرتبہ پڑھے اور چھری سے اشارہ کرتا جائے۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ بِسْمِ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ الْحَلِیْمِ الْکَرِیْمِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ بِعِزَّتِہٖ وَقُدْرَتِہٖ وَسُلْطَانِہٖ

نیز بعض بزرگوں نے لکھا ہے۔ کہ ترقیات کے حاصل ہونے اور دینی اور دنیاوی مرتبے کی ترقی کیلئے اسمائے حسنہ میں سے ان چند اسمار کو جو مقصد سے مناسبت رکھتے ہوں مداومت کرنی چاہیئے ہر روز سو مرتبہ یَا فَتَّاحُ سو مرتبہ یَا وَھَّابُ۔ سو مرتبہ یَا رَزَّاقُ۔ سو مرتبہ یَا مُعِزُّ۔ سو مرتبہ یَا رَافِعُ سو مرتبہ یَا سَلَامُ۔ یہ خواہ دن کو کرے یا رات کو۔ لیکن وقت مقررہ میں فتور نہ آنے دے وَاللّٰہُ نَاصِرُ وَالْمُعِیْنُ۔ دعائے حزب البحر کی مداومت جو قاری کے لئے بمنزلہ تلوار بھی ہے اور ڈھال بھی۔ خانقاہ شمسیہ کے معمولات سے ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے تمام مصیبتوں اور آفتوں سے بچائے۔ سورہ لایلاف جو ہر بلا کے لئے بمنزلہ قلعہ ہے رفع شر کی نیت سے گیارہ مرتبہ یا ایک سو ایک مرتبہ فجر کی نماز کے بعد مع پہلے اور پیچھے پانچ پانچ مرتبہ درود پڑھے۔

ذکر طریق کیفیت فاتحہ بارواح مشائخ و عزیزان

یوں معمول تھا کہ پہلے یاروں سے پوچھتے تھے۔ کہ کسی نے ختم تہلیل یا ختم قرآن کیا ہے جب جواب میں ہاں ہوتی تو فرماتے کہ دس مرتبہ قل ھو اللہ یا بسم اللہ پڑھو۔ بعد ازاں فرماتے کہ دس مرتبہ درود پڑھو۔ پھر فرماتے کہ دس مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ پڑھو۔ بعد ازاں بعض کے لئے یہ کلمہ اور بھی زیادہ کرتے۔ کہ دس مرتبہ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْہُ وَارْحَمْہُ پڑھو۔ پھر ہاتھ اٹھا کر سورہ فاتحہ پڑھ کر آواز بلند کہتے کہ ان کلمات طیبات کا ثواب جو اس حلقے میں پڑھے گئے ہیں۔ اور ختم تہلیل اور ختم قرآن مجید کا ثواب فلاں کی روح کو بھیجو۔ اور یاروں کو فرماتے کہ ہم نے پہنچا دیا۔ اے پروردگار! تو ہم سے قبول کر۔ بیشک تو سننے والا اور جاننے والا ہے۔ پھر آہستہ اس کے حق میں دعائے مغفرت پڑھتے۔ لیکن پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے فاتحہ میں یہ عبارت کہتے۔ کہ ان کلمات طیبات اور ختم تہلیل۔ ختم قرآن مجید اور اس مختصر نیاز کا ثواب حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پرفتوح کو پہنچایا۔ پھر آہستہ آہستہ یہ کلمات بار بار کہتے۔ اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا حُبَّہٗ وَشَفَاعَتَہٗ وَاتِّبَاعَہٗ۔ اے پروردگار! اس کی محبت۔ شفاعت اور پیروی ہمارے نصیب کر۔ بعض مشائخ طریقت اور بزرگان دین کے فاتحہ میں بھی انہیں کلمات کو بار بار کہتے۔ اور ان کا نام بڑی تعظیم سے لیتے۔ پھر آثار قبولیت معلوم کرنے کے لئے دیر تک مراقبہ کرکے فاتحہ پڑھتے۔

دعا: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ اَللّٰهُمَّ يَا رَزَّاقَ الْعِبَادِ يَا خَلَّاقَ الْخَلَائِقِ يَا فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَيَا مُنْبِتَ الزَّرْعِ فِي الْاَرْضِ وَالنَّبَاتِ وَيَا مُجِيْبَ الدَّعَوَاتِ اِدْفَعْ مِنْ هٰذَا الزَّرْعِ شَرَّ الْهَوَامِّ وَالْوُحُوْشِ وَشَرَّ الْفَارَةِ وَالْخَنَازِيْرِ الْمُفْسِدَةِ وَارْزُقْنَا رِزْقًا حَسَنًا وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ ۝

برائے دفع پریشان خوابی

یہ دعا لکھ کر گلے میں باندھے۔ دعا: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ غَضَبِهٖ وَعِقَابِهٖ وَشَرِّ عِبَادِهٖ وَهَمَزَاتِ الشَّيَاطِيْنِ وَمَا يَحْضُرُوْنَ بِهٖ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ ۝

برائے دفع آماس گلو

سوموار کے روز یا جمعے کے روز یہ دعا لکھ کر گلے میں باندھے: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ لِيَ اللّٰهُ لِيَ اللّٰهُ هُوَ يُوْكِعُ فِي الرُّوْحِ ۔

برائے دفع بواسیر

سوموار یا جمعہ کے روز لکھ کر کمر میں باندھے: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ يَا رَحِيْمُ كُلِّ صَرِيْخٍ وَّمَكْرُوْبٍ يَا رَحِيْمُ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ ۝

ذکر طریق کیفیت استنجا بآب

آپ فرماتے ہیں کہ مسنون طریقہ یہ ہے۔ کہ جب استنجا کرنے والا ڈھیلے کے استنجے سے فارغ ہو۔ تو اُسے پہلے اپنے دائیں ہاتھ پر پانی ڈالنا چاہیئے۔ اور تین مرتبہ جوڑ تک دھونا چاہیئے پھر بائیں ہاتھ پر ڈال کر دو تین مرتبہ دھوئے۔ پھر دو لو کو ملا کر تین مرتبہ دھوئے۔ اسی طرح استنجے کے بعد اور وضو سے پہلے کرے۔ بعد ازاں تین چلو پانی سے بائیں طرف دھوئے۔ پھر میانہ مخرج کو تین مرتبہ دھوئے۔ پھر ساری مخرج پر پانی ڈال کر تین مرتبہ دھوئے۔ اور اچھی طرح ملے۔

اَیَّتُهَا الْحُمْرَةُ جَآءَتْكَ جُنُوْدٌ مِّنَ السَّمَآءِ وَقَالَ سُلَيْمَانُ اَيَّتُهَا الرِّيْحُ اَجِيْبِيْ دَاعِيَ اللّٰهِ وَمَنْ لَّمْ يُجِبْ دَاعِيَ اللّٰهِ فَمَا لَهٗ مِنْ مَّلْجَاءٍ وَّمَا لَهٗ مِنْ ظَهِيْرٍ بِسْمِ اللّٰهِ وَالثَّنَآءُ الطَّيِّبُ عَلَى اللّٰهِ اَللّٰهُ يَكْفِيْكَ مِنْ دَآءٍ يُّؤْذِيْكَ وَمِنْ كُلِّ اٰفَةٍ تَغْتَرِيْكَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ ○

برائے دفع دردِ چشم

نماز مکتوبہ کے بعد دس مرتبہ یہ پڑھے: فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ ○

برائے دفع جدری یعنی چیچک

نیلے دھاگے پر سورہ الرحمٰن پڑھے۔ اور جب فَبِاَیِّ اٰلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ پر پہنچے۔ تو اس پر گرہ لگائے۔ اور لڑکے کے گلے میں باندھے۔ انشاء اللہ تعالےٰ اس کا اثر ظاہر نہیں ہو گا اگر ظاہر بھی ہو گی تو نقصان نہیں پہنچائے گی ○

برائے شفائے مریض

آیات شفا جو تعداد میں چھ ہیں چینی کی پیالی میں لکھ کر دھو کر پئے۔ وہ آیتیں یہ ہیں "وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ ○ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ ○ يَخْرُجُ مِنْ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ ○ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ○ وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ ○ قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَآءٌ ○

اور نیز شفا کے لئے اسم مبارک یَا سَلَامُ کا ختم ایک لاکھ پچیس ہزار مرتبہ پڑھنا مجرب ہے۔ چنانچہ حضرت مولانا مولوی ثناء اللہ پانی پتی سلمہ اللہ تعالےٰ نے حضرت ایشان کی شفا کے لئے یہ ختم پڑھا تھا۔ اللہ تعالےٰ نے اس اسم کی برکت سے آنجناب کو شفا بخشی ○

برائے محافظت زراعت

مندرجہ ذیل دعا کو کاغذ پر لکھے اور کورے پیالے میں بند کر کے اس کھیت میں دبائے

مشائخ کی خانقاہ اور پیروں کی زیارت کے لئے بے وضو نہیں جانا چاہیئے۔ کیونکہ یہ بھی طریقہ کے آداب میں سے ہے۔ جو شخص خانقاہ میں آپ کو بے وضو معلوم ہوتا۔ آپ اس سے سختی سے پیش آتے۔ اور فرماتے کہ تعجب ہے کہ طریقے کے یار اب تک آداب خانقاہ سے بھی واقف نہیں۔ جو بے وضو اندر آجاتے ہیں۔

ذکر طریق کیفیت صلوٰۃ

معمول یوں تھا کہ پانچوں وقت کی نماز اوقات مخصوصہ اور مستحبہ میں ادا کرتے۔ اور نہایت اعتدال سے رکوع، سجود، قیام، قعود، قومہ اور جلسہ بجالاتے۔ فرماتے کہ شریعت سے مراد یہی اعتدال ہے۔ اور میانہ روی ہے۔ دونوں ہاتھ سینے پر باندھتے اور فرماتے کہ اس روایت کو ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے والی روایت پر ترجیح ہے۔ اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ اس صورت میں حنفیہ مذہب کے خلاف کرنا پڑتا ہے۔ اور ایک مذہب سے دوسرے مذہب میں منتقل ہونا لازم آتا ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ ابوحنیفہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے قول کے موافق "اذا ثبت الحدیث فھو مذھبی" جب کوئی حدیث ثابت ہو جائے تو وہی میرا مذہب ہے۔ کسی جزئی مسئلہ کے انتقال سے مذہب کا خلاف لازم نہیں آتا۔ بلکہ موافقت در موافقت ہے چنانچہ حضرت ایشاں نے اس بارے میں ایک مکتوب لکھا ہے جو نہایت ہی متین اور سنجیدہ ہے جس کو شک وشبہ ہو وہ اس مکتوب کو دیکھ سکتا ہے۔ نیز فرماتے تھے کہ قرأت جہر میں مقتدی کا خاموش رہنا بہتر ہے جیساکہ سورہ فاتحہ کی صورت میں۔ اس واسطے آپ ہمیشہ امامت کیا کرتے۔ تاکہ بے ضرورت حنفیہ مذہب کا خلاف لازم نہ آئے۔ اور قرأت کو مسنون طریق کے موافق تجوید، ترتیل اور تخفیف سے ادا کرتے۔ دوگانہ سنت قل یا ایھا الکافرون اور قل ھو اللہ احد اور چہارگانہ میں چاروں قل پڑھتے تھے۔ اور تینوں قنوتیں جو اخبار اور آثار میں وارد ہیں اکٹھی پڑھتے۔ پہلے اللھم انا نستعینک الخ دوسرے اللھم انی اھدنی فیمن ھدیت وعافنی فیمن عافیت وتولنی فیمن تولیت وبارک لی فیما اعطیت وقنی شر ما قضیت فانک تقضی ولا یقضی علیک انہ لا یذل من والیت ولا یعز من عادیت تبارکت ربنا وتعالیت تیسرے۔ اللھم انی اعوذ برضاک من سخطک وبمعافاتک من عقوبتک واعوذ بک منک لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک" ہر فریضہ کے بعد استغفر اللہ

تری کو ہاتھ سے یا کپڑے سے خشک کرے۔ مگر ماہ رمضان میں زیادہ پانی نہ استعمال کرے۔ اور نہ ہی زیادہ ملے۔ کیونکہ جوف میں پانی کے اثر ہو جانے کا خطرہ ہے۔ جیسا کہ مضمضہ کرتے وقت۔ پس استنجا کرنے والے کو چاہیئے کہ اس مہینے میں استنجا کرتے وقت کشادہ ہو کر نہ بیٹھے۔ اور مخرج کو زور سے نہ ملے۔ تاکہ رطوبت جوف میں سرایت نہ کر جائے۔ اور روزے کے فساد کا باعث نہ ہو۔ بلکہ روزہ دار کو اس مہینے میں رات کے وقت قضائے حاجت کرنی چاہیئے۔ تاکہ پانی سے استنجے کی ضرورت ہی نہ پڑے۔ اور اگر ضرورت پڑے تو ڈھیلے سے استنجا کرنے پر اکتفا کرے۔ اور پانی سے رات کو کرے۔ کیونکہ مشائخ بھی اسی طرح کیا کرتے تھے۔

ذکر طریق کیفیت وضو

آپ کا معمول یہ تھا۔ کہ طہارت اور وضو کے وقت از حد احتیاط کیا کرتے تھے۔ اور وضو کے تمام احکام میں سارے مذہبوں کی رعایت اس قدر ملحوظ رکھا کرتے کہ کسی وقت بھی آداب میں سے کوئی فرو گذاشت نہ کیا۔ اس لئے کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ جو سنت کے مذہب میں ہے یا دوسرے مذہب میں ادب ہے۔ یا وُہ فرض ہے یا واجب پس سالک کو ان سب کا خیال رکھنا چاہیئے۔ یہی وجہ ہے جو آپ فرمایا کرتے تھے کہ فقیر اقامت کا مامور ہے۔ تاکہ سارے مذہبوں کے مطابق تمام احکام ملحوظ رکھے جائیں۔ اور ہاتھ دھوتے وقت پانی کہنی کی طرف سے ڈالتے تھے۔ اور اُنگلیوں کی طرف کھینچ کر لیجاتے۔ اور فرماتے تھے۔ کہ اس معاملے میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب بھی مجھ سے متفق الرائے ہیں۔ دونوں پاؤں دھوتے وقت مُبالغہ کو کام فرمایا کرتے۔ فرماتے تھے کہ پاؤں کی پیدائش اونٹ کی پیدائش کی سی ہے۔ یعنی بہت ٹیڑھی بڑنگی۔ جہاں پر پانی آسانی سے نہیں پہنچا سکتے۔ بلکہ بڑے تکلف اور مُبالغے سے۔ اس لئے آپ یاروں کو بھی پاؤں دھونے کے لئے بڑا مبالغہ کرنے کی ترغیب و تاکید کرتے ہیں یہ۔ وَوَیۡلٌ لِّلۡاَعۡقَابِ مِنَ النَّارِ" سے بھی اشارہ نہیں معنوں کی طرف ہے۔ ہمیشہ آپ باوضو رہا کرتے اور اصحاب کو بھی ایسا کرنے کی تاکید فرمایا کرتے تھے۔ نیز فرماتے تھے کہ ہمیشہ باوضو رہنا اس طریقے کے لوازمات سے ہے۔ خاصکر کھانا کھاتے وقت اور سوتے وقت سالک کے لئے باوضو ہونا بہتر ہے۔ اگر وضو ٹوٹ جائے۔ تو جلدی اور وضو کرلے۔ عذر کی صورت میں تیمم بھی جائز ہے اسی طرح

کہ ایک شخص نے آپ کی خدمت میں عرض کی کہ حضرت خواجہ ہاشم کشمی جو آپ کے اجل خلفاء سے اور آپ کے مقامات کے جامع ہیں اس طریقے کے برخلاف سماع کی طرف مائل ہیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ تمہیں اس سے کیا واسطہ۔ وُہ تو کمال کے مرتبے پر پہنچا ہُوا ہے۔ اس کے لئے پیر کے خلاف کرنا جائز ہے۔ جب ہمیں اس کے احوال پر اعتراض نہیں۔ تو پھر کسی کو کیا۔ بعینہ اسی طرح آنحضرت کا حال ہے۔ کسی کو ان کے حال پر اعتراض نہیں کرنا چاہیئے۔ اگرچہ وُہ پیر کے خلاف ہی کیوں نہ کریں۔ کیونکہ حضرت ایشاں بھی ظاہر و باطن میں مرتبہ کمال کو پہنچے ہوئے ہیں +

ذکرِ طریق کیفیت تعداد رکعاتِ نمازِ ثانویہ

آپ فرماتے تھے کہ طالب کو توبہ کی توفیق اور عقیدے کی تصحیح کے بعد دن رات میں ساٹھ رکعت نماز ادا کرنی ضروری ہے۔ سترہ فریضہ۔ بارہ سنت مؤکدہ۔ دو اشراق۔ چار چاشت۔ چار فی الزوال۔ دو رکعت قبل العصر جو صلوٰۃ الوسطیٰ ہے اور عظیم الشان ہے۔ بغیر تقدیم سنن خالی اور عاری معلوم ہوتی ہے۔ اگر چار پڑھے تو بہتر ہے۔ چھ اوابین اور ایک قول کے مطابق چار۔ اس حساب سے دو رکعت استخارہ جو اشراق کے بعد مشائخ کا معمول ہے انہیں ساٹھ میں محسوب ہے۔ دس تہجد اور تین وتر۔ ان میں سترہ فریضہ دس یا بارہ سنت مؤکدہ۔ اور گیارہ یا تیرہ قیام لیل جو سب ملا کر چالیس رکعت ہوتی ہیں۔ اور جنہیں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ کیا کرتے تھے۔ آپ بھی کیا کرتے تھے۔ اور بیس رکعت اور بھی کبھی کبھی پڑھا کرتے تھے۔ اور کبھی سنت کی نیت سے ترک بھی کرتے۔ چنانچہ سفر السعادت والا فرماتا ہے۔ کہ طالب کو ان چالیس رکعت کی متابعت کسی طرح کسی وقت بھی اختیار سے ہاتھ سے نہیں جانے دینا چاہیئے۔ اور تمام عمر یہ کرتا رہے۔ تو امید ہے کہ دُنیا اور آخرت کی مرادیں پُوری ہونگی۔ اور سعادت کے دروازے کھل جائینگے۔ جو شخص ہر روز چالیس مرتبہ اکرم الاکرمین کا دروازہ طلب وادب کے ہاتھ سے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے طریق پر کھٹکھٹائے۔ تو نیک بختی بہت جلدی اُسے حاصل ہوگی۔ صبح کی نماز سے لیکر سُورج نکلتے تک دو رکعت نماز پڑھے۔ حدیث میں آیا ہے کہ "رَکْعَتَانِ مِنَ الضُّحٰی تَعْدِلَانِ عِنْدَ اللّٰہِ بِحَجَّۃٍ وَعُمْرَۃٍ مُتَقَبَّلَتَیْنِ" اللہ تعالےٰ کے نزدیک اشراق کی دو رکعت حج اور عمرہ مقبولہ کے برابر ہیں۔ ایک روائیت میں ہے کہ "تَامَّۃٍ تَامَّۃٍ" نماز چاشت کے لئے دو سے لیکر بارہ رکعت کی

تین مرتبہ۔ سبحان اللہ تینتیس بار۔ الحمد للہ تینتیس بار۔ اللہ اکبر چونتیس بار اور آیۃ الکرسی ایک بار پڑھا کرتے۔ اور نیز ماثورہ دعائیں بھی جو درود کے بعد پڑھنی حدیثوں میں وارد ہیں پڑھا کرتے۔ جس کو سچی طلب ہو وہ رسالہ ادعیہ ماثورہ سے جو علیحدہ اس بارے میں لکھا گیا ہے یاد کرے آپ وتر کی نماز کے بعد دو مرتبہ سبحان الملک القدوس آہستہ پڑھا کرتے اور تیسری بار بلند آواز سے اور لفظ قدوس کو لمبا کرتے۔ آپ فرماتے ہیں کہ حضرت ایشاں محمد معصوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ صبح کی سنتیں گھر میں ادا کرنی چاہئیں۔ اور گھر کو ان سے منور کرنا چاہیئے۔ پھر جبکہ بیٹھا ہی ہو تین مرتبہ یہ پڑھے "اَللّٰھُمَّ یَا رَبَّ جِبْرَائِیْلَ وَمِیْکَائِیْلَ وَاِسْرَافِیْلَ وَ مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ النَّارِ" جب مسجد کیطرف چلے تو بڑے سکون اور وقار سے جائے نہ کہ گھبرایا ہوا۔ دل میں خوف بھی رکھے کہ میں عظیم الشان قہار کے حضور میں جا رہا ہوں۔ اور نیز شوق اور اُمید سے کیونکہ وُہ وہاب۔ رحیم۔ کریم اور وُدود ہے۔ گھر سے نکلتے وقت یہ پڑھے "بِسْمِ اللّٰہِ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَعُوْذُ بِکَ مِنْ اَنْ نَزِلَّ اَوْ نُزَلَّ اَوْ نَضِلَّ اَوْ نُضَلَّ اَوْ نَظْلِمَ اَوْ نُظْلَمَ اَوْ نَجْھَلَ اَوْ یُجْھَلَ عَلَیْنَا" اور جب مسجد میں داخل ہو تو یہ پڑھے بِسْمِ اللّٰہِ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ اور جب مسجد سے نکلے تو بھی یہی پڑھے لیکن ابواب رحمتک کی بجائے ابواب فضلک پڑھے۔

ذکر طریق کیفیت رفع سبابہ

معمول یوں تھا کہ تشہد میں چھوٹی دو نوں انگلیوں کو ملا لیتے اور وسطی اور انگوٹھے کا حلقہ بنا کر سبابہ سے الا اللہ کے کلمے پر اشارہ کرتے۔ کیونکہ بہت سے معتبر فقہا اور محدثوں نے رفع سبابہ کے بارے میں رسالے لکھے ہیں۔ اور حضرت ایشاں نے بھی اس بارے میں ایک نہائت ہی متین مکتوب لکھا ہے۔ اور حضرت مجدد رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے بھی کبھی بعض نوافل میں پیروی سنت کے سبب رفع سبابہ کیا ہے۔ جیسا کہ آنجناب کے مقامات سے ظاہر ہوتا ہے۔ تینوں اماموں یعنی ابی حنیفہ اور صاحبیہ کا معمول اور طریقے کی بنا بھی اس کی مقتضی ہے۔ اور نیز حضرت مجدد رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی بابت منقول ہے

جلدی قبول ہوتی ہے۔ جو کپڑا غفلت اور نافرمانی کی میل سے بھرا ہوا ہے وُہ اس وقت کی زاری اور عاجزی کے پانی کے سوا نہیں دھویا جاتا۔ اور دریائے رحمت اور مغفرت میں بار بار استغفار کرنے کے بغیر پاک نہیں ہوتا۔ جیساکہ دیوان میں ان معنوں کی طرف اشارہ فرمایا ہے:۔ ؎

شفیعم روزِ حشر ایں دیدۂ نمناک می گردد
ازیں آبِ رواں آخر حسابم پاک مے گردد

ہمارے مشائخ کا یہ معمول تھا۔ کہ اس نماز کے ہر دوگانے کے بعد بہت دیر تک مراقبہ کرتے۔ اور ہر رکعت میں اسقدر سورۂ یٰسٓ پڑھتے کہ ساری نماز میں تقریباً ساٹھ سے زیادہ مرتبہ پڑھتے۔ طالبان زمانہ سے تہجد ہی ادا نہیں ہوتی تو وُہ قرأت اور مراقبہ کو کس طرح زیادہ کرسکتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ انہیں توفیق عطا فرمائے۔ اور انہیں اس وقت کی دُعا کی قدر معلوم ہو۔ حضرت مولانا یعقوب چرخی قدس اللہ سرہ رسالہ انسیہ میں فرماتے ہیں کہ رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے صحابہ کو فرمایا کہ "عَلَیْکُمْ بِقِیَامِ اللَّیْلِ فَاِنَّہٗ دَابُ الصَّالِحِیْنَ قَبْلَکُمْ وَھُوَ قُرْبَۃٌ اِلٰی رَبِّکُمْ وَمُکَفِّرَۃُ السَّیِّاٰتِ وَمَنْھَاۃٌ عَنِ الْاِثْمِ" یعنی تم پر لازم ہے کہ رات کو جاگا کرو۔ کیونکہ یہ صالحین کا طریقہ ہے۔ یعنی اولیاء۔ انبیاء اور رسول ہمیشہ رات کو جاگا کرتے تھے۔ تم بھی رات کا جاگنا اختیار کرو۔ یہ طریقہ اللہ تعالےٰ کی رحمت اور قربت کا مُوجب ہے۔ اور گناہوں کے کفارے کا سبب۔ نیز پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے" اَقْرَبُ مَا یَکُوْنُ الْعَبْدُ اِلَی اللّٰہِ فِیْ جَوْفِ اللَّیْلِ الْاٰخِرِ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَکُوْنَ مِمَّنْ یَذْکُرُ اللّٰہَ فِیْ تِلْکَ السَّاعَۃِ فَکُنْ" یعنی اللہ تعالےٰ کے نزدیک ہونا بندوں کے لئے آدھی رات کا وقت ہے۔ اگر تو ان اشخاص میں سے ہونا چاہتا ہے جو اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں تو اس وقت اللہ تعالےٰ کو یاد کر۔ ان کی اور رات کے جاگنے والوں کی فضیلت کے بارے میں بہت سی حدیثیں وارد ہیں۔

ذکر طریق کیفیت قرأت در صلوٰۃ التہجد

معمول یوں تھا کہ تہجد کی نماز میں سر اور جہر کے مابین یعنی متوسط آواز سے عَمَّ یَتَسَآءَلُوْنَ کی سی دو سُورتیں ہر رکعت میں پڑھا کرتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ سورۃ کے مقرر کرنے میں

اجازت ہے۔ نماز اوابین میں اگر لمبی قرأت پڑھے تو بہت اچھا ہے۔ رات کو سورۂ یٰسین۔ حٰم دخان واقعہ اور سورۃ قیامت۔ عشا کے بعد اور سونے سے پہلے الم سجدہ اور تبارک پڑھے۔ دن کے شروع میں سورۂ یٰسین اور سورۂ واقعہ کا پڑھنا بھی وارد ہے۔ سوتے وقت اَللّٰھُمَّ بِاسْمِکَ اَمُوْتُ وَاَحْیٰی۔ اور جاگتے وقت " اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَحْیَانِیْ بَعْدَ مَا اَمَاتَنِیْ وَاِلَیْہِ النُّشُوْرُ اور استنجے کے وقت " اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ ؕ اور قضائے حاجت کیوقت اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ۔ اور قضائے حاجت سے نکلتے وقت اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَذْھَبَ عَنِّی الْاَذٰی وَعَافَانِیْ پڑھے ◆

ذکر طریق کیفیت صلوٰۃ التہجد

معمول یوں تھا۔ کہ تہجد کی نماز کے لئے آدھی رات لیکر یا تیسرا حصہ رات کا لیکر اُٹھتے اور ماثورہ دُعائیں جو اخبار صحیحہ میں وارد ہیں پڑھتے۔ بعد ازاں وضو کر کے دوگانہ خفیفہ ادا کرتے اور سو مرتبہ استغفار پڑھ کر تہجد کی نماز شروع کرتے۔ دس رکعتیں لمبی قرأت اور لمبے رکوع و سجود سے ادا کرتے۔ پھر ان یاروں کو جو خدمت اقدس میں حاضر ہوتے توجہ دیتے۔ پھر اگر کچھ رات رہتی تو ذرا آرام کرتے۔ پھر اوّل وقت میں صبح کی نماز کے لئے اُٹھتے۔ اور نیا وضو کر کے نماز باجماعت ادا کرتے۔ پھر یاروں کے ہمراہ چار گھڑی مراقبہ کرتے۔ اور انہیں توجہ دیتے بعد ازاں مخصوص یار ختم خواجگان اور ختم حضرت مجدّد رضی اللہ تعالےٰ عنہم پڑھ کر رخصت ہوتے ◆

ذکر طریق کیفیت فضیلت صلوٰۃ تہجد و ترغیب بآں

معمول یوں تھا۔ کہ بہت سے طالبوں کو اس نماز کی ترغیب دلا کر فرماتے۔ کہ فریضہ نمازوں کے بعد کوئی نماز تہجد کی نماز سے بڑھ کر اعلیٰ اور اشرف نہیں ہے۔ کیونکہ اس کی ایک رکعت باقی نمازوں کی ہزار رکعت کے برابر ہے۔ پس طالب کو چاہیئے کہ اس نماز کے ادا کرنے میں سُستی اور دیر نہ کرے۔ بلکہ اس کے ادا کرنے کو باقی فریضہ نمازوں کی طرح خیال کرے اور اگر قضا ہو جائے تو دن کو ادا کر لے۔ اور بڑی عاجزی اور زاری سے دُعا اور استغفار کرے۔ اس زمانے کے طالبوں پر بڑا تعجب ہے کہ سُستی حوصلہ کے سبب اس نماز کو چھوڑ کر فریضہ نمازوں کا بڑا خیال کرتے ہیں۔ انہیں یہ معلوم نہیں کہ اس وقت کی دُعا بڑی

مخالف نہ ہو۔ ایسا نہ ہو کہ زبان سے تو اسے بزرگ جانے اور دل میں غیر کی بزرگی کا خیال ہو۔
خبردار اللہ تعالےٰ ہی کے لئے خالص دین ہے۔

ابو عمر زجاجی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے پوچھا گیا "مَالَكَ تَتَغَيَّرُ عِنْدَ التَّكْبِيْرِ الْاَوَّلِ فِي الْفَرَائِضِ فَقَالَ لِاَنْ فَرِيْضَتِيْ بِخِلَافِ الصِّدْقِ فَمَنْ يَّقُوْلُ اللّٰهُ اَكْبَرُ وَفِيْ قَلْبِهٖ شَيْئٌ اَكْبَرُ مِنْهُ اَوْ قَدْ اَكْبَرَ شَيْئًا سِوَاهُ عَلٰى مَرُوْرِ الْاَوْقَاتِ فَقَدْ كَذَّبَ نَفْسَهٗ عَلٰى لِسَانِهٖ" کیا وجہ ہے کہ تکبیر تحریمہ کے وقت تیری حالت دگرگوں ہو جاتی ہے۔ جواب دیا۔ کہ میرا فرض سینے کے خلاف نہ ہو جائے۔ پس جو شخص اللہ اکبر کہے۔ اور اس کے دل میں غیر کی بزرگی کا خیال ہو۔ یا کسی وقت غیر کی بزرگی کا خیال آئے۔ تو بیشک اس نے اپنی زبان پر نفس کو جھوٹا قرار دیا۔

تجھے یہ خیال کرنا چاہیئے۔ کہ اللہ تعالےٰ اس سے بزرگ ہے۔ کہ میری عبادت اس کی پاک جناب کے لائق ہو۔ اور اس بارگاہ مقدس میں پہنچے۔ ہاتھوں کو ناف کے نیچے باندھے جس قدر قرأت کے زیادہ کرنے کی کوشش کرے اسیقدر بہتر ہے۔ خواہ نفل ہو خواہ فرض مسنون طریق پر اکتفا کرے۔ اور قوم کے آداب کو ملحوظ رکھے۔ اگر امام ہے تو جب تک کھڑا رہے اپنی نگاہ سجدہ گاہ پر جمائے رکھے۔ حدیث میں آیا ہے "ضَعْ بَصَرَكَ بِمَوْضِعِ سُجُوْدِكَ" اپنی نگاہ سجدہ گاہ پر جمائے رکھو۔ اور جب رکوع کرے تو پاؤں کی پشت کی طرف دیکھے۔ اور گھٹنوں کو دونو ہاتھوں سے مضبوط پکڑے۔ اور ہاتھوں کی انگلیوں کو فراخ رکھے اور پیٹھ کو ہموار رکھے اور سر کو پیٹھ کی سیدھ میں رکھے۔ رکوع اور سجود کی ادنےٰ تسبیح تین مرتبہ ہے۔ اگر سات، یا گیارہ مرتبہ تو اور بھی بہتر ہے۔ خاصکر طول قیام کی صورت میں جب قرأت طویل ہو تو رکوع اور سجود بھی طویل چاہیئے۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "اَعْطُوْا كُلَّ سُوْرَةٍ حَقَّهَا مِنَ الرُّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ" ہر ایک سورۃ کو رکوع اور سجود سے اس کا حق دو۔ اور اگر امام نہ ہو تو تین یا پانچ مرتبے سے زیادہ نہ کہے۔ اور جب ایسا کرے گا تو گویا اس نے نماز کے خشوع کو ادا کیا۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے "قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلٰوتِهِمْ خَاشِعُوْنَ" "بیشک ان مومنوں کی بہتری ہے جو اپنی نماز میں خشوع کرتے ہیں"۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے جو قد افلح المومنون فرمایا ہے اس میں فلاح دو طرح پر ہے۔ ایک تو یہ دنیا سے نجات آرام یعنی روزی میں غم اور دکھ سے آزادی۔ دوسرے آخرت میں دوزخ

مشائخ مختلف الرائے ہیں۔ بعض سورۂ اخلاص کو بار بار پڑھتے ہیں۔ بعض ہر دوگانے میں آیت الکرسی اور اٰمَنَ الرَّسُوۡلُ پڑھتے ہیں۔ اور بعض سورۂ یٰسین اور اِنَّا فَتَحۡنَا۔ لیکن ہمارے مشائخ رحمۃ اللہ علیہم جسقدر ہو سکتا تھا زیادہ تر سورۂ یٰسین ہی پڑھا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت خواجہ عزیزان قدس اللہ سرہٗ فرماتے ہیں کہ جب تین دل جمع ہوں تو مومن بندے کا کام نکلتا ہے رات کا دل۔ قرآن کا دل۔ اور مومن بندے کا دل۔ قرآن کا دل سورۂ یٰسین ہے۔ رات کا دل رات کا آخری حصہ۔ بعض نے اس سورۃ کی دس دس آیتیں آٹھ رکعت پر تقسیم کر لی ہیں۔ اور باقی دو رکعت میں سورۂ اخلاص بار بار پڑھتے ہیں۔ بعض ہر رکعت میں اسی سورۃ کو بار بار پڑھتے ہیں۔ بعض پہلی رکعت میں گیارہ مرتبہ اور دوسری میں دس مرتبہ پڑھتے ہیں۔ اسی طرح ہر رکعت میں ایک ایک مرتبہ کم کرتے جاتے ہیں یہاں تک کہ دو مرتبہ پر آپہنچتے ہیں۔ سب ملا کر پینسٹھ مرتبہ ہو جاتی ہے۔ حضرت شیخ رضی اللہ عنہ اس سورۃ کو دس رکعت میں اس طرح پڑھا کرتے تھے۔ کہ پہلے دوگانے میں سترہ بار۔ دوسرے دوگانے میں پندرہ بار۔ تیسرے دوگانے میں تیرہ بار چوتھے میں گیارہ بار۔ پانچویں میں نو بار۔ لیکن اس بارے میں سب سے عمدہ طریقہ یہ ہے کہ طالب دو حال سے خالی نہیں۔ اگر اُمّی ہے تو اُس کے لئے سورۂ اخلاص کا بار لیکن طاق مرتبہ پڑھنا بہتر ہے۔ کیونکہ اللہ طاق ہے اور طاق کو پسند کرتا ہے۔ اگر قاری ہے تو "فَاقۡرَءُوۡا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الۡقُرۡاٰنِ" کے بموجب جسقدر ہو سکے پڑھے۔ رحمت الٰہی کی توسیع اس بات کی مقتضی ہے۔ اس قرأت کا لمبا یا چھوٹا کرنا وقت کی گنجائش اور دل کی خوشی کے مطابق ہوتا ہے۔ وقت اور حال کے موافق کام کرنا چاہیئے۔ چنانچہ دو رکعت کی بھی اجازت ہے۔

ذکر طریق کیفیت آداب صلوٰۃ و فضیلت جماعت

حضرت ایشان محمد معصوم رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نمازی کو چاہیئے کہ نماز آداب خشوع و خضوع اور سنتوں کو ملحوظ رکھ کر ادا کرے۔ اور تکبیر تحریمہ کہتے وقت انگلیوں کے سرے قبلے کی طرف رکھے اور انگوٹھا کان کی لو تک پہنچائے۔ اس ہاتھ اُٹھانے سے ماسوی اللہ کو پیٹھ پیچھے ڈالدے۔ اور سب سے یکسو ہو کر اللہ تعالےٰ کی طرف توجہ کرے ہاتھ کو نیچے کرتے وقت اللہ تعالیٰ کو بزرگ اور کبریا جانے۔ اور اللہ اکبر کہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو بڑا نہ جانے۔ اس بارے میں سخت کوشش کرے تاکہ اس کا کہنا اس کے حال کے

اَمْرِیْ فَاصْرِفْہُ عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْہُ وَاقْدِرْ لِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ کَانَ ثُمَّ رَضِّنِیْ بِہٖ۔"

صاحب سفر السعادت فرماتے ہیں۔ کہ جاہلیت کے زمانے میں یہ دستور تھا کہ جب سفر یا کسی کام کا ارادہ کرتے تو تیروں۔ جانوروں۔ مرغ۔ فال اور قرعہ وغیرہ سے شگون لیتے یا اور اسی قسم کے شگون جو کافروں اور مشرکوں کی رسمیں ہیں کرتے۔ صاحب شرع نے یہ کام توحید۔ افتقار۔ عبودیت۔ توکل اور اللہ تعالے سے سوال رشد و فلاح کی صورت میں تبدیل کیا۔ کیونکہ تمام نیکیاں اللہ تعالے کے ہاتھ ہیں۔ مسند احمد میں سعد وقاص سے روائیت ہے۔ کہ بنی آدم کی سعادت استخارہ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ سے اسکی رضا طلب کرے۔ اور بنی آدم کی بدبختی اس میں ہے کہ وہ استخارے کو ترک کرے۔ تیروں سے فال لینے کا یہ طریقہ تھا۔ کہ جاہلیت کے زمانے میں جب کسی کام کا ارادہ کرتے تو تین تیر لیکر ایک پر اَفْعَلْ (کر) دوسرے پر لَا تَفْعَلْ (نہ کر) اور تیسرے پر لَا شَیْءَ (کچھ نہیں) لکھ کر یا خالی چھوڑ کر کسی برتن میں ڈالتے۔ پھر ایک نکالتے۔ اگر اَفْعَلْ والا ہوتا تو کام کرتے۔ اگر لَا تَفْعَلْ والا ہوتا تو نہ کرتے۔ اگر لَا شَیْءَ والا یا خالی نکلتا تو پھر یہی عمل کرتے۔ حتیٰ کہ افعل یا لا تفعل والا نکلتا۔ پرندوں سے فال اس طرح لیتے۔ کہ پرندے کو اڑاتے۔ اگر دائیں طرف اڑتا تو مبارک سمجھتے اور اگر بائیں جانب اڑتا تو برا شگون خیال کرتے۔ یہ سب رسوم زمانہ جاہلیت کی ہیں۔ اکثر کرکے فال نیک کاموں کے لئے اور پرندوں کا شگون برائی کیلئے ہے مگر نیک فال لینا مشروع و مسنون ہے۔ جیسا کہ حدیث میں وارد ہے " کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَتَفَاءَلُ وَلَا یَتَطَیَّرُ " پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نیک شگون لیا کرتے۔ اور بد فال تو ترک کرتے۔ حدیث میں وارد ہے کہ فریضہ نمازوں کے علاوہ دو رکعت نماز ادا کرتے۔ اس سے یہ مراد ہے۔ کوئی سی دو رکعت سنت کو استخارہ کی نماز کے قائم مقام خیال کرے۔ کوئی حاجت نہیں کہ استخارہ کے لئے الگ دو رکعت نماز ادا کی جائے۔ ہاں اگر جدا ادا کرے تو بہتر اور افضل ہے۔ اگر سورہ فاتحہ کے بعد کوئی اور سورۃ پڑھے تو بھی جائز ہے۔ لیکن منقول قل یا ایھا الکافرون اور قل ھو اللہ احد ہی ہیں۔ نیز صاحب سفر السعادت فرماتے ہیں۔ کہ بعض مشائخ کبار اور محققین نے یہ جو لکھا ہے کہ ہر روز وقت مقررہ پر استخارہ کے لئے انسان کو دو رکعت نماز استخارہ ادا کرنی چاہیئے۔ اور یہ دعا پڑھنی چاہیئے " اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُکَ بِعِلْمِکَ وَاَسْتَقْدِرُکَ بِقُدْرَتِکَ وَاَسْئَلُکَ

کی آگ سے نجات۔ نماز کے تمام ارکان میں دل کو حاضر رکھے۔ عہد نبوت کو عرصہ ازگذنے
اور بدعت اور حرص و ہوا کے عام ہو جانے کے سبب اکثر لوگ نماز سے جو اسلام کا ستون ہے
غفلت اور سستی کرتے ہیں۔ اور جماعت سے غفلت کرتے ہیں۔ انہیں پہلی صف کی قدر
معلوم نہیں۔ مسجد، جمعہ اور اذان کے آداب بجا نہیں لاتے۔ اکثر خام صوفی نماز کو عوام کی صلاح
خیال کرتے ہیں۔ اور خواص کو اس سے مستغنی جانتے ہیں اور اس کی برکتوں سے محروم رہتے ہیں
جو شخص نماز کی برکتوں سے محروم ہے۔ ظاہر ہے کہ اسے معرفت اور ایمان کی برکات سے کیا
حصہ مل سکتا ہے۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "لِكُلِّ شَيْءٍ صِفْوَةٌ وَصِفْوَةُ الْإِيمَانِ
الصَّلٰوةُ وَصِفْوَةُ الصَّلٰوةِ التَّكْبِيرُ الْأُوْلٰى" ہر چیز کا برگزیدہ ہوتا ہے۔ ایمان کا نماز
اور نماز کا پہلی تکبیر ہے۔ آنحضرت کا معمول بھی یہی تھا۔ کہ اکثر اوقات اسی عبارت بلکہ اس سے
کچھ زیادہ پر اس کی ترغیب اور اس کے چھوڑنے کی ترہیب (خوف دلانا) کرتے تھے۔

ذکر طریق کیفیت صلوٰۃ الاستخارہ

معمول یوں تھا کہ استخارہ بغیر کسی کام کو ہرگز شروع نہ کرتے۔ خواہ سفر میں ہوتے یا حضر میں
بلکہ سفر میں ہر منزل کے لئے استخارہ کرتے۔ اور فرماتے کہ سالک کے لئے لازم ہے کہ جو کام
شروع کرے استخارہ کے بعد کرے۔ اگر دو رکعت استخارہ کی فرصت نہ ہو تو صرف دعا پر اکتفا
کرے۔ انشاء اللہ بہتری ہوگی۔ استخارہ مسنونہ میں کسی خواب یا رویا کی ضرورت نہیں۔ ہاں مشائخ
نے دل کی توجہ اور قبول کر لینے کو اپنے اطمینان کی خاطر اس پر زیادہ کیا ہے۔ یعنی استخارہ کے
بعد اگر دل اسے قبول کرے تو کام شروع کرے نہیں تو چھوڑ دے۔ مسنون طریقہ یہ ہے۔ کہ
پہلے دو رکعت نماز استخارے کی نیت سے ادا کرے۔ پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد قل یا
ایہا الکافرون اور دوسری میں قل ہو اللہ احد پڑھے۔ اور سلام کے بعد یہ دعا پڑھے۔ "اَللّٰهُمَّ
اِنِّيْ اَسْتَخِيْرُكَ بِعِلْمِكَ وَاَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ وَاَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ
الْعَظِيْمِ فَاِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ
اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ خَيْرٌ لِّيْ فِيْ دِيْنِيْ وَمَعَاشِيْ وَعَاقِبَةِ
اَمْرِيْ اَوْ عَاجِلِ اَمْرِيْ وَاٰجِلِهٖ فَاقْدُرْهُ لِيْ وَيَسِّرْهُ لِيْ ثُمَّ بَارِكْ
لِيْ فِيْهِ وَاِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِّيْ فِيْ دِيْنِيْ وَمَعَاشِيْ وَعَاقِبَةِ

اس استخارے کو سات رات تک کرے۔ آنجناب کے بعض یاروں کا معمول یوں تھا۔ اور مجھے بھی سند صحیح سے اجازت ملی ہے۔ کہ سورہ فاتحہ سات مرتبہ یا تین مرتبہ معہ تین مرتبہ دُرود اوّل و آخر پڑھے۔ پھر سو جائے۔ اسی طرح تین تین مرتبہ درُود اوّل و آخر پڑھے اور بیچ میں پچیس مرتبہ "یاعلیم علمنی و یا خبیر اخبرنی" پڑھے اور سو جائے۔ بیشک اپنے مقصود کو خواب میں دیکھے گا۔

رئیس الولی حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رسالہ قول الجمیل میں فرماتے ہیں۔ جو شخص اپنے کام کی نسبت نیک و بد خواب میں دیکھنا چاہے تو اُسے لازم ہے کہ وضو کرے اور لباس پاکیزہ پہنکر رو بقبلہ ہو کر دائیں پہلو لیٹ جائے اور سات مرتبہ والشمس۔ سات مرتبہ واللیل۔ اور سات مرتبہ قل ہو اللہ احد۔ لیکن ایک روائت کے مُطابق بجائے قل ہو اللہ احد کے سورہ والتین سات مرتبہ پڑھے۔ بعد ازاں یہ دُعا پڑھے۔ "اَللّٰهُمَّ اَرِنِیْ فِیْ مَنَامِیْ كَذَا وَكَذَا وَاجْعَلْ لِّیْ مِنْ اَمْرِیْ فَرَجًا وَّمَخْرَجًا وَّاَرِنِیْ فِیْ مَنَامِیْ مَا اَسْتَدِلُّ بِهٖ عَلٰی اِجَابَةِ دَعْوَتِیْ" اگر پہلی رات میں دیکھ لے تو بہتر نہیں تو دُوسری رات کرے۔ سات رات تک ایسا ہی کرے۔ انشاء اللہ سات راتیں نہیں گذرنے پائینگی کہ مقصد حاصل ہو جائیگا۔ اس بات کا تجربہ ہمارے یاروں نے کر لیا ہے۔ ظاہر ہے کہ ان کیفیتوں میں نماز کی قید نہیں لگائی گئی۔ لیکن اگر نماز پڑھ لے تو بہتر ہے۔ تاکہ عمل سنت کے موافق ہو جائے۔ آنجناب کا معمُول ہمیشہ استخارہ مسنونہ تھا۔ جس کی کیفیت مذکور ہو چکی ہے۔

ذکر طریق کیفیت صلوٰۃ التسبیح

معمُول یوں تھا کہ جو شخص صلوٰۃ التسبیح پڑھنا چاہے۔ وُہ رکوع سے پہلے اور قراءت کے بعد حالت قیام میں پندرہ مرتبہ "سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ" پڑھے۔ بعد ازاں رکوُع۔ سجوُد۔ قومہ۔ جلسہ اور دونو سجدوں کے بعد دس دس مرتبہ پڑھے۔ چنانچہ ہر رکعت میں پچہتر بار ہو جاتے۔ اور چاروں رکعتوں میں تین سو ہو جائے اس نماز کی فضیلت حدیث میں یوں وارد ہے۔ کہ اس نماز کے پڑھنے والے کے تمام گناہ بخشے جاتے ہیں۔ اگر خدا توفیق دے تو ہر روز پڑھے۔ نہیں تو ہفتے میں ایک دفعہ۔ اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو مہینے یا سال میں ایک مرتبہ۔ اور اگر اتنا بھی نہ ہو سکے تو ساری عمر میں ایک مرتبہ

مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِيْمِ فَاِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ جَمِيْعَ مَا اَتَحَرَّكُ فِيْهِ فِيْ حَقِّيْ وَفِيْ حَقِّ غَيْرِيْ وَجَمِيْعَ مَا يَتَحَرَّكُ فِيْهِ غَيْرِيْ فِيْ حَقِّيْ وَفِيْ حَقِّ اَهْلِيْ وَوَلَدِيْ وَمَا مَلَكَتْ يَمِيْنِيْ مِنْ سَاعَتِيْ هٰذِهٖ اِلٰى مِثْلِهَا مِنَ الْغَدِ خَيْرٌ لِّيْ فِيْ دِيْنِيْ وَمَعَاشِيْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِيْ فَاقْدِرْهُ لِيْ وَيَسِّرْهُ لِيْ ثُمَّ بَارِكْ لِيْ فِيْهِ وَاِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ جَمِيْعَ مَا اَتَحَرَّكُ فِيْهِ فِيْ حَقِّيْ وَفِيْ حَقِّ غَيْرِيْ وَجَمِيْعَ مَا يَتَحَرَّكُ فِيْهِ غَيْرِيْ فِيْ حَقِّيْ وَفِيْ حَقِّ اَهْلِيْ وَوَلَدِيْ وَمَا مَلَكَتْ يَمِيْنِيْ مِنْ سَاعَتِيْ هٰذِهٖ اِلٰى مِثْلِهَا مِنَ الْغَدِ شَرٌّ لِّيْ فِيْ دِيْنِيْ وَمَعَاشِيْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِيْ فَاصْرِفْهُ عَنِّيْ وَاصْرِفْنِيْ عَنْهُ وَاقْدِرْ لِيَ الْخَيْرَ حَيْثُ كَانَ ثُمَّ رَضِّنِيْ بِهٖ" اگرچہ میں نے استخارے کی ایسی کیفیت کے بارے میں کوئی حدیث نہیں پائی۔ لیکن اس پر عمل کرنا حدیث استخارہ کے موافق اور پیروی شرع کے مناسب ہے۔

فائدہ: بعض اکابر نے فرمایا ہے کہ طالب کو چاہیئے روز طلب خیر مطلق مدت العمر تک کرے۔ اور دن رات کی تخصیص نہ کرے۔ اس میں شک نہیں دن تخصیص استخارہ کے لئے مسنون ہے۔ لیکن مدت عمر ایک روز سے زیادہ کا حکم نہیں رکھتی۔ بلکہ ساری دنیا ایک دن سے زیادہ نہیں واللہ اعلم۔ آنجناب کا معمول بھی یہی تھا۔ کہ ہر روز اشراق کی نماز کے بعد دو رکعت استخارہ ادا کرتے اور بعد ازاں مذکورہ بالا طریق کے موافق صرف دعا پر ہی اکتفا فرماتے۔

طریق دیگر: مترجم یوں شیخ ابو علی توری سے اور وہ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہ سے نقل کرتے ہیں۔ کہ جو شخص خواب میں کسی کام کے خیر و شر کی نسبت خبر لینا چاہیئے۔ اسے چاہیئے کہ سونے سے پیشتر عشائی نماز کے بعد چھ رکعت نماز حسب ذیل طریق سے ادا کرے۔ پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سات مرتبہ سورۂ والشمس۔ دوسری رکعت میں سات مرتبہ سورۂ واللیل۔ تیسری میں سات مرتبہ والضحیٰ۔ چوتھی میں سات مرتبہ الم نشرح پانچویں میں سات مرتبہ والتین اور چھٹی میں سات مرتبہ سورۂ والقدر۔ سلام کے بعد خدا اور رسول پر ثنا و درود کہہ کر یہ دعا پڑھے "اَللّٰهُمَّ يَا رَبَّ اِبْرَاهِيْمَ وَمُوْسٰى وَرَبَّ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَيَا رَبَّ جِبْرِيْلَ وَرَبَّ مِيْكَائِيْلَ وَرَبَّ اِسْرَافِيْلَ وَرَبَّ عَزْرَائِيْلَ وَيَا رَبَّ مُنَزِّلَ الصُّحُفِ وَمُنَزِّلَ التَّوْرَاةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالزَّبُوْرِ وَالْفُرْقَانِ اَرِنِيْ فِيْ مَنَامِيْ هٰذِهِ اللَّيْلَةَ مِنْ اَمْرِيْ مَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ"

ذکر طریق کیفیت خطبہ ثانیہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا + اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ اَفْضَلَ صَلَوٰتِكَ عَدَدَ مَعْلُوْمَاتِكَ وَعَلٰٓى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَزْوَاجِهٖ وَاَوْلَادِهٖ وَاَحْفَادِهٖ اَجْمَعِيْنَ خُصُوْصًا عَلٰٓى اَفْضَلِ النَّاسِ بَعْدَ النَّبِيِّيْنَ اَبِيْ بَكْرِ نِ الصِّدِّيْقِ وَعُمَرَ الْفَارُوْقِ وَعُثْمَانَ ذِي النُّوْرَيْنِ وَعَلِيِّ نِ الْمُرْتَضٰى وَالْحَسَنَيْنِ وَعَلٰى سَيِّدَةِ النِّسَآءِ فَاطِمَةَ الزَّهْرَآءِ وَعَلٰى عَمَّيْهِ الْكَرِيْمَيْنِ وَعَلٰى كُلِّ مَنِ اخْتَارَهُ اللّٰهُ بِصُحْبَةِ نَبِيِّهِمْ بِالْاِيْمَانِ وَتَابِعِهِمْ بِالْاِحْسَانِ + رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ ۔" اور کبھی یہ عبارت بھی پڑھتے " اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ اَفْضَلَ صَلَوٰتِكَ عَدَدَ مَعْلُوْمَاتِكَ وَعَلٰٓى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ خُصُوْصًا عَلٰى خُلَفَآئِهِ الرَّاشِدِيْنَ اَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ وَعَلِيٍّ وَعَلٰٓى اٰلِهٖ وَاَزْوَاجِهٖ وَاَبْنَآئِهٖ وَبَنَاتِهٖ خُصُوْصًا سِبْطَيْهِ الشَّرِيْفَيْنِ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ وَعَلٰٓى اُمِّهِمَا سَيِّدَةِ النِّسَآءِ فَاطِمَةَ الزَّهْرَآءِ وَعَلٰى عَمَّيْهِ الْكَرِيْمَيْنِ الْحَمْزَةِ وَالْعَبَّاسِ رِضْوَانُ اللّٰهِ تَعَالٰى عَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ لِيْ وَلَكُمْ وَلِسَائِرِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِنَّهٗ جَوَادٌ كَرِيْمٌ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ " +

ذکر طریق کیفیت صلوٰۃ عیدین

معمول یوں تھا کہ دونوں عیدوں کی نماز ان شرائط اور آداب سے جنکا ذکر جمعہ کی نماز میں ہو چکا ہے ادا کرتے تھے۔ لیکن رمضان کی عید میں نماز سے پہلے چند کھجوروں سے روزہ افطار کرتے۔ حالانکہ آپ پر صدقہ فطر واجب نہ تھا پھر بھی ادا کرتے۔ اور عید قربان کے بعد کچھ چیز کھاتے۔ اور کبھی خطبے سے پہلے اور نماز سے فارغ ہو کر کثرت ازدحام کے سبب جلدی ہی مصلے پر سے اُٹھ بیٹھتے اور فرماتے کہ عیدوں کا خطبہ واجب نہیں۔ اس لئے

ضرور پڑھے۔

ذکر طریق کیفیت صلوۃ الجمعہ

معمول یوں تھا کہ جمعے کے روز نہایت نفیس اور لطیف لباس پہنا کرتے تھے۔ اور خوشبو استعمال کیا کرتے تھے۔ داڑھی کو کنگھی کیا کرتے اور آنکھوں میں سرمہ لگاتے اور نماز اوّل وقت میں ادا کیا کرتے۔ خطبے کو مختصر اور نماز کو طویل کرتے۔ اور فرماتے کہ حدیث کے بموجب قرأت کو لمبا کرنا اور خطبے کو چھوٹا کرنا جائز ہے۔ اور کبھی جمعہ کے بعد دو رکعت سنت پر ہی اکتفا کرتے۔ اور ہر نماز کے بعد دونوں ہاتھ اٹھا کر بآواز بلند فرماتے "فاتحہ علی حضرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعلی ابی بکرنا وعمرنا وعلینا رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین" بعد ازاں سورہ فاتحہ پڑھتے۔ اور اور یار بھی اس سورۃ کے پڑھنے میں آپ کی متابعت کرتے۔ پھر آنحضرت صلعم پر درود بھیجکر دونوں ہاتھ چہرہ مبارک پر پھیرتے۔ پھر مراقبہ میں مشغول ہوتے۔ یاروں میں سے جو حاضر خدمت ہوتا اسے توجہ دیتے۔ پھر مکان شریف پر تشریف لاتے۔

ذکر طریق کیفیت خطبۂ اُولیٰ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِهِ الْکِتٰبَ وَلَمْ یَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ خَیْرُ الْوَرٰی اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ الدُّنْیَا خَضِرَةٌ وَّحُلْوَةٌ وَاِنِّیْ مُسْتَخْلِفُكُمْ فِیْهَا فَنَاظِرٌ كَیْفَ تَعْمَلُوْنَ فَاتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَسَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اور کبھی یہ عبارت پڑھتے "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَنَا فَسَوّٰنَا وَالَّذِیْ مَنَّ عَلَیْنَا فَهَدٰنَا وَاَنْعَمَنَا وَاَعْطَانَا وَالَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَاَسْقَانَا وَالَّذِیْ یُمِیْتُنَا وَیُحْیِیْنَا وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّا بَعْدُ فَاُوْصِیْكُمْ عِبَادَ اللّٰهِ وَنَفْسِیْ بِتَقْوَی اللّٰهِ فَاِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ" اور کبھی یہ عبارت اور بھی بڑھا دیتے "وَدَوَامِ ذِكْرِ اللّٰهِ وَالشُّكْرِ عَلٰی نَعْمَاءِ اللّٰهِ وَالصَّبْرِ عَلٰی بَلَاءِ اللّٰهِ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی فَاذْكُرُوْنِیْ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِیْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ۔ وَاعْمَلُوْا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا وَقَلِیْلٌ مِّنْ عِبَادِیَ الشَّكُوْرُ۔ وَاِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ اِنَّهٗ جَوَادٌ كَرِیْمٌ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔

میں سُبحان اللہ سو مرتبہ۔ دوسری میں الحمد للہ سو مرتبہ۔ تیسری میں اللہ اکبر سو مرتبہ۔ چوتھی میں لا الٰہ الا اللہ سو مرتبہ۔ اور پانچویں میں لاحول ولا قوۃ الا باللہ سو مرتبہ پڑھتے تھے۔ لیکن ہر تسبیح کے شروع میں بآواز بلند فرماتے تھے کہ فلاں تسبیح سو مرتبہ تاکہ حاضران جماعت بھی اقتدا کر سکیں اور ہر تسبیح کے بعد ہاتھ اُٹھا کر دعائے ماثورہ میں سے کوئی ایک پڑھتے۔ پہلی تراویح کی تسبیح کے بعد "رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّ فِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ" "اے پروردگار! دُنیا اور آخرت میں نیکی نصیب کر اور عذاب دوزخ سے بچا" اور دوسری کے بعد "رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ ھَدَیْتَنَا وَھَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَۃً اِنَّکَ اَنْتَ الْوَھَّابُ" "اے پروردگار! ہدایت کئے پیچھے ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کر۔ اپنے پاس رحمت عنایت کر۔ تو بڑا بخشنے والا ہے" اور تیسری کے بعد "اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْئَلُکَ حُبَّکَ وَحُبَّ مَنْ یُّحِبُّکَ وَحُبَّ عَمَلٍ یُّقَرِّبُنِیْ اِلٰی حُبِّکَ" "اے پروردگار! ہم تجھ سے تیری محبت اور تیرے محبوں کی محبت مانگتے ہیں۔ اور نیز اس عمل کی محبت جو تیری محبت کے نزدیک کرے" اور چوتھی کے بعد "اَللّٰھُمَّ اَحْسِنْ عَاقِبَتَنَا فِی الْاُمُوْرِ کُلِّھَا وَاَجِرْنَا مِنْ خِزْیِ الدُّنْیَا وَعَذَابِ الْاٰخِرَۃِ" "اے پروردگار ہماری عاقبت نیک کر۔ سارے کاموں کو سنوار۔ دُنیا کی رُسوائی اور آخرت کے عذاب سے پناہ دے" اور پانچویں کے بعد "اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْئَلُکَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَۃَ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ" "اے پروردگار! ہم تیری مُعافی اور عافیت دُنیا اور آخرت میں چاہتے ہیں۔ بعد ازاں صلی اللہ علیٰ خیر خلقہ محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین کہہ کر دونوں ہاتھ چہرہ مبارک پر پھیرتے اور وتر کی نماز کے بعد بآواز بلند فرماتے کہ درود دس مرتبہ اور استغفار دس مرتبہ پڑھو۔ بعد ازاں سورۃ فاتحہ پڑھ کر تمام کلام ثواب حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رُوح پُر فتوح کو بھیجتے بعد ازاں سارے یاروں کے ہمراہ مراقبہ کرتے۔ اور توجہ دیگر فرماتے کہ ہمارے مشائخ کا معمول یوں ہی تھا کہ ہر ایک تراویح کے درمیان تسبیح کی بجائے بڑا لمبا مراقبہ کرتے۔ چنانچہ تراویح اور مراقبے میں ساری رات گذار دیتے۔ لیکن بسبب کمزوری اور بڑھاپے کے تسبیحات معہودہ پر اکتفا کیا ہے۔ اسی لئے مشائخ کے معمولات سے محروم ہے۔ یارانِ طریقہ میں سے جسے اللہ تعالیٰ توفیق عنایت کرے۔ اور ان کے معمولات میں مشغول ہو تو نورٌ علیٰ نور ہے۔ بندہ مصنّف عرض پرداز ہے کہ جو فیض اور برکات نماز تراویح میں قرآن شریف کے سُننے سے خاصکر جبکہ آنجناب تشریف فرما ہوتے حاصل ہوتا۔ وہ کسی اور صورت میں شاذ و نادر حاصل ہوتا۔

اس کا سُننا بھی واجب نہیں۔ البتہ جب خود امام ہوتے تو خطبہ پڑھتے۔ اور جیسے
اس کے احکام ہیں بیان فرماتے۔ اور عیدوں کا خطبہ جمعہ کے خطبے کی طرح پڑھتے مگر
عید الفطر کے خطبے میں یہ عبارت اور زیادہ کرتے۔ مُسلمانو! تمہیں واضح رہے کہ صدقہ
فطر واجب ہے۔ ہر ایک دولتمند آزاد مُسلمان پر جو دوسَو درم شرعی کا مالک ہو جو چھپن
روپے رائج الوقت کے برابر ہوتے ہیں۔ یا اس کے پاس اسباب اسقدر ہو کہ اس کی
مالیت چھپن روپے کے برابر ہو۔ اور وُہ اسباب فالتو بطور جمع پڑا ہو۔ استعمال میں نہ آتا ہو
اس میں گھر۔ سواری کا گھوڑا یا استعمال کرنے والے اوزار۔ کتابیں اور غلام وغیرہ شامل نہیں۔
مُسلمان آزاد شخص پر واجب ہے۔ کہ صدقہ فطر فقراء کو دیوے۔ اپنی جان اور اپنے چھوٹے
فرزندوں کا نہ کہ بڑے فرزندوں کا اور اپنے خدمتگزار بندوں میں سے ہر ایک متنفس
کے عوض دو سیر گیہوں دے یا چار سیر جَو۔ عید الفطر کی رات کی شام سے صدقہ فطر واجب
ہو جاتا ہے۔ اور مستحب یہ ہے کہ مُصلّے سے پہلے ہی دیدے۔ اگر بعد میں دیوے تو بھی
ادا ہو جاتا ہے۔ عید الفطر کی رات آہستہ آواز سے تکبیریں کہنا۔ اور نماز سے پیشتر راستہ
میں تکبیریں کہنا مستحب ہے۔ اللہ تعالےٰ جل شانہ نے فرمایا ہے۔ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ
وَلِتُكَبِّرُوا اللهَ عَلىٰ مَا هَدَاكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ "تاکہ تم عدّت کو پُورا کرو۔ اور
اللہ کو بڑا جانیں جس پر کہ ان کی ہدائیت کی گئی ہے۔ اور شاید تم شکریہ ادا کرو" اسی طرح عید الضحٰی
کے خطبہ میں اس کے احکام بیان کرتے۔

ذکر طریق کیفیت صلوٰۃ التراویح

معمول یوں تھا۔ کہ قرآن شریف کے تیسوں سپاروں کو ماہ رمضان کی راتوں پر
تقسیم کر کے سنتے۔ تاکہ اس مہینے کی کوئی رات قرآن مجید کی برکات سے خالی نہ رہے۔
اتفاقاً اگر اس مہینے میں قرآن شریف کے سماع سے فراغت ہو جاتی تو تراویح ترک نہ کرتے
تاکہ قرآن شریف کے ختم ہو جانے سے تراویح ساقط نہ ہو جائے۔ کیونکہ قرآن شریف کا
ختم کرنا علیحدہ سنت ہے۔ اور رات کو کھڑے رہنا علیحدہ سنت ہے۔ ایک کے بجا
لانے سے دُوسرے کا تسلط لازم نہیں آتا۔ اور فرض و وتر میں خود بنفس نفیس امامت
کرتے۔ البتہ تراویح میں قرآن شریف سُننے کی خاطر قاری کے مُقتدی بنتے۔ پہلی تراویح

نورِ سفیدیٔ صبح کی طرح افقِ عالم سے طلوع ہو کر جہان کو اپنے انوار اور برکات سے گھیرے ہوئے ہیں جب تک رمضان مبارک کا ہلال دکھائی نہیں دیتا وہ نور بڑھتا جاتا ہے۔ ہلال دیکھنے کے بعد ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ گویا جہان کو روشنی کرنے والا آفتاب ہی مغرب سے نکل آیا ہے۔ اور اپنے فیوض و برکات کے انوار سے جہان کو ایسا منوّر بنا دیا ہے کہ آفتاب باکمال کا نور اسکے مقابل چراغ کی روشنی کی طرح ہے۔ بلکہ رات اور دن میں کوئی فرق باقی نہیں رہتا۔ اور یہ معاملہ دن بدن ترقی پر ہوتا ہے۔ ایک شخص اس کی تعریف یوں کرتا ہے:۔ ؎

زہے ماہِ رمضان و ایّام او　　　　کہ چوں صُبحِ عید است ہر شام او

ماہِ شوال کا ہلال دیکھنے کے بعد ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ آفتاب غروب ہو گیا ہے۔ اور جہان تیرہ و تار ہے۔ ماہ رمضان کے فیوض اور برکات جو طالبوں کو حاصل ہوتے وہ شمار سے باہر ہیں۔ ان کی نسبت باطنی اس مہینے میں آئینے کی طرح مُصفّا یا دھوئے ہوئے کپڑے کی طرح صفا ہو جاتے۔ اور نظرِ کشفی میں معلوم ہوتے۔ ایسی صفائی حاصل ہوتی کہ اس ماہ کے بغیر اگر ہزاروں سال عبادتیں اور ریاضتیں کریں تو بھی اس کا عشر عشیر انہیں حاصل نہ ہو۔ جو کہ اس مہینے میں بغیر مشقت اور ریاضت کے تھوڑی مدت میں حاصل ہوتی ہے۔ یہی سبب ہے کہ اس ایک مہینے کی خیر و برکت سارے سال کی خیر و برکت کے برابر ہے۔ اس مہینے کی برکتوں سے محروم رہنا گویا سال بھر کی برکتوں سے محروم رہنا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس مہینے کے نفل فرضوں کی طرح اور فرض ستر فرضوں کے برابر ہیں۔ اس میں جو لیلۃ القدر ہے وہ کسی اور مہینے کو حاصل نہیں۔ ایک لیلۃ القدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ روزے کے اور فضائل بے شمار ہیں۔ چنانچہ حضرت عزیزان قدس اللہ سرہٗ فرماتے ہیں۔ کہ روزے کا یہ فائدہ ہے کہ اس میں روحانیوں سے مشابہت اور نفس امّارہ پر قہر کرنا ہوتا ہے۔ اسے "وَالصَّوْمُ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِہٖ" روزہ میرے لئے ہے اور میں خود اس کی جزا دونگا" کی خصوصیت حاصل ہے۔ اور "اِنَّمَا یُوَفَّی الصَّابِرُوْنَ اَجْرَھُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ" کا ثواب بے نہایت ہے۔ اس سے شیطان کا رستہ رُک جاتا ہے۔ اور اسکے مقابلہ کے لئے ڈھال مل جاتی ہے کہ "اَلصَّوْمُ جُنَّۃٌ مِّنَ النَّارِ" اس سے بھوکوں کے احوال کا دریافت کرنا۔ بخشش کرنا اور خوشی حاصل کرنا نصیب ہوتا ہے کہ "لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ فَرْحَۃٌ عِنْدَ اِفْطَارِہٖ وَفَرْحَۃٌ عِنْدَ لِقَآءِ رَبِّہٖ" روزہ دار کو دو آرام حاصل ہونگے۔ ایک روزہ افطار کرتے وقت۔ دوسرا اپنے پروردگار کے دیدار کے وقت لا یہ بات روزے کے بغیر حاصل نہیں

چنانچہ ماہ مبارک رمضان کی ایک رات خانقاہ عالیجاہ میں مَیں قرآن شریف سننے میں مشغول تھا۔ اچانک کشفی نظر میں مجھے ایسا معلوم ہُوا کہ جو کلمات قرآنی قاری کی زبان سے نکلتے ہیں۔ وُہ صفحہ ہوا پر نورانی صورت حاصل کر کے آسمان پر جا رہے ہیں۔ جب میں نے یہ بات آنجناب کی خدمت میں عرض کی۔ تو فرمایا کہ یہ کشف صحیح ہے۔ اور آیت کریمہ اِلَیۡہِ یَصۡعَدُ الۡکَلِمُ الطَّیِّبُ" اس کی شاہد عادل ہے۔ پھر بطور افادہ فرمایا کہ مجھے بھی ایک مرتبہ حافظ صاحب رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی خدمت میں قرآن شریف سنتے وقت ایسا ہی اتفاق ہُوا تھا کہ جو حرف کلام الٰہی کا قاری کی زبان سے نکلتا تھا۔ وُہ صفحہ ہوا پر سُنہری شکل میں نمودار ہو کر آسمان پر چڑھتا تھا۔ جب مَیں نے حضرت حافظ صاحب کی خدمت میں عرض کی تو یہی آیت مذکورہ مجھے پڑھ کر سُنائی۔ اور فرمایا کہ تمہاری دید فی الواقعہ صحیح ہے۔ اور واقعہ کے مُطابق ہے۔ مُصنّف عرض پرداز ہے کہ اپنے مکشوفات کو جو خدمت شریف میں عرض کرتا تو اکثر قبول ہوتے۔ اور فرماتے کہ اِلّا ما شاء اللہ تمہاری دید صحیح ہے۔ ایک روز مَیں نے عرض کی کہ ظہور نسبت کی جو سرعت اور قوت حضرت خواجہ باقی باللہ اور حضرت خواجہ قطب الدین قدس اللہ تعالےٰ سرہما الاقدس کے مزار مبارک میں معلوم ہوتی ہے۔ وُہ اُمّت مرحومہ کے اولیاء میں سے کسی کے مزار سے معلوم نہیں ہوتی فرمایا بیشک یہ دید صحیح ہے اور میرے مُطابق ہے۔

ذکر طریق کیفیت روزہ ماہ مُبارک رمضان و بیان فضیلت آن

معمُول یوں تھا کہ باوجود ضعف پیری جبکہ آپ کا سن شریف کچھ اوپر اسّی تھا رمضان کے روزے رکھا کرتے۔ اور سحری نہ کھاتے۔ لیکن ہاں کبھی کبھی سنت کی پیروی کی وجہ سے شربت پی لیا کرتے اور فرماتے۔ کہ سحری کی سنت تقویت بدن۔ تصفیہ باطن اور توجہ الی اللہ کیلئے ہے نہ کہ سیری شکم کے لئے۔ اگرچہ علما عدول بافطار کا فتویٰ دیتے۔ لیکن عزیمت کی رعائت کی وجہ سے پسند نہ کرتے۔ عاشورہ اور عرفے کا روزہ بھی رکھتے اور اس کا ثواب یہ بیان فرماتے۔ کہ یہ روزے صوم دہر کا حکم رکھتے ہیں۔ جیسا کہ رمضان مبارک کے روزے۔ اور عید کے بعد کے چھ دن کے روزے۔ اسی طرح ہر مہینے میں تین روزوں کی بابت بھی یہی حکم ہے۔ ماہ شعبان کے شروع ہی سے آپ رمضان مبارک کی فضیلتیں بیان کرنی شروع کرتے۔ فرماتے کہ اس ماہ کے نصف سے ماہ مبارک رمضان کا اہتمام کشفی نظر میں ایسا دکھائی دیتا ہے کہ گویا ایک بسیط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد و صلوٰۃ کے بعد خود پسندی اور خود بینی کا گرفتار درویش دلریش عبدالغنی مجددی عرض پرداز ہے۔ کہ اس وقت معدن العزۃ والایمان برادرطریق عبدالرحمان خاں کی نیک کوشش سے ایک رسالہ حضرت شمس الدین حبیب اللہ جناب مرزا مظہر جانجانان شہید رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں چھپا ہے۔ اِس رسالے کے مؤلف حضرت قطب فلک الارشاد۔ غوث الاقطاب والاوتاد۔ مظہر کمالات خفی وجلی مرشدنا شاہ عبداللہ المشتہر بشاہ غلام علی رحمۃ اللہ علیہ نے جنکے مزاج شریف میں احوال کا چھپائے رکھنا اور انکسار حد درجے کا تھا۔ اِس رسالے میں حضرت شہیدؒ کے اور یاروں کا تو ذکر کیا۔ لیکن اپنا حال جیساکہ چاہیئے تھا درج نہ فرمایا۔ یہ بات بہت ہی عجیب وغریب معلوم ہوئی کہ ایسے عظیم الشان خلیفہ کا ذکر اس رسالے میں درج نہ ہو۔ اس واسطے بندہ نے جسقدر آپ کا حال مع خلفاء جواہر علویہ میں سے جو میرے چچا شاہ رؤف احمد مرحوم کی تالیف ہے۔ انتخاب کر کے مجملاً اور جو کچھ مجھے علم تھا وُہ بھی لکھ دیا ہے۔ نیز شاہ صاحب مذکور کی تالیف بھی سمندر سے قطرے کے برابر ہے۔ ؎

گر آنجملہ را سعدی انشا کند مگر دفترے دیگر املا کند

کیونکہ یہ امر مسلمہ ہے۔ کہ آپ کا ارشاد آپ کی حین حیات میں اِس درجے کو پہنچ گیا تھا کہ گذشتہ بزرگوں میں سے شائد ہی چند ایک کا ہو۔ آپ کے خلفاء زندگی ہی میں رُوم۔ شام اور چین وغیرہ تک پھیل گئے۔

مُشک آنست کہ خود ببوئید نہ کہ عطار بگوئید

استخارہ مسنونہ اور جواب کے بعد شروع کیا گیا۔ وَهُوَ الْمُسْتَعَانُ ۔

فصل در ذکر ولادت شریف

آپ کی ولادت شریف ۱۱۵۸ ہجری کو قصبہ پٹیالہ واقع ملک پنجاب میں ہوئی۔ آپ کی تاریخ ولادت "مظہر جود" سے نکلتی ہے۔ آپ کا نسب شریف حضرت مرتضیٰ علی کرم اللہ وجہٗ تک پہنچتا ہے۔ آپ کے والد بزرگوار شاہ عبداللطیف صاحب ریاضت اور مجاہدہ تھے۔

ہو سکتی۔ اِس واسطے یاران طریقہ بہت دُور دراز فاصلے سے اِس مہینے کے شروع ہونے سے پیشتر ہی بیت الحرام کے زائرِوں کی طرح احرام باندھتے۔ اور حاجیوں کی طرح لبیک کہتے ہُوئے قافلہ در قافلہ اطراف و جوانب سے اس ماہ کے فواید حاصل کرنے کے لئے خدمت شریف میں حاضر ہوکر دولت خدمت اور اس ماہ کی برکات میں شریک ہوتے۔ اور فیوض و برکات جس قسم کے چاہئیں آنجناب کی صحبت بابرکت سے حاصل کرتے۔ قرآن مجید کے سننے اور رات کو جاگنے سے حظ وافر اُٹھاتے۔ اور اپنے مقامات سے ترقی کرکے اعلیٰ مقامات کو پہنچتے۔ اور بشارات عالیہ سے مشرف ہوتے۔ جس شخص کو آنجناب اجازت کے قابل اور منصب خلافت کے لائق دیکھتے اس کو خلافت کی اجازت اور خلعت سے سرفراز فرماکر رخصت کرتے۔

مختصر یہ کہ آنجناب کی خانقاہ میں فی الواقعہ اس مہینے میں طالبوں کی کثرت اور خدا مشربوں کے ہجوم سے ہر روز روزِ عید اور ہر شب شبقدر ہوتی۔ حضرت شیخ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی خانقاہ کا معمول بھی یہی تھا۔ کہ اس مہینے کے شروع سے پہلے ہی سفید کپڑے کے تاج یا رنگو خلعت اجازت دینے کے واسطے تیار کرا چھوڑتے۔ اور جس کو لائق دیکھتے عطا فرماتے۔

نقشبندیہ کو شروع کرتا ہوں۔ شائد اس میں حضرت غوث الاعظم راضی ہوں یا نہ ہوں۔ دیکھا کہ حضرت غوث الثقلین ایک مکان میں تشریف فرما ہیں۔ جس کے محاذی ایک اور مکان میں حضرت شاہ نقشبند تشریف رکھتے ہیں۔ مَیں نے حضرت شاہ نقشبند کی خدمت میں جانا چاہا۔ تو فرمایا اللہ تعالےٰ کی مرضی ہی اَیسی ہے جاؤ کچھ مضائقہ نہیں شروع شروع میں معاش کی بہت تنگی دیکھی جو تھوڑی سی تھی۔ وُہ بھی چھوڑ کر توکل اختیار کیا۔ اور ایک پُرانا بوریا لیا۔ اور اینٹ کا سرہانہ بنایا۔ ایک مرتبہ کمزوری کی وجہ سے حجرے کا دروازہ بند کر لیا کہ یہی میری قبر ہے۔ اللہ تعالےٰ نے کسی کے ہاتھ فتوح بھیجی پچاس سال سے گوشہ قناعت میں بیٹھا ہوں۔ کہتے ہیں کہ جب ایک مرتبہ آپ نے دروازہ بند کیا تو فرمایا۔ کہ اگر میں مرونگا تو بھی اسی حجرے میں مرونگا۔ تائید آلہی ہوئی تو ایک شخص نے آکر کہا کہ دروازہ کھولو۔ آپ نے نہ کھولا۔ کہا آپ سے کچھ کام ہے پھر بھی نہ کھولا۔ کچھ روپیہ شگاف میں سے اندر گرا کر چلا گیا۔ اس روز سے فتوحات کشادہ ہوگئیں اس کے بعد سینکڑوں علما اور صلحا مختلف ولائیتوں سے منزلیں طے کر کے آپکی خدمت میں آئے۔ بعض آنحضرت صلعم کی اجازت سے واقعہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جیسے مولانا خالد رومی۔ شیخ احمد کروی اور سید محمد اسمٰعیل مدنی۔ اور بعض نے بزرگوں کی دلالت سے بیعت کی ہے۔ مولانا محمد جان اور بعض نے آپ کو خواب میں دیکھ کر۔ قریباً دو سو آدمی خانقاہ شریف میں رہتے تھے۔ جن کی روزی کا انتظام بخوبی ہو جاتا تھا باوجود اسقدر کمال کے انکساری یہاں تک تھی کہ ایک روز فرمایا۔ کہ جب کوئی کتا میرے مکان پر آتا ہے تو میں کہتا ہوں کہ اے پروردگار! میں کون ہوں۔ جو تیرے دوستوں کا وسیلہ بنوں۔ اس مخلوق کے صدقے مجھ پر رحم کر۔ اسی طرح شخص طلب کے لئے میرے پاس آتا ہے۔ تو اُسی کے وسیلے میں قرب ڈھونڈھتا ہوں۔ آپ کا عمل اکثر حدیث کے مطابق تھا۔ آپ نے حضرت شاہ ولی اللہ محدث کے فرزندوں سے حدیث سند کی اور نیز اپنے مرشد سے۔ آپ کو کلام مجید حفظ تھا۔ لیکن لوگوں کو یہ بات معلوم نہ تھی۔ بہت کم سویا کرتے تھے۔ تہجد کے وقت اگر لوگ خواب غفلت میں ہوتے تو انہیں جگاتے۔ اور خود تہجد کی نماز ادا کر کے مراقبے اور تلاوت کلام اللہ میں مشغول ہوتے۔ اور تقریباً دس سیپارے ہر روز پڑھتے۔ مگر بڑھاپے کے وقت کم کر دیا۔ صبح کی نماز اوّل وقت میں با جماعت ادا کر کے اشراق

کریلوں کو جوش دیکر کھاتے اور جنگل میں جاکر ذکر جہر کیا کرتے۔ ان کے پیر ناصرالدین قادری تھے۔ ان کا اور ان کے پیر کا مزار دہلی میں محمد شاہی عید گاہ کے پیچھے جیش پورہ میں ہے نسبت چشتیہ اور شطاریہ سے بھی آپ کو حصہ حاصل تھا۔ چالیس روز تک مطلق نہیں سوئے رات کو بہت کم کھاتے۔ اور روزے کی نیت بھی نہیں کرتے تھے کہ کہیں نفس میں خود پسندی نہ آجائے۔ آنحضرت کی ولادت سے پہلے حضرت اسد اللہ الغالب کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں ''اپنے لڑکے کا نام میرے نام پر رکھنا'' پیدائش کے بعد آنحضرت کا نام علی رکھا گیا۔ لیکن جب سن تمیز کو پہنچے تو ادب کی وجہ سے اپنے تئیں غلام علی مشہور کیا۔ آپ کی والدہ شریفہ نے خواب میں ایک بزرگ کو فرماتے ہوئے سُنا کہ اس کا نام عبدالقادر رکھنا۔ شائد وُہ بزرگ حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ ہوں۔ آپ کے چچا بزرگوار نے جنہوں نے ایک مہینے میں قرآن شریف حفظ کیا تھا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے آپ کا نام عبداللہ رکھا۔ آپ کے والد بزرگوار نے بیعت کے لئے اپنے پیر کو جو حضرت خضر علیہ السلام کے صحبت دار تھے وطن سے بلایا۔ لیکن وُہ بزرگوار آپ کی شب ولادت یعنی گیارھویں رجب کو وفات پاگئے۔ والد ماجد نے فرمایا کہ ہم نے تو بیعت کے لئے بُلایا تھا۔ لیکن تقدیر ہی ایسی تھی۔ اب جہاں کہیں تم پسند کرو بیعت کرو۔ اس وقت جو بزرگ دہلی میں رہتے تھے۔ چنانچہ حضرت ضیاء اللہ اور شاہ عبدالعدل جو دونو حضرت خواجہ محمد زبیر کے خلیفہ تھے۔ خواجہ میر درد فرزند خواجہ ناصر مولوی فخرالدین اور شاہ نوشاہ غلام سادات چشتی اور دیگر بزرگوں کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور سنہ ۱۱۸۰ھ ہجری میں جبکہ آپ کی عمر بائیس سال کی تھی۔ حضرت شہید کی خانقاہ شریف میں پہنچے :۔ ؎

ازبرائے سجدہ عشق آستانے یافتم سرزمینے بود منظور آسمانے یافتم

بیعت کے لئے عرض کی۔ فرمایا جہاں ذوق وشوق ہو وہاں بیعت کرو۔ یہاں تو بے نمک پتھر گھستا ہے۔ عرض کی مجھے یہی منظور ہے۔ فرمایا تو مبارک ہے۔ پھر بیعت کی آپ اپنے احوال میں خود لکھتے ہیں کہ تفسیر اور حدیث کا علم حاصل کرنے کے بعد خاندان قادری میں حضرت شہید کے ہاتھ بیعت کی۔ جناب نے طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کی تلقین فرمائی۔ پندرہ سال حلقہ ذکر اور مراقبہ میں شرف سعادت حاصل کرتا رہا بعد ازاں مجھے اجازت مطلق عطا فرمائی۔ ارادت کے شروع میں مجھے فکر تھی۔ کہ میں طریقہ

کہ کبھی آپ نے پاؤں دراز کئے ہوں۔ اکثر اعتبار کے طور پر جو مراقبے کا طریقہ ہے اور سرور علیہ الصلوٰۃ والسّلام سے منقول ہے۔ اور اولیائے کرام مثلاً غوث الاعظم سے ثابت ہے بیٹھا کرتے۔ اور حیا کے سبب کم ہی پاؤں دراز کیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ وفات بھی اسی طریق پر ہوئی فتوح فقراء کو بانٹ دیا کرتے۔ آپ موٹا لباس پہنا کرتے۔ اگر کوئی نفیس کپڑے بھیجتا۔ تو اُسے بیچکر اور کئی کپڑے خرید کر صدقہ کرتے۔ اسی طرح اور چیزوں کے بارے میں کرتے۔ فرماتے کہ اگر زیادہ آدمی پہنیں تو بہتر ہے۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی یہی طریق تھا کہ موٹا چھوٹا کپڑا پہنا کرتے۔ چنانچہ بخاری اور مسلم میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ موٹی چادر اور ایک تہ بند زیب تن فرمایا کرتے۔ اور انہیں دو کپڑوں میں آپ کی روح مبارک قبض ہوئی۔ سخی اعلیٰ درجے کے تھے۔ لیکن سخاوت کو بڑا چھپاتے تھے۔ حلقہ کے وقت لوگوں کو دیتے تھے۔ حیا اسقدر غالب تھی کہ لوگوں کی شکل تو درکنار اپنی شکل بھی آئینے میں شاذ و نادر ہی دیکھا کرتے تھے۔ مومنوں کے بارے میں شفقت اس درجہ کی تھی کہ اکثر راتوں کو ان کے حق میں دُعا کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حکیم قدرت اللہ خاں جو آپ کے ہمسایہ تھے۔ اور انکا اکثر وقت آپ کی غیبت میں صرف ہوتا تھا کسی وجہ سے قید ہو گئے۔ اس کی خلاصی میں آپ نے بہت کوشش کی۔ مجلس شریف میں دنیا۔ اُمراء اور فقراء کا ذکر ہرگز نہ ہوتا۔ گویا سفیان ثوری کی مجلس تھی۔ اگر کوئی شخص غیبت کرتا تو فرماتے کہ واقعی مجھ میں ہی بدی ہے۔ ایک شخص نے شاہ عالم بادشاہ کو بدی سے یاد کیا۔ آپ اس وقت روزے سے تھے۔ فرمایا افسوس! روزہ گیا۔ کسی نے عرض کی کہ آپ نے کسی کی غیبت تو نہیں کی۔ فرمایا کی تو نہیں سُنی تو ہے۔ کیونکہ غیبت کا کرنے والا اور سننے والا دونو برابر ہیں۔ امر معروف اور نہی منکر آپ کا شیوہ شریف تھا۔ بادشاہ کو بھی نصیحت کرنے میں خوف نہ کھاتے۔ ایک مکتوب جو اکبر بادشاہ کو احتساب کے بارے میں لکھا ہے۔ مکتوبات شریف میں موجود ہے۔ سید اسمٰعیل مدنی جو مدینہ منورہ سے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے اذن سے حاضر ہوئے تھے۔ آپ کے حکم سے آثار نبویہ کو جامع مسجد میں رکھے تھے دیکھے گئے۔ تو آکر عرض کی کہ اگرچہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکات تو وہاں محسوس ہوتی ہیں۔ لیکن کفر کی تاریکی بھی پائی جاتی ہے۔ تحقیق سے معلوم ہوا کہ بعض اکابر کی تصویریں وہاں پر موجود ہیں۔ جو بادشاہ کے حکم سے باہر نکالی گئیں۔ نواب شمشیر بہادر رئیس ملک بندھیل کھنڈ ایک مرتبہ نصاریٰ کی کلاہ سر پر رکھے

تک حلقے اور مراقبے میں مشغول رہتے۔ ہجوم کے سبب کئی مرتبہ حلقہ کرنا پڑتا تھا۔ پہلے لوگ اُٹھ جاتے تو اُن کی جگہ اور آبیٹھتے۔ اس کے بعد حدیث اور تفسیر کا درس فرماتے۔ جو شخص ملاقات کے لئے آتا تھوڑی سی ملاقات کے بعد رخصت فرماتے اور معذرت کرتے۔ کہ فقیر گور کی فکر میں مشغول ہیں۔ نیز اسے مٹھائی وغیرہ بطور تحفہ دیتے۔ ایک مرتبہ نواب محمد امیر خاں جو حضرت غوث الاعظم کی اولاد سے حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کے نور سے تھے آئے۔ تو آپ نے بزرگ زادگی کی وجہ سے بڑی تعظیم و تکریم کی۔ تھوڑی دیر بیٹھے تھے کہ آپ نے معذرت کر کے رخصت کیا لیکن ان کا دل غلبہ محبّت کی وجہ سے اُٹھنے کو نہیں چاہتا تھا۔ آپ نے خادم کو فرمایا کہ مکان کے قبالے لاکر نواب صاحب کی نذر کردو۔ وہ تو اُٹھتے نہیں۔ ہم ہی مکان ان کی نذر کر کے اُٹھ جاتے ہیں۔ فی الفور اُٹھ کھڑے ہوئے۔ کھانے کے وقت بالکل تھوڑا سا طعام تناول فرماتے۔ امیروں کے گھر کا مکلف کھانا آپ نہیں کھاتے تھے۔ بلکہ طالبوں کے لئے بھی ایسا کھانا مکروہ خیال فرماتے تھے۔ البتہ ہمسائیوں کو تقسیم کردیتے۔ اور کبھی دیگوں کو کھلا چھوڑ دیتے کہ جس کی مرضی ہو کھالے۔ اگر کوئی شخص روپے بھیجتا اور وہ مشتبہ نہ ہوتے تو پہلے ان کا چالیسواں حصّہ بقول امام اعظم کہ بشرط نصاب زکوٰۃ جائز ہے۔ فرض صدقہ نفلی کی نسبت زیادہ ثواب رکھتا ہے۔ بطور زکوٰۃ نکالکر پھر اپنے پیروں کی نیاز خاصکر خواجہ بہاؤالدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کے لئے حلوا تیار کر کے فقراء کو بانٹتے۔ نیز اپنے والد بزرگوار کی بھی نیاز دیتے۔ اور نیز وہ قرضہ بھی ادا کرتے۔ جو خانقاہ کے فقراء پر خرچ ہوتا۔ نیز جو اہل حاجت موجود ہوتا اسے بھی دیتا۔ اور کبھی کبھی کوئی شخص بے اطلاع بھی لے جاتا تو آپ دیکھ کر چشم پوشی فرماتے۔ لوگ اکثر آپ کی کتابیں چرا کر آپ ہی کے پاس بیچنے کے لئے لاتے۔ تو آپ کتاب کی تعریف کر کے اس کی قیمت ادا کرتے۔ اتفاقاً اگر کوئی شخص کہہ دیتا۔ کہ جناب یہ کتاب تو آپ ہی کے کتبخانے کی ہے اور نشان موجود ہے۔ تو ناراض ہو کر فرماتے کہ صاحب ایک ہی کاتب کئی کتابیں لکھتا ہے۔ آمدم برسر مطلب۔ آپ کھانا کھا کر تھوڑی دیر دوپہر کو آرام کرتے۔ پھر دینی کتابوں مثلاً نفحات الانس اور آداب المریدین وغیرہ وغیرہ کے مُطالعہ اور ضروری تحریرات میں مشغول ہوتے۔ پھر نماز ادا کر کے تفسیر اور حدیث کا درس فرما کر عصر کی نماز ادا کرتے۔ پھر کتب حدیث اور تصوّف مثلاً مکتوبات امام ربّانی اور عوارف اور رسالہ قشیریہ کا ذکر کر کے شام تک حلقے اور مراقبے میں مشغول رہتے۔ شام کی نماز کے پیچھے خاص مریدوں کو توجہ دیتے۔ پھر کھانا کھا کر عشار کی نماز ادا کر کے اکثر راتیں بیٹھے بیٹھے ذکر اور مراقبہ ہی میں بسر کردیتے۔ اگر نیند کا غلبہ ہوتا تو مُصلّے پر ہی دائیں کروٹ لیٹ جاتے۔ کبھی چارپائی پر آرام فرماتے۔ لیکن یہ معلوم نہیں ہُوا۔

فرمایا۔ کہ میری کیا ہستی ہے کہ مجھ پر رسُول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ ہو۔ اور اس خادم کی بہت نوازش فرمائی۔ مرض موت میں ترمذی شریف سینہ مبارک پر تھی۔ اگر حدیث میں کوئی فعل آنحضرت صلعم کا نکلتا۔ تو آپ اس پر عمل کرتے۔ بکری کے شانے کا گوشت منگا کر پکا کر کھاتے۔ کیونکہ مسنون ہے۔ قرآن شریف سے بڑا ذوق حاصل ہوتا صلوٰۃ اوابین اور تہجد میں میرے والد سے کئی بار ختم قرآن شریف سُنا۔ اگر غلبہ شوق میں اتفاقاً زیادہ سن لیتے تو بیتاب ہو کر فرماتے بس کرو۔ زیادہ مجھ میں طاقت نہیں۔ اکثر درد انگیز اشعار سُنا کرتے۔ اور ان کے سننے سے آپ کو وجد ہوتا۔ مگر اسے ضبط کرتے۔ ابوالحُسین نوری رقص فرما رہے تھے۔ اور سید الطائفہ جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ بیٹھے تھے۔ نوریؒ نے فرمایا اِنَّمَا یَسْتَجِیْبُ الَّذِیْنَ یَسْمَعُوْنَ " جو سُنتے ہیں انہیں قبول کرتا ہے۔ جنید علیہ الرحمۃ نے فرمایا: وَتَرَی الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّهِیَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ " پہاڑ تجھے ساکن معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن وُہ بادل کی طرح اُڑے اُڑے پھرتے ہیں۔ شیخ جنید رحمتہ اللہ علیہ نہائت مستقیم تھے۔ راقم کہتا ہے کہ کبھی طریقہ مجددیہ میں چشتیہ نسبت کا ظہور کہ حضرت مجددؒ سے بطور ورثہ حاصل تھی بھی ہوتا تھا۔ حضرت مجددؒ سے بھی باوجود کمال تمکن کے اتفاقیہ طور پر ذوق وشوق کی حالت منقول ہے۔ ؎

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری   خوبی و شکل و شمائل حرکات و سکنات

سُبحان اللہ بات کہاں سے کہاں جا پہنچی :۔ مصرع

ہر چہ اُستاد ازل گفت بگو مے گویم

آپ کی طبع اس درجہ نازک تھی۔ کہ اگر کوئی شخص تمباکو پیتا۔ تو آپ ناراض ہوتے اور مکان میں دھُونی دیتے۔ اور فرماتے کہ پٹھانوں نے ہماری مسجد کو ہلوس دانی بنا دیا ہے۔ بعض آدمیوں سے میں نے سُنا ہے کہ بعض دفعہ خود بخود مکان شریف سے خوشبو آنے لگتی۔ اس وقت آدمیوں کو آپ باہر روانہ کر دیتے۔ بیشک حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دُوسرے پیروں کی ارواح مقدسہ کا ظہور ہوتا ہو گا۔ آپ فرماتے تھے۔ کہ مَیں حضرت خواجہ نقشبند اور حضرت مجدد صاحب کی صُورت بعینہ دیکھتا ہوں۔ ایک مرتبہ ایک پہلو لُنجا ہو گیا تو حضرت مجددؒ صاحب کی روح سے مدد طلب کی۔ اسی وقت آپ کی صُورت شریف کو ہوا میں معلق دیکھا تو ساری بیماری سلب ہو گئی۔ نیز فرماتے

حاضر خدمت ہؤا۔ آپ نے طیش میں آکر اسے منع فرمایا۔ اس نے عرض کی۔ اگر یہی احتساب ہے تو میں پھر نہیں آؤنگا۔ فرمایا خدا تمہیں ہمارے گھر نہ لائے۔ وُہ مغلوب الغضب ہو کر اُٹھا۔ اور دالان کے صفہ کی سیڑھیوں تک پہنچا تھا کہ اپنی کلاہ خدمتگار کو دے حاضر خدمت ہو بیعت کی۔ بعض کو آپ سہولت سے منع فرماتے اور بعض کو سختی سے۔ میر اکبر علی بیان کرتے ہیں۔ کہ میرے چچا کے ڈاڑھی نہ تھی۔ جب حاضر خدمت ہوئے تو آپ نے دیکھ کر نرمی سے فرمایا۔ تعجب ہے کہ ہمارے میر صاحب کے ڈاڑھی نہیں۔ پھر خندہ پیشانی سے پیش آئے۔ اور فرمایا جو کچھ ہے آپ کے خاندان ہی کی بدولت ہے۔ ہم تو آپکے گماشتے ہیں۔ الغرض پھر میر صاحب نے کبھی ڈاڑھی نہ منڈائی۔ ترک و تجرید اس درجہ کی تھی۔ کہ بادشاہ وقت اور امراء ہمیشہ یہی تمنا کرتے رہے۔ کہ خانقاہ کے خرچ کے لئے کچھ منظور فرمائیں لیکن نہ فرمایا۔ اکثر یہی قطعہ زبان مبارک سے فرماتے :۔ **قطعہ**

خاک نشینی است سُلیمانیم — نیک بود افسر سُلطانیم
ہست چہل سال کہ مے پوشم — کہنہ نہ شد خلعت عُریانیم

نواب امیر خان والئے ٹونک و سرونج نے بھی یہی آرزو کی۔ شاہ رؤف احمد صاحب کو فرمایا کہ یہ شعر لکھ دو :۔ **ؔ**

ما آبروئے فقر و قناعت نمی بریم — با میر خاں بگوئی کہ روزی مقدر است

اکثر آپ فرمایا کرتے تھے۔ کہ ہماری جاگیر اللہ تعالےٰ کی وعدہ کی ہوئی چیزیں ہیں ؎ وَفِی السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ۔ آسمان میں تمہارا رزق اور تم سے وعدہ کی ہوئی چیزیں ہیں۔ اللہ تعالےٰ آپ کی دینی اور دُنیاوی مہمات سر انجام کرتا تھا۔ اور خانقاہ کے اخراجات غیب سے مل جاتے۔ آپ فرماتے تھے کہ اس میں چار چیزوں کا ہونا ضروری ہے۔ ہاتھ اور پاؤں ٹوٹے ہُوئے اور دین اور یقین درست۔ آخری عمر میں گو ضعیف ہو گئے تھے۔ لیکن جب یہ شعر پڑھتے تو بڑی قوت سے توجہ فرماتے۔ **ؔ**

ہر چند پیر و خستہ دل و ناتواں شدم — ہر گہ کہ یاد روئے تو کردم جواں شدم

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق تھے۔ جب اسم مبارک زبان پر آتا بیتاب ہو جاتے۔ ایک مرتبہ خادم قدم شریف پانی کا تبرک لایا۔ اور کہا آپ کی ذات پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ ہو۔ یہ کلام سُنکر آپ بے تاب ہو گئے اور خادم کی پیشانی کو بوسہ دیا

دوسرے حق نفس۔ رضائے نفس تو لطیف اور زیادہ طعام کھانا ہے اور حق نفس فرائض وسنن کی بجاآوری کے لئے طاقت پیدا کرنے کی خاطر غذا کھانا۔ نیز فرماتے تھے۔ کہ طریقہ نقشبندیہ میں چار چیزیں ہیں۔ بے خطرگی۔ دوام حضور۔ جذبات اور واردات۔ فرماتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم تمام کمالات کے جامع تھے۔ اور ان کمالات کا اظہار مختلف قرنوں میں امت کے اندر استعداد کے موافق ہوتا ہے۔ وُہ کمال جو آنحضرت صلعم کے بدن فیض مخزن کے متعلق ہے یعنی بھُوکا رہنا جہاد کرنا اور عبادت کرنا۔ وُہ صحابہ کرام میں جلوہ گر ہُوا۔ اور جو کمال قلب کے متعلق تھا یعنی استغراق بیخودی۔ ذوق وشوق۔ آہ ونعرہ اور اسرار توحید وجودی۔ وُہ جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ سے الیائے امت میں ظاہر ہُوا۔ اور وُہ کمال جو آنحضرت کے لطیفہ نفس کے متعلق تھا۔ یعنی نسبت باطنی میں اضمحلال اور استہلاک۔ وُہ حضرت خواجہ نقشبند علیہ الرحمتہ کے وقت سے نقشبندیہ اکابر میں ظاہر ہُوا۔ اور وُہ کمال جو اسم شریف محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں ہے۔ وُہ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمتہ کے وقت سے مکشوف ہُوا ہے۔ فرماتے ہیں کہ جس طرح مومنوں پر طلب حلال فرض ہے۔ اسی طرح عارفوں پر ترک حلال فرض ہے۔ راقم عرض پرداز ہے کہ صوفیوں کا عمل عزیمت پر ہے۔ فرماتے ہیں کہ جو شخص حرص وہوا کا تابع ہے وُہ خدا کا بندہ کب ہو سکتا ہے۔ اے عزیز! جب تک تو کسی چیز کے خیال میں ہے۔ تو اسی چیز کا غلام ہے۔ فرماتے تھے کہ بھُوک کی رات درویشوں کی شب معراج ہوتی ہے۔ نیز فرماتے تھے۔ کہ صوفی لوگ دُنیا اور آخرت سے منہ پھیر کر مولیٰ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں

عاشقاں را مذہب وملت خداست	ملت عاشق ز ملتہا جداست

نیز فرماتے تھے کہ دعا کے وقت انوار فائض ہوتے ہیں۔ ان برکات کا فرق کرنا اجابت کے اثر سے متغیر ہے۔ بعض تو کہتے ہیں کہ اگر دونوں ہاتھ بوجھل معلوم ہوں۔ تو اجابت کی علامت ہے۔ مَیں کہتا ہوں کہ اگر سینہ کھل جائے تو اجابت کی علامت ہے۔ نیز فرماتے تھے کہ بیعت تین قسم کی ہوتی ہے۔ ایک پیروں کا وسیلہ ڈھونڈنا۔ دُوسرے گناہوں سے توبہ کے لئے۔ تیسرے نسبت کے حاصل کرنے کے لئے۔ فرماتے تھے کہ لوگ چار قسم کے ہیں۔ نامرد۔ مرد۔ جوانمرد۔ اور فرد۔ طالب دُنیا نامرد۔ طالب عقبیٰ مرد۔ طالب عقبیٰ ومولیٰ جوانمرد اور طالب مولیٰ فرد۔ فرماتے تھے۔ کہ خطرہ چار قسم ہوتا ہے شیطانی۔ نفسانی۔ ملکی اور حقانی۔ شیطانی بائیں طرف سے نفسانی اُوپر سے یعنی دماغ سے۔ ملکی دائیں طرف سے اور حقانی فوق الفوق سے۔ فرماتے تھے۔ کہ جو انسانی کمال ممکن ہے۔ سوائے نبوّت کے سب کا ظہور حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ میں ہُوا۔

تھے۔ کہ اکابر چشتیہ کا کوک جو ذوق محبت کے سرمست ہیں سماع اور سرود ہے۔ جو دل میں رنگارنگ کے شوق پیدا کرتا ہے۔ اور یار کے چہرے پر کے پردے کو پھاڑ تا ہے۔ ہم نقشبندیوں کا کوک جو جام مودت کے بادہ نوش ہیں حدیث میں رود ہے۔ جو دل کو طرح طرح کا ذوق بخشتا ہے۔ مصرعہ

آں اشیا نند من چینیم یا رب

اسی طرح جب اسم مبارک زبان پر لاتے۔ تو آہ آہ کہہ کر ہاتھ اُوپر اُٹھاتے۔ اور کبھی دونو ہاتھ پھیلا کر اس طرح ملاتے۔ گویا کسی کو بغل میں لیتے ہیں۔ اور مولوی صاحب کا یہ شعر پڑھتے۔ ؎

موسیا آداب داناں دیگر اند　　سوختہ جان و رواناں دیگر اند

فصل در ملفوظات حضرت ایشان

آپ فرماتے ہیں۔ کہ لفظ فقیر میں فؔ سے فاقہ۔ قؔ سے قناعت۔ یؔ سے یاد الٰہی اور رؔ سے ریاضت مراد ہے۔ جو انہیں بجا لاتا ہے اُسے فؔ سے فضل خدا۔ قؔ سے قرب الٰہی یؔ سے یاری رب۔ اور رؔ سے رحمت حق حاصل ہوتی ہے۔ نہیں تو فؔ سے فضیحت۔ قاف سے قہر۔ یؔ سے یاس اور رؔ سے رسوائی نصیب ہوتی ہے۔ فرماتے تھے کہ ذوق وشوق اور کشف وکرامات کا طالب خدا کا طالب نہیں ہوتا۔ حافظ صاحب فرماتے ہیں؎

گر بدیں فضل و کرم نام کرامات بریم　　شرم ما باد ازیں خرقۂ آلودۂ خود
ہر سخن وقتے وہر نکتہ مکانے دارد　　باخرابات نشیناں ز کرامات ملاف

فرماتے تھے۔ کہ کمالات وصل میں عریانی ہوتی ہے۔ اور اس مقام میں سالک کے نصیب سوائے ناامیدی اور محرومیت کے اور کچھ نہیں ہوتا۔ گو وصول ہے لیکن حصول نہیں۔ نیز فرماتے تھے کہ طالب کو رنگارنگ کی کیفیتیں حاصل کرنی چاہئیں۔ اور نماز سے واقف رہے کہ کس قسم کی کیفیت طاری ہوتی ہے۔ اور تلاوت سے کیا نسبت ظاہر ہوتی ہے۔ حدیث کے درس اور تہلیل کے شغل سے کیا ذوق حاصل ہوتا ہے۔ اور مشتبہ لقمہ سے کیسی تاریکی چھا جاتی ہے۔ علیٰ ہذا القیاس دُوسرے گناہ۔ نیز فرماتے تھے کہ ولایت میں خطرات مضر ہیں۔ لیکن کمالات نبوّت میں مضر نہیں۔ امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں "اجھز الجیش وانا فی الصلوٰۃ" نماز ادا کرتے وقت لشکر اسلام کی بھی تیاری کرتا ہوں"۔ مشاہدہ آفتاب کیلئے قلبی خطرات مانع نہیں ہوتے۔ فرماتے تھے۔ کہ کھانے میں ایک تو رضائے نفس ہے اور

ے در کوئے تو عاشقاں چناں جاں بدہند
کآنجا ملک الموت نگنجد ہرگز

راقم عرض پرداز ہے۔ کہ شائد "اللہ یتوفی الانفس حین موتھا وقل یتوفکم ملک الموت" کا اشارہ اسی طرف ہو۔ واللہ اعلم۔ نیز فرماتے تھے کہ درویشوں کی معاش وُہ ہونی چاہیئے۔ جو شیخ ابن یمین کبروی رحمتہ اللہ علیہ نے نظم میں بیان فرمائی ہے۔ نظم

نانِ جویں و خرقۂ پشمیں و آب شور | سیپارۂ کلام و حدیث پیمبری
ہم نسخہ دو چار ز علمے کہ نافع است | در دیں نہ لغو بو علی و ژاژ عنصری
تاریک کلبۂ کہ پئے روشنی آں | بیہودہ منتے نبرد شمع خاوری
بایک دو آشنا کہ نیرزد بہ نیم جو | در پیشِ چشم ہمت شاں ملک سنجری
ایں آں سعادتیست کہ حسرت برد براں | جو پائے تخت قیصر ملک سکندری

نیز اجمالی شعر پڑھا کرتے تھے۔ رباعی

لنگگلے زیر لنگلے بالا | نے غمِ درو نے غمِ کالا
کوک بوریا و پوستگی | دلکے پر ز درد و بستگی
اینقدر بس بود جمالے را | عاشق رند لا اُبالے را

راقم عرض پرداز ہے۔ کہ حافظ رحمتہ اللہ علیہ کے اشعار بھی حسب حال ہیں۔ ے

دو یار زیرک و از بادہ کہن دومنی | فراغتے و کتابے و گوشۂ چمنے
من ایں مقام بدنیا و آخرت ندہم | اگرچہ در پیم افتند ہر دم انجمنے
کہ ہر کہ کنج قناعت بگنج دنیا داد | فروخت یوسف مصری بکمتریں ثمنے

نیز فرماتے تھے۔ کہ نورانی عقل وُہ ہے جو بلاواسطہ مقصود پر دلالت کرے۔ اور ظلمانی وُہ ہے جو مرشد کی ہدایت کے چراغ سے راہ پر لائے۔ فرماتے تھے کہ طالب کو ایک لمحہ بھی یاد مطلوب سے غافل نہیں ہونا چاہیئے:۔ ے

ایں شربت عاشقی است خسرو | بے خون جگر چشید نتواں

نیز فرماتے تھے۔ کہ دنیا کی محبت تمام گناہوں کا سر ہے۔ اور گناہوں کی جڑ کفر ہے۔ فرماتے تھے کہ عین زوال اس بات کا نام ہے۔ کہ سالک 'انا' نہ کہہ سکے۔ جیسا کہ خواجہ احرار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ انا الحق کہنا آسان ہے۔ لیکن انا کو زائل کرنا مشکل ہے۔ حکیم سنائی کے اس شعر

رُباعی

ہر لطافت کہ نہاں بود پس پردۂ غیب ہمہ در صورتِ خوب تو عیاں ساختہ اند

ہرچہ بر صفحہ اندیشہ کشد کلکِ خیال شکل مطبوع تو زیبا تر ازاں ساختہ اند

نیز فرماتے تھے۔ اگر کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اویسی ہونا چاہے تو عشار کی نماز کے بعد خیال میں آنحضرت صلعم کے دست مبارک اپنے ہاتھ میں لیکر یہ کہے "یا رسول اللہ بایعتك علی خمس شہادۃ ان لا الٰہ الا اللہ واقام الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ وصوم رمضان وحج البیت ان استطعت الیہ سبیلا" اے رسُول خدا میں نے آپ کی بیعت پانچ چیزوں کی گواہی سے کی وُہ یہ کہ اللہ تعالٰے کے سوا کوئی معبُود نہیں۔ نماز کا قایم رکھنا۔ ماہ رمضان کے روزے رکھنا۔ زکوٰۃ دینا اور حج بشرطیکہ اس کی طاقت ہو۔ چند رات کا یہی عمل کرے۔ اگر کسی بزرگ کا اویسی ہونا چاہے تو خلوت میں بیٹھ کر دوگانہ پڑھ کر اس بزرگ کی روح کو بخشے اور اس کی روح کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھے۔ فرماتے تھے کہ اللہ تعالٰے نے مجھے ایسا ادراک عطا فرمایا ہے۔ کہ میرا بدن قلب کا حکم رکھتا ہے۔ چاروں طرف سے جو شخص آتے ہیں۔ میں ان کی نسبت معلوم کر لیتا ہوں۔ نیز فرماتے ہیں کہ تین کتابیں بے نظیر ہیں۔ قرآن شریف۔ صحیح بخاری۔ اور مثنوی مولوی روم۔ فرماتے ہیں کہ اولیا تین قسم کے ہیں۔ صاحب کشف۔ صاحب ادراک۔ اور صاحب جہل۔ فرماتے تھے کہ حضرت مجدد صاحب کے سے کمالات کسی نے شاید ہی حاصل کئے ہوں۔ اگر تمام اولیار وجودیہ کو توجہ دیں تو شاہراہ شہود پر لاتے ہیں۔ فرماتے تھے کہ سعدی شیرازی علیہ الرحمتہ سہروردی طریقہ میں نہایت سمجھدار آدمی ہو گذرے ہیں۔ انہوں نے دو ہی باتوں میں تصوّف کو ختم کر دیا ہے۔ ؎

مرا پیر دانائے مرشد شہاب دو انداز فرمود ہر روئے آب

یکے آنکہ بر خویش خود بیں مباش دگر آنکہ بر غیر بد بیں مباش

نیز فرماتے تھے کہ جو شخص ہم سے ملاقات رکھتا ہے۔ اسے ہم سا لباس پہننا چاہیئے۔ اور ہم سے اطوار اختیار کرنے چاہئیں:۔ رُباعی

یا مرو با یار ارزق پیرہن یا بکش بر خانماں انگشت نیل

یا مکن با پیلباناں دوستی یا بنا کن خانۂ در خورِ پیل

فرماتے تھے کہ بعض مومنوں کی روحیں ملک الموت قبض کرتا ہے۔ لیکن اخص خواص کی ارواح سے فرشتے کو بھی کوئی تعلق نہیں:۔ ؎

تک اپنی شکل شریف پر تھے۔ لیکن بعد میں سید میر کلال رحمتہ اللہ علیہ کی شکل اختیار فرمائی۔ ایک روز میں عشا سے پہلے سو گیا۔ تو آنحضرت صلعم نے مجھے اس بات سے منع فرمایا۔ ایک مرتبہ میں نے آنحضرت صلعم سے خواب میں پوچھا۔ کہ کیا "من رانی فقد رای الحق" جس نے مجھے دیکھا اس نے خدا کو دیکھا۔ آپ ہی نے فرمایا ہے۔ فرمایا ہاں۔ میں ہمیشہ تسبیح و تحمید پڑھ کر آنحضرت صلعم کی روح کو بخشا کرتا تھا۔ ایک دفعہ مجھ سے ترک ہو گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ آنحضرت صلعم اسی شکل میں جو ترمذی میں بیان کی گئی ہے تشریف فرما ہو کر شکایت کرتے ہیں۔ ایک مرتبہ دوزخ کی آگ کا ڈر مجھ پر غالب آیا۔ تو آنحضرت صلعم تشریف لاکر فرماتے ہیں۔ کہ جو شخص ہم سے محبت رکھتا ہے وُہ دوزخ میں نہیں جائیگا۔ ایک مرتبہ آنحضرت صلعم کو فرماتے ہوئے سُنا۔ کہ تیرا نام عبداللہ اور عبدالمہیمن ہے۔ ایک مرتبہ دیکھا کہ میرے چہرے کا دو اُنگل گوشت حضرت سلطان المشائخ کے چہرہ مبارک کا سا ہو گیا ہے۔ جو بدنما نہیں معلوم ہوتا ہے۔ ایک مرتبہ مَیں نے دیکھا۔ کہ کوئی شخص حضرت مذکور کا پیراہن لایا اور کہا کہ وُہ تیرے پیر ہیں۔ مَیں نے کہا میرے پیر تو مرزا جانجاناں رحمتہ اللہ علیہ ہیں۔ چند مرتبہ یہی کہے گیا۔ آخر کہا کہ سُلطان المشائخ تیرے پیر صحبت ہیں۔ ایک مرتبہ حضرت مجدد صاحب تشریف لاکر میرے پیراہن میں داخل ہوئے۔ ایک روز دیکھا کہ ایک بزرگ آکر میرے پاس بیٹھے۔ مَیں نے نام پوچھا۔ فرمایا بہاؤ الدین۔ ایک مرتبہ ایک شخص نے خلعت لاکر فرمایا کہ یہ خلعت غوث الاعظم نے آپ کو عنایت فرمائی ہے۔ مولانا خالد نے عرض کی۔ کہ خلعت قطبیت ہو گی۔ آپ نے فرمایا مَیں نے تواضع کے سبب اس مقام کا نام نہیں لیا۔ ایک روز حضرت خواجہ باقی باللہ کے مزار پر جا کر توجہ کیلئے عرض کی۔ آپ نے مزار سے نکلکر توجہ فرمائی۔ دوپہر کا وقت تھا مَیں جلدی اُٹھ کھڑا ہُوا۔ دل میں حسرت ہی ہے کہ کیوں جلدی اُٹھ کھڑا ہُوا۔ اس توجہ کی کیفیت بیان نہیں ہو سکتی۔ ایک روز حضرت خواجہ قطب الدین کے مزار پر جا کر کہا "شیئ للہ شیئ للہ" کیا دیکھتا ہوں کہ ایک حوض لبالب پانی سے بھرا ہے۔ اور اس میں سے پانی بہ رہا ہے۔ القا ہُوا کہ تیرا سینہ نسبت مجددیہ سے لبریز ہے۔ اس میں کسی اور کی گنجائش نہیں۔ ایک روز سُلطان المشائخ کے مزار پر جا کر توجہ کے لئے عرض کی۔ تو فرمایا کہ کمالات احمدی تجھے حاصل ہیں۔ مَیں نے عرض کی۔ کہ اپنی نسبت بھی عطا فرمائیں۔ تو توجہ فرمائی۔ آپ کا چہرہ میرے چہرے کی طرح ہو گیا۔ اور میرا چہرہ آپکے چہرے کی طرح ہو گیا۔ اس سے مَیں بڑا محظوظ ہُوا۔ ایک بار حضرت خواجہ محمد زبیر رحمتہ اللہ علیہ کے عرس پر حاضر ہُوا۔ تو تشریف لاکر فرمایا کہ عبادت بکثرت کرو۔ اس راہ میں عبادت کرنی چاہیئے۔

کے معنی یوں فرماتے ہیں،۔ ؎

ہر چہ از دوست وامانی چہ کفراں حرف چہ ایماں
ہر چہ از یار دور افتی چہ زشت آں نقش چہ زیبا

سالک ابتدائے قلب میں نفلوں سے رہ جاتا ہے۔ اور صرف فرائض اور سنن موکدہ پر اکتفا کرتا ہے۔ نیز فرماتے تھے کہ طریقہ مجددیہ میں فیض کے چار دریا ہیں۔ نسبت نقشبندی۔ قادری۔ چشتی اور سہروردی۔ لیکن پہلی نسبت غالب ہے۔ نیز فرماتے تھے۔ کہ طریقت کا کفر یہ ہے کہ امتیاز اُٹھ جائے اور ذات حق کے سوائے کوئی چیز نظر نہ آئے۔ منصور حلاج فرماتے ہیں:۔ ؎

کفرت بدین اللہ والکفر واجب
لدی وعند المسلمین قبیح

، دین خدا میں مَیں نے کفر کیا۔ جو میرے نزدیک واجب ہے۔ لیکن مسلمانوں کے نزدیک بُرا ہے،۔ نیز فرماتے تھے کہ جو مخدوم ہونا چاہے وُہ مرشد کی خدمت کرے۔ مصرعہ

ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد

نیز فرماتے تھے۔ کہ اب تو مَیں کمزور ہو گیا ہوں۔ پہلے شاہجہان آباد کی جامع مسجد کا کڑوا پانی پی کر دس سیپارے کلام مجید پڑھا کرتا تھا۔ اور دس ہزار مرتبہ نفی و اثبات کیا کرتا تھا باطنی نسبت اس درجہ قوی تھی کہ تمام مسجد نور سے پُر ہو جاتی تھی۔ اسی طرح جس گلی سے گذرتا تھا وہاں بھی نور ہی نور ہو جاتا تھا۔ اگر کسی بزرگ کی قبر پر جاتا تو اس کی نسبت پست ہو جاتی مَیں اپنے تئیں پست کرتا۔ اور اس بزرگ کی تواضع کرتا۔ آپ فرماتے تھے:۔ ؎

زناتوانی خود اینقدر خبر دارم ‌ ‌ ‌ کہ از رخش نتوانم کہ دیدہ بردارم

فصل در مکاشفات و الہامات حضرت ایشاں قدس اللہ سرہ

آپ فرماتے ہیں۔ کہ ایک روز آنحضرت صلعم کے فراق کی بیتابی میں مَیں نے سر پر خاک ڈالی۔ اس فعل سے جو شرع میں منع ہے کدورت پیدا ہوئی۔ میر روح اللہ کو جو کہ حضرت شہید کے مخلص تھے۔ مَیں نے خواب میں دیکھا جو فرماتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلعم آپ کے منتظر بیٹھے ہیں۔ مَیں بڑے شوق سے حاضر خدمت ہوا۔ آنحضرت نے معانقہ فرمایا۔ گلے ملتے

دلوں کو ذاکر بنایا۔ اور سینکڑوں کو جذبات اور واردات آلہیہ تک پہنچایا۔ اور بہت سے مقامات اور حالات عالیہ تک پہنچے۔ پوشیدہ باتوں میں تصرف غیب کی خبریں اصل کے مطابق جو الہام آلہی سے ہوتیں۔ اور مشکلات اور حاجات کے لئے دعا کرنا۔ آپ سے بہت کچھ وقوع میں آیا۔ اور لوگوں کے اکثر کام آپ کی دعائے مستجاب سے پورے ہوئے۔ اور بہت سی مشکلات حل ہوئیں۔ بارہا آپ کے فرمان کے مطابق ہی نکلتا:۔ ؎

مطلق آں آواز خود از شہ بود　　　گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

آپ کا کرامت نظام کلام سراسر الہام خوارق اولیا اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزوں کا پرتو ہے۔ بہت سے آدمیوں نے آپ کو خواب میں دیکھ کر طریقہ اخذ کیا۔ اور شرفیاب حضور ہو کر مقامات عالیہ پر پہنچے۔ اور اپنے وطنوں کو واپس چلے گئے۔ باوجود طالبوں کی کثرت کے ہر ایک کو توجہ فرماتے۔ اور بذریعہ توجہ ایک مقام سے دوسرے مقام پر لیجاتے۔ اور ایک حال سے دوسرے حال میں پہنچا دیتے۔ اور توجہ سے سالوں کا کام دلوں میں کرتے۔ بہت سے زانی اور بدکار آپ کی توجہ سے تائب ہو کر راہ راست پر آگئے۔ اور بعض کافر آپ کی ادنیٰ توجہ سے مشرف بہ اسلام ہوئے +

کرامت:۔ ایک روز ایک برہمن لڑکا مجلس شریف میں آیا۔ جو نہائت حسین اور خوبصورت تھا۔ تمام اہل محفل اس کی طرف دیکھنے لگے۔ آپ کی بھی نظر عنائیت ادھر ہوئی۔ تو فوراً جنیو توڑ خلعت ایمان پہنی۔ اور اپنے قد کو کلمہ شہادت کے زیور سے آراستہ کیا۔ اور حسن کو نور اسلام سے جلا دیکر اُٹھ کھڑا ہوا:۔ ؎

بنشیں بگدایان در دوست کہ ہر کس
بنشست بایں طائفہ شاہی شد و برخاست

کرامت:۔ مولوی کرامت اللہ جو آپ کے ایک خادم تھے۔ ایک روز پہلو کے درد میں مبتلا تھے۔ آپ نے دست مبارک اس مقام پر رکھا۔ اور دعا کی تو فی الفور درد رفع ہو گئی +

کرامت:۔ ایک مرتبہ چلتی کشتی پر توجہ فرمائی تو کھڑی ہو گئی +

کرامت:۔ میاں احمد یار جو آپ کے بڑے خلفاء سے تھے۔ بیان کرتے ہیں کہ میں تجارت کیلئے جا رہا تھا۔ اثنائے راہ میں جنگل میں دیکھا کہ آپ تشریف لا کر میری بہلی کے قریب

تاکہ تصرف کا دروازہ کھلے۔ مَیں نے عرض کی کہ آپ کا مرتبہ کس طرح حاصل ہو سکتا ہے۔ فرمایا کثرت عبادت سے۔ ایک مرتبہ میرا مکان معطر ہو گیا۔ اُوپر کی طرف نگاہ کی تو کیا دیکھتا ہوں کہ میرے سر پر رُوح معطر و منور جلوہ نما ہے۔ اور اس کے گردو نواح میں آفتاب کی سی شعاعیں ہیں۔ میں حیران رہ گیا۔ کہ یہ کون ہے۔ پھر خیال آیا کہ شائد سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم یا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی رُوح پاک ہو گی۔ ایک روز اہل خانقاہ میں لفظی نزاع ہوئی۔ تو حضرت مجدّد رحمۃ اللہ علیہ نے آکر فرمایا کہ جو شخص نزاع کرے اُسے خانقاہ سے نکال دو۔ ایک مرتبہ سیدۃ النساء رضی اللہ عنہا میرے مکان میں آکر فرماتی ہیں۔ کہ مَیں تیری خاطر زندہ ہو کر آئی ہوں۔ ایک روز میں نے مشتبہ کھانا کھایا تھا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت شہید قے کر رہے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ ہر جگہ کا کھانا نہیں کھانا چاہیئے۔ ایک مرتبہ مجھے الہام ہُوا کہ قیومیّت کا منصب تجھے عطا کیا گیا ہے۔ ایک روز الہام ہُوا کہ تجھ سے نیا طریقہ جاری ہو گا۔ ایک روز مکان کی فراخی کے لئے عرض کی۔ الہام ہُوا کہ تیرے اہل و عیال تو نہیں تجھے کیا ضرورت ہے۔ ایک روز ہمسائے کا مکان طلب کیا۔ تو الہام ہُوا۔ کہ ہمسائے کو کیوں تکلیف دیتے ہو۔ اور اسے کیوں باہر نکالتے ہو۔ ایک روز حرمین الشریفین کی زیارت کا ارادہ کر کے نیم قدم اُٹھا۔ تو الہام ہُوا۔ کہ تجھے یہیں رہنا بہتر ہے۔ ایک روز مَیں نے کہا۔ یا شیخ عبد القادر شیئاً للہ۔ الہام ہُوا کہ کہو یا ارحم الراحمین شیئاً للہ۔ ایک روز الہام ہُوا کہ حضرت سلطان المشائخ نے تو اپنے خلفاء دکن بھیجے ہیں۔ تم کابل اور بخارا بھیجو۔ کلام ربّانی جو صوت و لحن سے مبرّا ہے تین مرتبہ مَیں نے سُنی۔ ایک بار مدرسہ میں۔ اور دو مرتبہ مکان رہائش میں۔ جہاں اب رہتا ہوں۔ یعنی خانقاہ۔ ایک رات مَیں نے کہا یا رسُول اللہ۔ آواز آئی لبیک۔ حاضر ہوں۔ اور میرا نام عبد صالح پُکارا۔

فصل در بعضے کرامات حضرت ایشاں

سالکانِ راہِ آلہی اور طالبانِ فیض نامتناہی پر مخفی و پوشیدہ نہیں۔ کہ کوئی خرق عادات اور کرامت محبت آلہی اور سید انبیاء علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسّلام کی پیروی کے برابر ہیں۔ اور یہ دونو امر آپ کے وجود میں بدرجہ کمال پائے جاتے تھے۔ اور سب سے بڑھ کر خرق عادت اور کرامت تو یہ ہے کہ طالبوں کے بواطن میں تصرف کیا جائے۔ اور فیض و برکات آلہی کا القاء کیا جائے۔ یہ کام آپ سے اسقدر ظہور میں آئے۔ کہ جن کے لکھنے کو دفتر چاہئیں۔ ہزاروں ارادتمندوں کے

کرامت:۔ خانقاہ کے قریب ایک رافضی کا مکان تھا۔ اور آپ کو خانقاہ کی تنگی کی وجہ سے وُہ مکان چاہیئے تھا۔ مالک مکان سے خواہش کی تو اُس نے انکار کیا۔ آخر حکیم شریف خان کے ہاتھ جو رئیس دہلی تھا۔ کہلا بھیجا کہ اگر تجھے بیچنے سے عار آتی ہے تو ہم مخفی طور پر قیمت بھیجتے ہیں۔ تم بطریق نذر گزار دینا۔ آخر اُس نابکار نے جو اہل اللہ کا دشمن تھا۔ حکیم صاحب کی بات بھی نہ مانی۔ بلکہ آپ کی شان میں بیہودہ بکواس کی۔ جیسا کہ بزرگوں کے حق میں بُرا بھلا کہنا اس فرقے کی عادت ہے۔ حکیم صاحب نے آکر سارا حال عرض کر دیا۔ آپ نے آسمان کی طرف رُخ کر کے عرض کی کہ صاحب آپ نے اس کا کلام سُن لیا۔ اب جب تک وُہ خود نہ آکر التجا کریگا میں مکان نہ لونگا تقدیر آلہی سے اس کے خاندان میں موت آئی۔ جب صرف ایک بچّہ رہ گیا۔ اور وُہ بھی بیمار ہوُا تو اُسے معلوم ہوُا کہ یہ ہمارے فعل کی سزا ہے۔ تو بچّے کو معہ مکان حاضر خدمت کیا۔

کرامت:۔ حکیم رکن الدین خان کو بادشاہ کی واردات کا منصب عطا ہوُا۔ تو آپ نے ایک عزیز کی سفارش کے لئے حکیم کو کہا۔ جس پر اس نے چنداں توجہ نہ کی۔ جس سے آپ ناراض ہوئے۔ چند روز کے بعد حکیم معزول ہو گیا۔ اور پھر کبھی اس منصب پر سرفراز نہ ہوُا۔

کرامت:۔ شاہ نظام الدین صوبہ دہلی سے ناراض ہوُئے تو وُہ معزول ہو گیا۔

کرامت:۔ ایک مرتبہ آپ کے چند خلفاء دُور دراز فاصلے سے حاضر خدمت ہوُئے۔ اثنائے راہ میں کہا۔ کہ آپ کا معمول ہے کہ قدمبوسی کے وقت تبرّک عنائیت فرمایا کرتے ہیں۔ ایک نے کہا مجھے اس مرتبہ مُصلّے کی آرزو ہے۔ دُوسرے نے کہا میں ٹوپی چاہتا ہوں تیسرے نے کسی اور چیز کا نام لیا۔ جب حاضر خدمت ہوُئے تو ہر ایک کو اس کی تمنا کے مطابق چیز عنائیت ہوئی۔ ایسے واقعات اکثر آپ سے ظہور میں آئے۔

کرامت:۔ ایک روز حکیم نامدار خاں کی بیمار پرسی کے لئے آئے۔ جو حالت نزع میں تھا۔ اور آنکھیں بند کئے بیہوش پڑا تھا۔ اس کے اقربا نے آپ سے سلب مرض کے لئے عرض کی تو آپ نے لمحہ بھر توجہ فرمائی۔ جس سے فی الفور اسے ہوش آیا۔ آنکھیں کھول آپ سے بہت سی باتیں کیں۔ جب آپ نے گھر سے قدم باہر رکھا تو اُسی وقت جان دیدی۔

کرامت:۔ ایک شخص بخارا سے کابل ہو کر ہندوستان آرہا تھا۔ دریائے اٹک عبور کرتے وقت اُس کا اُونٹ معہ اسباب دریا میں غرق ہوُا۔ اس نے منت مانی کہ ایک روٹی آپ کی نیاز دونگا اگر میرا اُونٹ معہ اسباب نکل آئے۔ اللہ تعالےٰ کے حکم سے وُہ صحیح سلامت دریا سے نکلا۔ حاضر خدمت

کھڑے ہو گئے ہیں اور فرماتے ہیں کہ بہلی کو تیز کرو اور دوڑاؤ۔ اور اس قافلے سے جُدا ہو جاؤ کیونکہ لُٹیرے اس قافلے کو لُوٹینگے۔ یہ فرما کر غائب ہو گئے۔ مَیں بہلی دوڑا قافلے سے جُدا ہو گیا۔ قضائے آلٰہی سے لُٹیروں نے سارا قافلہ لُوٹا۔ اور مَیں مع الخیر منزل پر پہنچا +

کرامت:۔ میاں زلف شاہ جو آپ کے ایک مخلص ہیں۔ فرماتے ہیں کہ اوائل حال میں جبکہ مَیں آپ کی خدمت میں آرہا تھا۔ تو جنگل میں راہ بھُول گیا۔ اتفاقاً ایک بزرگ نے ظاہر ہو کر مجھے سیدھی راہ دکھلائی۔ مَیں نے پوچھا آپ کون ہیں۔ فرمایا جس کے پاس بیعت کے لئے جا رہے ہو۔ مجھے دو دفعہ یہ واقعہ پیش آیا +

کرامت:۔ میاں احمد یار نقل کرتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ مَیں آپ کے ہمراہ ایک نیک عورت کے گھر جو آپ کی مرید تھی ماتم پُرسی کے لئے گیا۔ جس کی بڑی لڑکی فوت ہو گئی تھی آپ نے اُسے فرمایا۔ کہ اللہ تعالٰے تجھے نعم البدل فرزند عنائت کریگا۔ اس بُڈھی عورت نے گُستاخانہ عرض کی۔ کہ اب تو مَیں بُڈھی ہو گئی ہوں۔ اور میرا شوہر بھی بوڑھا ہو گیا ہے۔ اب ظاہر میں تو خلاف عقل ہے کہ ہمارے ہاں اولاد پیدا ہو۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ قادر ہے پھر ہم دو نو اس مکان سے نکلکر پاس ہی کی مسجد میں آئے۔ آپ نے وضو کر کے دو رکعت نماز ادا کی۔ اور اس عورت کے ہاں لڑکا پیدا ہونے کے لئے دُعا کی۔ بعد ازاں مجھے فرمایا کہ جو دُعا کی گئی تھی وُہ قبُول ہو گئی ہے۔ انشاء اللہ تعالٰے فرزند پیدا ہو گا۔ چنانچہ آپ کے فرمانے کے مُطابق لڑکا ہُوا۔ جو بعد میں عمر رسیدہ ہُوا +

کرامت:۔ ایک عورت نے آکر شفائے بیمار کے لئے عرض کی۔ اُسے اپنے دستر خوان سے تبرک عطا فرمایا۔ جو نان اور کباب تھا۔ جب گھر پہنچی تو کیا دیکھتی ہے کہ وُہ کباب جلوا بنگیا ہے۔ معلوم ہُوا کہ بیمار کی اجل آپہنچی۔ چنانچہ وَیسا ہی ہُوا +

کرامت:۔ میر اکبر علی صاحبؒ جو آپ کے مخلص نیازمندوں سے تھے۔ اپنی ایک قریبی عورت کی بیماری کے بارے میں توجہ کے لئے عرض کی۔ چونکہ بار بار عرض کی۔ فرمایا۔ کہ اکبر علی! اس کی زندگی پندرہ روز سے زیادہ معلوم نہیں ہوتی۔ چنانچہ پندرھویں روز وُہ فوت ہو گئی۔ لیکن بیماری کے دنوں میں میر صاحب اس کی طرف توجہ کرتے رہے۔ جب اسکے جنازے پر آپ تشریف لائے۔ تو فرمایا۔ کہ شائد تم اس پر توجہ کرتے رہے ہو۔ تبھی اس میں برکات معلوم ہوتی ہیں +

دُونگا۔ جونہی میری طرف توجہ فرمائی مَیں بیہوش ہو گیا۔ گویا میرا دل سینے سے باہر نکل گیا ہے۔
مدت بعد ہوش میں آیا۔ تو آپ حلقہ سے فارغ ہو چکے تھے۔ اور میں دھوپ میں تھا۔ اس وقت
آپ کے خاص اصحاب شاہ ابو سعید صاحب جیسے حاضرِ خدمت تھے۔ میں شرمندہ ہُوا۔
فرمایا کیا ہُوا تھا۔ عرض کی نیند نے غلبہ کیا تھا۔ یہ سُنکر مُسکرا دیئے۔

فصل در ذکرِ وفات حضرت ایشاں

آپ کو ہمیشہ شہادت کی آرزو تھی۔ لیکن فرماتے تھے کہ حضرت پیر و مرشد قدس اللہ سرہٗ کی شہادت
کے باعث کس قدر تکلیف لوگوں کو پہنچی۔ تین سال تک قحط پڑا رہا جس سے ہزاروں جانیں تلف
ہوئیں۔ اور قتل و قتال جو لوگوں میں واقع ہُوا وہ تحریر سے افزوں ہے۔ اسی باعث مَیں اپنی
شہادت سے ڈرتا ہوں۔

راقم عرض پرداز ہے کہ حدیث میں وارد ہے۔ "لَزَوَالُ الدُّنْيَا اَهْوَنُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ قَتْلِ
نَفْسٍ مُّؤْمِنٍ اَوْ كَمَا قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" اللہ تعالیٰ کے نزدیک کسی مومن کے قتل
کے سبب دُنیا کو تباہ کرنا آسان ہے۔ امیر المومنین عثمان بن عفّان کے قتل کے سبب کئی
سال تک بنی اُمیہ اور بنی ہاشم میں لڑائی بھڑائی ہوتی رہی۔ اور جمل۔ صفین۔ حرہ اور کربلا کی لڑائیاں
ہوئیں۔

آپ پر آخری عمر میں بواسیر اور خارش کی بیماری غالب آئی۔ اس وقت میرے والد لکھنؤ
میں تھے۔ تھوڑے عرصے میں بہت خط بھیجے۔ منظور یہی تھا کہ میرے بعد میری جگہ وہی ہوں
انشاء اللہ ایک دو مکتوب اپنے والد علیہ الرحمۃ کے ذکر میں نقل کرونگا۔ غرض میرے والد
حیران ہو کر اہل و عیال لکھنو چھوڑ حاضرِ خدمت ہُوئے۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ میری آرزو تو یہ
تھی کہ آپ سے ملاقات کے وقت بہت روؤں۔ لیکن اب وقت ایسا آگیا ہے کہ رونے کی
طاقت نہیں رہی۔ یہ کہہ کر بہت سی عنایات فرمائیں۔

آپ کی عادت یہ تھی کہ مشکوک مرض کے وقت وصیت نامہ تحریر فرماتے۔ اور زبانی بھی تاکید
کرتے۔ کہ دوام ذکر اور نسبت میں مشغول رہنا۔ اور اخلاق حسنہ سے آپس میں رہنا سہنا۔ جو خدا کرے
اس پر راضی رہنا۔ ایک دُوسرے سے بھائیوں کی طرح اتفاق سے رہنا۔ فقر و فاقہ۔ رضا و
تسلیم اور توکل سے بافراغت رہنا۔ "وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا"

ہو کر یہ واقعہ عرض کیا۔ تو فرمایا کیا تو نے نیاز دی۔ عرض کی دی ٭

کرامت:۔ میاں احمدیار کے چچا کو روپوں کے عوض بادشاہ نے قید کر رکھا تھا۔ میاں احمدیار روتے ہوئے آپ کی خدمت میں آئے۔ آپ نے فرمایا تم چند آدمی جا کر قلعے سے اسے رہا کر کے لے آؤ۔ میاں نے عرض کی کہ دروازے پر چوکی اور سپاہیوں کی پلٹن ہے۔ ان کی چوکیداری میں ہم کس طرح لا سکتے ہیں۔ فرمایا تمہیں اس سے کیا واسطہ۔ تم میرے کہنے پر جاؤ۔ جب وُہ گئے تو کسی نے آپ کو نہ دیکھا کہ کون ہیں اور کہاں جا رہے ہیں۔ آخر قید سے چھڑا لائے۔ اور کسی نے بھی نہ روکا نہ ٹوکا ٭

کرامت:۔ مولوی فضل امام کا لڑکا بہت بیمار تھا۔ خواب میں دیکھا کہ آپ نے آکر کچھ پلایا ہے۔ صبح کو اُسے شفا حاصل ہو گئی۔ آپ کی خدمت میں روپیہ بطور نذر لائے گئے۔ فرمایا یہ ہماری رات کی عنایت کا شکرانہ ہے ٭

کرامت:۔ ایک شخص نے آکر عرض کی۔ کہ میرا لڑکا دو مہینے سے گم ہے۔ اس کے آنے کے لئے توجہ فرمائیں۔ فرمایا کہ تیرا لڑکا گھر میں ہے۔ وُہ حیران رہ گیا کہ ابھی تو میں گھر سے آرہا ہوں۔ آپ نے فرمایا گھر میں ہے۔ آخر جا کر دیکھا تو گھر میں موجود پایا ٭

کرامت:۔ ایک عورت نے عرض کی کہ میرا لڑکا سپاہی تھا۔ نوکری چھوڑ۔ لباس دُور کر لنگوٹی باندھ دین و شریعت سے پھر ملنگ ہو کر بھنگ پیتا ہے۔ فرمایا بیٹھ۔ بیٹھی تو توجہ فرمائی جس سے اس کے سارے لطیفے جاری ہو گئے۔ پھر اس کے لڑکے کی طرف توجہ کی تو ملامتی فرقے کو چھوڑ راہ راست پر آگیا ٭

کرامت:۔ غریب اللہ سقہ جو آپ کی فیض پایہ دیوار کے سائے میں رہتا تھا۔ ایک روز شدت مرض سے حالت نزع کو پہنچا۔ رات کے آخری حصہ میں اس کے اقربا آپ کو اسکے پاس لے گئے۔ آپ نے توجہ فرمائی تو اُسے کامل صحت عطا ہوئی ٭

کرامت:۔ مولوی کرامت اللہ صاحب فرماتے ہیں۔ کہ جن دنوں میں حاضر خدمت رہا کرتا۔ تو عجیب و غریب باتیں دیکھتا۔ ایک دفعہ فجر کی نماز کے بعد مراقبہ اور ذکر کے وقت میں کتاب بغل میں لے پڑھنے کے لئے روانہ ہوا۔ آپ نے ناراض ہو کر فرمایا۔ بیٹھ اور ذکر الٰہی میں مشغول ہو میں چونکہ بہت گستاخ تھا۔ عرض کی۔ میں تو اس واسطے حاضر خدمت ہوا تھا کہ بے محنت کچھ مل جائے۔ نہیں تو محنت کرنے سے تو ہر جگہ مل جاتا ہے۔ فرمایا بحق بہاؤ الدین میں تجھے بے محنت

فصل در ذکر بعض خلفائے حضرت ایشان

جامع کمالات رب حمید۔ حافظ الشرع والقرآن المجید مرشدنا و مولانا حضرت شاہ ابوسعید بن حضرت صفی القدر بن حضرت عزیز القدر بن حضرت محمد عیسیٰ بن حضرت سیف الدین بن حضرت خواجہ محمد معصوم بن حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہم کی ولادت شریف دوسری ذیقعدہ ۱۱۹۶ھ کو مصطفےٰ آباد عرف رامپور میں ہوئی۔ آپ کا حال شریف ابتدائے عمر سے صلاح ماثورہ پر رہا ہے +

آپ فرماتے ہیں۔ کہ اوائل عمر میں ایک رشتہ دار میاں ضیاء النبی کے ہمراہ لکھنؤ میں جانے کا اتفاق ہوا۔ ہم ایک مکان میں اُترے جہاں سے مسجد آتے جاتے وقت رستے میں ایک درویش ننگا رہتا تھا۔ لیکن مجھے دیکھ کر ستر ڈھانپ لیتا۔ کسی نے پوچھا کہ تو انہیں دیکھ کر ستر کیوں ڈھانپ لیتا ہے۔ جواب دیا۔ کہ انہیں ایسا منصب عطا ہوگا۔ کہ تمام اقارب کے مرجع بنیں گے۔ واقعی ایسا ہی ہوا جیسا اُس نے کہا۔ دس سال کی عمر میں تقریباً سارا قرآن شریف حفظ کر لیا۔ پھر قاری نسیم علیہ الرحمتہ سے تجوید حاصل کی۔ اور قرآن خوانی میں ترتیل کی خوبی سے قاریوں کی رونق بڑھائی۔ جو شخص آپ سے قرآن شریف سنتا۔ محو ہو جاتا +

آپ فرماتے ہیں۔ کہ مجھے اپنی خوش خوانی پر اتنا اعتبار نہ تھا۔ جب تک میں نے حرم محترم میں ایک عرب کی زبانی اپنی تعریف نہ سُن لی۔ کیونکہ عجمی کی تحسین پر اتنا اعتبار نہیں ہو سکتا۔ الغرض قرآن شریف حفظ کر کے علوم نقلیہ و عقلیہ سے بھی حصہ حاصل کیا۔ اکثر درسی کتابیں مفتی شرف الدین سے اور کچھ شاہ ولی اللہ محدث کے فرزند حضرت مولانا رفیع الدین محدث سے پڑھیں۔ قاضی شرح سلم آپ سے پڑھی۔ اور صحیح مسلم مولانا مذکور سے۔ اور اپنے مرشد یعنی حضرت ایشاں اور اپنے خالو حضرت سراج احمد بن حضرت محمد مرشد اور حضرت شاہ عبدالعزیز سے حدیث کی سند حاصل کی۔ تحصیل علم ہی کے وقت خدا طلبی کا ارادہ پیدا ہوا۔ پہلے اپنے والد ماجد کے مرید بنے۔ وُہ اپنے آبائی طریقے پر قائم تھے۔ اور اسقدر تارک الدنیا تھے۔ کہ نواب نصراللہ خاں نے بخشیگری کا عہدہ دینا چاہا۔ لیکن آپ نے منظور نہ فرمایا۔ ہمیشہ اشغال اور اوراد میں مصروف رہے۔ اور علم حدیث سے ذوق حاصل کرتے رہے۔ بدکار لوگوں سے سخت متنفر تھے۔ آپکی وفات سوموار کے روز پچیسویں[۲۵] شعبان ۱۲۳۶ھ کو لکھنؤ میں ہوئی۔ آپ کی تاریخ وفات

نیز فرماتے تھے۔ کہ میرا جنازہ آثار شریف نبویہ میں جو جامع مسجد میں رکھے ہیں لے جائیں اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے شفاعت کیلئے عرض کریں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ کہ نماز جنازہ جامع مسجد میں پڑھ کر آثار شریفہ میں لے گئے۔ اور جو تبرکات آپ کے پاس تھے ان کی بابت فرمایا۔ کہ چھوٹے گنبد میں قبر کے سرہانے رکھنا۔

فرمایا کرتے تھے۔ کہ حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمارے جنازے کے آگے آگے فاتحہ پڑھنا۔ اور کلمہ طیب یا آیات قرآنی پڑھنا بے ادبی ہے۔ صرف یہ دو بیت پڑھنا:۔ ؎

شیئاً للہ از جمالِ روئے تو | مفلسانیم آمدہ در کوئے تو
آفریں بر دست و بر پہلوئے تو | دست بکشا جانب زنبیلِ ما

میں بھی کہتا ہوں کہ میرے جنازے کے ساتھ بھی یہی شعر پڑھنا اور نیز یہ دو شعر عربی بھی نہایت خوش آوازی سے پڑھنا:۔ ؎

من الحسنات والقلب السلیم | وفدت علی الکریم بغیر زاد
اذا کان الوفود علی الکریم | فحمل الزاد اقبح کل شیئ

ہفتے کے روز مولوی کرامت اللہ صاحب کو فرمایا۔ کہ میاں صاحب کو جلدی بلاؤ۔ یعنی شاہ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ کو۔ مگر یہ الفاظ بڑی دقّت سے مفہوم ہوئے۔ آخر مولوی صاحب جلدی اُٹھ کر میرے والد کو بلا لائے۔ جب اندر آئے تو نظر مبارک ان پر جا پڑی۔ اسی وقت بائیسویں صفر کو اشراق کے بعد استغراق مشاہدہ میں اس دارِ پُر ملال سے انتقال فرمایا۔ بعد وحشت اثر خبر سُنکر ہزارہا لوگ اکٹھے ہو گئے۔ اور نماز جامع مسجد میں پڑھی۔ جس کی امامت حضرت شاہ ابوسعید نے کی۔ اور خانقاہ شریف میں حضرت شہید کے دائیں طرف دفن کئے گئے۔ اب وہاں پر تین مرقد اکٹھے ہیں۔ یعنی شاہ ابوسعید علیہ الرحمۃ بھی جو بیت اللہ سے واپس ہوتے ہوئے ٹونک میں فوت ہوئے۔ یہیں دفن ہوئے۔ اب آپ کا مزار بیچ میں ہے۔ آپ کی تاریخ وفات نور اللہ مضجعہٗ اور نیز اس فارسی مصرعہ سے نکلتی ہے۔ مصرعہ۔ جاں بحق نقشبند ثانی داد۔

نیز شاہ رؤف احمد صاحب نے ایک نہایت عمدہ رباعی کہی ہے۔ رباعی

زیں جہاں فرمود رحلت سوئے جنات کریم | چوں جناب شاہ عبداللہ قیوم زماں
گفت فی رَوح و ریحان و جنات النعیم | سالِ او باحالِ او جستم چو از افت زدل

بہت ہوتا۔ اور بڑے بڑے نعرے اُٹھتے۔ چونکہ مجددیہ نسبت میں یہ امور نہیں ہیں۔ اور رقاصی وغیرہ سے کچھ لگاؤ نہیں رکھتے بلکہ صحابہ کرامؓ کی طرح کمال افسردگی اور آسودگی میں عمر بسر کرتے ہیں۔ ان کا سماع قرآن شریف اور ان کا حضور نماز اور ان کا شیوہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر ہے۔ سو انہوں نے حضرت شہید علیہ الرحمتہ کے حالات اس قسم کے پائے۔ نیز حضرت ایشاں کو رامپور میں دیکھا بھی تھا۔ جبکہ دہلی کی صوبہ داری شاہ نظام الدین کے متعلق تھی۔ تو صوبہ دار سے ناراض ہو کر رامپور تشریف لے گئے تھے۔ الغرض آپ اس وقت دہلی پہنچے۔ اسوقت دہلی اہل علم وصلاح سے بھرپور تھی۔ اور حضرت شاہ ولی اللہ کے فرزند شاہ عبدالعزیز۔ شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالقادر علیہم الرحمتہ زندہ تھے۔ اور نیز حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی بھی زندہ تھے۔ آپ نے قاضی صاحب کو ایک خط خدا طلبی کے بارے میں لکھا۔ جس کا جواب اُنہوں نے کمال تعظیم سے لکھا۔ اور صلاح دی کہ حضرت شاہ غلام علی سے بہتر اس وقت کوئی نہیں۔ پس آپ آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور مقبول درگاہ بنے۔ اس وقت شاہ درگاہی بھی زندہ تھے+

آپ فرماتے ہیں۔ کہ اگر آنحضرت کا سا مرشد نہ ہوتا تو مجھے پہلے مرشد کی طرف سے بہت کھٹکا تھا۔ لیکن آپ نے میری اس طرح حمایت کی کہ مجھے کچھ ضرر نہ پہنچا۔ حضرت مجدد الف ثانی مکتوبات میں لکھتے ہیں۔ کہ اگر طالب کسی اور مرشد کے ہاں اپنی بہتری دیکھے۔ تو پہلے پیر سے منکر ہوئے بغیر بے شک چلا جائے۔ آپ پہلے پیر کی محبّت میں بھی راسخ تھے چنانچہ ایک شخص نے جب مجلس میں حضرت شاہ درگاہی کی غیبت کی۔ اسے خیال تھا کہ آپ شاہ درگاہی کے منکر ہیں۔ اِس لئے آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔ آپ بھی بیٹھے تھے ناراض ہو کر اُسے طمانچہ رسید کیا۔ آنحضرت بھی اُس پر ناراض ہوئے۔ اور فرمایا کہ ہمارے طریقے کے بزرگوں کی غیبت کرتا ہے+

آپ فرماتے ہیں۔ کہ پہلے تو حضرت شاہ درگاہی مجھ سے ناراض تھے۔ لیکن جب میں آخری مرتبہ رامپور گیا تو وُہ کدورت زائل ہو گئی۔ الحمد للہ علیٰ ذالک+

یاروں کی استدعا سے آپ نے سلوک میں ایک رسالہ لکھا۔ جو آنحضرت کی خدمت میں بھیجا گیا۔ تو اُنہوں نے بہت تعریف کی۔ رسالے کے آخر میں چند سطریں آپ کی مدح میں لکھی گئی ہیں۔ جو اس رسالے کے آخیر میں درج ہیں۔ وُہ رسالہ اس وقت طریقہ مظہریہ

"فاز رضوان الودود" ہے۔ سید احمد صاحب اور مولوی اسمٰعیل شہید اور دوسرے عزیزوں نے تجہیز و تکفین کی۔ راستے میں چھپر جلا پڑا تھا۔ نعش مبارک کو لیکر آگ پر سے گذر گئے۔ لیکن کسی کو ضرر نہ پہنچا۔ الغرض شوق کی آگ بھڑکی ہوئی تھی۔ اپنے والد کی اجازت لیکر حضرت شاہ درگاہی کی خدمت میں جو دو وسیلوں سے حضرت خواجہ محمد زبیر قدس اللہ سرہٗ سے ملتے ہیں پہنچے۔ وُہ آپ بھی حد درجے کا استغراق رکھتے تھے۔ یہاں تک کہ نماز کے وقت سے لوگ ہی انہیں آگاہ کرتے اور گرمی شوق اس درجہ کی تھی۔ کہ اگر سو آدمی کی طرف بھی توجہ کرتے تو سو ہی بیہوش ہو جاتے۔ ایک دفعہ نماز میں شوق الٰہی سے بدن حرکت کرنے لگا۔ تو پہلے تمام جماعت اور پھر اہل محلہ کو وجد ہو گیا اور ناچنے لگے۔ آپ مادر زاد ولی تھے۔ اور تخت ہزارہ واقع پنجاب میں ۱۱۶۲ھ کو پیدا ہوئے۔ آپ کی تاریخ ولادت "معدن فیض حق" ہے۔ ابتدائے عمر میں لڑکپن ہی میں جذبہ ہوا۔ تو وطن سے نکل جنگلوں میں پھرنے لگے۔ جب سن تمیز کو پہنچے تو کچھ افاقہ ہوا۔ چوتھا حصہ سیپارے کا کسی سے پڑھا اور نماز درست کر کے پھر مغلوب ہو گئے۔ درختوں کے پتوں پر قناعت کرتے۔ نماز کے وقت افاقہ ہوتا۔ پھر بیہوش ہوتے۔ آخر شہر بدائیں میں سلطان التارکین کے مزار پر پہنچے۔ اور حافظ جمال اللہ رحمتہ اللہ علیہ سے قادری طریقہ میں بیعت کی۔ آپ اغنیاء سے مُلاقات نہیں کیا کرتے تھے۔ اگر سوتے وقت کوئی شخص آپ کی چادر کے دامن میں روپیہ باندھ جاتا تو آپ کو نجاست کی بُو آتی۔ پھر دریا کنارے جاکر اسے اچھی طرح صاف کرتے۔

کرامت:۔ آپ کا ایک مخلص شیر سے دوچار ہوا۔ اس نے آپ کو یاد کیا۔ آپنے شیر کو طمانچہ مار بھگا دیا۔

کرامت:۔ نواب احمد یار خاں کی عورت بانجھ تھی۔ دُعا کی تو قریباً بیس بچّے پیدا ہوئے۔

کرامت:۔ ایک مرتبہ ایک بنیا آپ کے قدموں پر پڑا۔ اور کہا کہ مَیں نے اپنی آنکھوں دیکھا ہے۔ کہ مکان کا دروازہ جب گرا۔ تو انھوں نے اپنے ہاتھ سے اسے دُوسری طرف گرا دیا ہے۔ جس سے مَیں بال بال بچ گیا۔

کرامت:۔ ایک شخص کو کہا۔ کہ تیرا گھر جل جائے۔ چنانچہ جل گیا۔ آپ کی تاریخ وفات "سادات قطب الورٰی عن امر اللہ" ہے۔ آپ کا مزار رامپور میں ہے۔

الغرض شاہ مذکور نے آپ کے حال پر عنایت فرما کر چند ہی روز میں اجازت اور خلافت دی۔ آپ میں شورش بدرجہ کمال پیدا ہوئی۔ اور بہت سے مُرید ہو گئے۔ اور حلقہ میں بیہوشی اور وجد

مزار شریف کی زیارت کے لئے آیا۔ اسے خواب میں فرمایا۔ کہ جو نیکنامی کی سند تجھے فرنگی سے ملی ہے اُسے پھاڑ ڈال۔ کیونکہ اہل اسلام کے لئے ایسے سرٹیفکیٹ رکھنا جائز نہیں۔ مجھے یاد نہ تھا۔ کہ وُہ سند میرے پاس ہے۔ جب مَیں نے ڈھونڈھی تو جہاں کا آپ نے پتہ دیا تھا۔ وہاں سے نکالی اور پھاڑ ڈالی۔ جس سے کفار کی محبت میرے دل سے جاتی رہی فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

کرامت:۔ میاں محمد اصغر صاحب بیان کرتے ہیں۔ کہ مَیں نے آپ کی خدمت میں عرض کی۔ کہ کبھی کبھی مجھ سے تہجد کی نماز فوت ہو جاتی ہے۔ فرمایا ہمارے خادم کو کہدے کہ تہجد کے وقت ہمیں یاد دلا دیا کرے۔ ہم تجھے اُٹھا کر بٹھا دیا کرینگے۔ اتنا تو ہمارا ذمہ ہے باقی تمہارا اختیار ہے۔ پھر ہر روز ایسا ہی ہوتا۔ گویا مجھے کوئی بٹھا دیتا ہے۔

کرامت:۔ جب آپ سفر حجاز میں شہر سورت پہنچے۔ وہاں پر ایک مسجد میں ایک دولتمند شخص یوسف علی خاں نام زمرہ فقرا میں داخل تہ بند باندھے بیٹھا کرتا تھا جب آپ کے آنے کی خبر اس نے سنی تو مسجد میں آنا ترک کر دیا۔ مدت تک ایسا ہی کیا۔ پھر ایک مرتبہ نہائیت نیاز سے حاضر ہؤا۔ اور سو روپیہ بطور نذر لایا۔ مجھے اور آپ کو اپنے مکان میں لیجا کر اپنی عورت کو بعیت کرایا۔ لوگ یہ دیکھ کر حیران ہُوئے۔ کہ اس شخص نے تو مسجد میں آنا ہی ترک کر دیا تھا۔ اس نے نذر کیسے گذرانی۔ اور کس طرح راسخ الاعتقاد مخلص بنا۔

کرامت:۔ جب ہم بمبئی پہنچے۔ تو ایک جہاز کرایہ کیا۔ آپ کی صحبت کے سبب اور بہت سے لوگ غنیمت جانکر جہاز میں شریک ہُوئے۔ آپ نے فرمایا کہ اس جہاز میں بیٹھنا مصلحت نہیں۔ کرایہ واپس لیا۔ کیونکہ شرط کی ہوئی تھی۔ آخر دُوسرے جہاز میں بیٹھے پہلا جہاز حج کے بعد پہنچا۔ اور دوسرا جہاز حج کے وقت جا پہنچا۔ پہلا جہاز ایک سال تک راہ میں رہا۔

جب آپ کو آخری مرض لاحق ہؤا۔ تو میرے والد اُس وقت لکھنؤ تھے۔ آپ نے بار بار خط لکھ کر منگایا۔ جس سے مطلب یہ تھا۔ کہ اپنی جگہ بٹھائیں۔ مَیں ان مکتُوبات میں سے صرف ایک لکھوں گا۔ اور دُوسرے مکتوبات جو فوائد طریقہ میں لکھے ہیں۔ انہیں بھی ضمناً درج کروں گا۔ باقی مکتُوبات جو اُن کے نام ہیں۔ وُہ مکتوبات میں سے دیکھنے چاہئیں۔

مجددیہ کا دستور العمل ہے۔ ہر ولائیت میں جو اس طریقے کے فیضیاب ہیں اُن کے پاس یہ رسالہ پایا جاتا ہے۔ بعض بزرگوں نے مکہ معظمہ میں اس کا عربی ترجمہ کر کے مروّج کیا۔ اغلب ہے کہ رُوم اور ترکستان وغیرہ میں بھی اس کا رواج ہو +

کرامت :۔ میاں عظیم اللہ صاحب بیان کرتے ہیں۔ کہ میں نواب محمد امیر خاں کی سرکار میں ملازم تھا۔ آپ نے میرے بُلانے کو آدمی بھیجا۔ لیکن میں اتفاقاً گھر میں موجود نہ تھا۔ جب میں آیا تو میری عورت نے مجھے اطلاع دی۔ جب دُوسرا آدمی آیا تو میں حاضر ہوُا ناراض ہو کر فرمایا کہ ہم تجھے بُلاتے ہیں اور تو آتا نہیں۔ اگر نواب بُلائے تو آجاتا ہے۔ میں نے عذر کیا کہ مجھے اطلاع نہیں ہوُئی۔ کہ آپ نے مجھے بلایا ہے۔ الغرض اس دن سے لیکر روز میرا آنا مقرر ہوُا۔ توجہات میں عجیب غریب چیزیں دیکھتا۔ لیکن آپ نے اوُپر کے مقام میں کبھی توجہ نہ دی۔ جب تک کہ رات کو نچلے مقام میں میں تحقیقاً نہ دیکھ لیتا۔ جب مجھے اس مقام کا یقین ہو جاتا۔ تو صبح دُوسرے مقام کی توجہ دیتے اور یہ ہمیشہ کی عادت تھی جب کبھی گھر میں دیر ہو جاتی تو میں نواب کے ہاں جانا چاہتا اور خانقاہ کی طرف نہ جاتا لیکن جب گھر سے نِکلتا۔ تو اس مقام سے جہاں سے خانقاہ کو رستہ جاتا۔ مجھے خود بخود کشش ہو جاتی۔ چار ونا چار خانقاہ میں حاضرِ خدمت ہوتا۔ یہ آپ کا اعلیٰ تصرف ہے +

کرامت :۔ ایک مرتبہ رامپور سے سنبل جا رہے تھے۔ پہلی منزل میں عشاء کے وقت دریا کنارے پہنچے۔ ملاّح نہ تھا۔ آپ سوار تھے۔ لیکن سواری کا مالک مشرک تھا۔ آپ نے فرمایا اسے دریا میں ڈالو۔ اس نے ڈر کے مارے ڈالا۔ تو عنایت آلہی سے صحیح وسلامت پار ہوُا۔ یہ دیکھ کر وُہ مشرک مشرف باسلام ہوُا +

کرامت :۔ مرزا طہماس نے قلعہ میں دعوت کی۔ بہت سے شاہزادے جمع ہوئے انہوں نے کہا۔ کہ ہم نے کسی بزرگ کی کرامت نہیں دیکھی۔ آپ نے نعرہ مارا۔ تو سب گر پڑے اور معتقد ہوُئے +

کرامت :۔ حکیم فرخ حسین نے جو آپ کا ایک مصاحب تھا۔ آپ کی شان میں نامناسب کلمات کہے۔ آپ نے ناراض ہو کر فرمایا۔ کہ تجھے اس کا بدلہ مل جائیگا۔ چنانچہ اسے تہمت لگی۔ اور وُہ خفیہ طور پر فراری ہو گیا +

کرامت :۔ شیخ احمد بخش جو آپ کا ایک مُرید تھا۔ آپ کی وفات کے بعد دہلی میں

کی تہذیب ہوتی ہے۔ اور کمالات ثلثہ میں بیرنگی اور نسبت باطنی میں لطافت آتی۔ حقائق سبعہ وسعت انوار۔ بداہت نظری۔ حضرات انبیاء کی زیارت۔ اور محبت ذاتیہ کے ذوق حاصل ہوتے ہیں۔ مصرعہ:۔ تا یار کرا خواہد میلش بکہ باشد

نہ سلطان خریدار ہر بندہ ایست — نہ در زیر ہر ژندہ زندہ ایست

اگر اس طریقے کا سالک اس قسم کے علوم و معارف کا ادراک کر سکے تو مبارک ہے نہیں تو خود پسندی اور خودی حاصل کرے گا۔ سو اس پر افسوس ہے۔ جس کی صحبت میں اس قسم کے حالات حاصل ہوں وُہ بہتر ہے۔ نہیں تو وُہ طریقے کو بدنام کرنے والا۔ ایسے شخص سے مشائخ کو عار آتی ہے وُہ مرید قابل تعجب ہیں جو طریقے کو بدنام کرتے ہیں۔ اور اپنے تئیں پیر ظاہر کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رضا کی ہدایت کرے۔ آمین +

الحمد للہ کہ حضرت مولوی بشارت اللہ صاحب اور حضرت حافظ ابو سعید صاحب سلمہم اللہ تعالیٰ نے ان مقامات سے مناسبت بہم پہنچائی ہے۔ اور نیز دُوسرے عزیزوں نے بھی اللہ تعالیٰ انہیں اور دُوسرے دوستوں کو اور مجھ کو استقامت۔ اتباع سنت۔ محبت مشائخ ترک۔ گوشہ نشینی۔ خلقت سے نا امیدی اور اللہ تعالیٰ سے امید عطا فرمائے۔ میں بڑی شرساری سے لکھتا ہوں۔ اس واسطے کہ مرشد اجازت ناموں کی تحریر میں دو لفظ لکھتے ہیں۔ پس میں کہتا ہوں کہ اس کا ہاتھ جو میرے ہاتھ سے بہتر ہے میرا ہی ہاتھ ہے۔ ان کی بیعت کرنا جو سعادت و نجات کا نہایت قوی ذریعہ ہے۔ میری ہی بیعت ہے۔ اللہ تعالیٰ مُبارک کرے بشرطیکہ اہل دُنیا سے رُو گردانی کریں۔ اور پاشکستہ ہو کر حق کے دروازے پر وعدہ کریم مطلق پر صدق سے بیٹھیں۔ وُہ میرے طریقے کے ارکان ہیں۔ اور میری سالہا سال کی توجہ کا حاصل۔ اے اللہ تعالیٰ! مجھے اور انہیں اپنی اور اپنے حبیب کی مرضیات کی توفیق دے۔ اور ہمارا انجام بخیر کر۔ آمین! آمین!!! آمین!!!! +

الغرض آنحضرت کے حکم سے آپ آنحضرت کی جگہ بیٹھے۔ اور تقریباً نو سال تک طالبوں کی ہدایت میں مشغول رہے۔ اور تلخی۔ سختی اور فقر و فاقہ جو اس طریقہ کا پسندیدہ شیوہ ہے۔ بہت کچھ دیکھا۔ جس کا بیان بہت طول طویل ہے۔ ۱۲۴۹ھ ہجری میں حرمین شریفین کا ارادہ کیا۔ جس سے اہل دہلی کو بہت رنج و قلق ہوا۔ آپ نے اپنے فرزند حضرت شاہ احمد سعید سلمہ اللہ تعالیٰ کو اپنی جگہ چھوڑا۔ ہر شہر ملنے آپ کی تشریف آوری کو غنیمت جانتے۔ اور

مکتوب اوّل:- بخدمت شریف صاحبزادۂ عالی نسب والاحسب حضرت شاہ ابوسعید صاحب سلمکم ربکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ اس وقت مجھے خارش۔ ضعف اور شدت تنفس اسقدر لاحق ہے کہ اٹھنا بیٹھنا بھی دشوار ہے۔ علاوہ ازیں درد کمر اس درجے کا ہے کہ بیٹھ کر بھی نماز لوا نہیں ہوسکتی۔ حضرت شاہ رفیع الدین صاحب فرماتے ہیں۔ کہ ان دونو شخصوں میں سے ایک ضرور تمہارے پاس ہونا چاہیئے۔ پس اس وقت جبکہ مرض کی شدت حد کو پہنچ چکی ہے۔ اور ستہ ضروریہ میں بالکل فتور آگیا ہے۔ تمہارا آنا بہت مناسب ہے۔ جلدی آؤ۔ مولوی بشارت اللہ صاحب نے اپنی اہلیہ کی تیمار داری کے لئے اجازت لی ہے۔ وہ تو آ نہیں سکتے۔ اس سے پہلے کئی خط معہ تبرکات جدیدہ آپ کی طرف لکھے گئے۔ تعجب ہے کہ یہاں آنے کا ارادہ نہیں کیا۔ میں تو ظاہری صحت کی رو آ نہیں سکتا۔ افسوس ہے کہ آپ اسقدر تاخیر کرتے ہیں

مصرعہ:- خوباں دریں معاملہ تاخیر مے کنند

میں دیکھتا ہوں۔ کہ اس خاندان عالیشان کے مقامات کا آخری منصب آپ سے متعلق اور وابستہ ہے۔ اس سے پیشتر پہلی بیماری میں میں نے دیکھا تھا کہ آپ میری چارپائی پر بیٹھے ہیں۔ اور قیومیت آپ کو عنایت ہوئی ہے۔ آپ کے سوا ان عجیب و غریب توجہات کے لائق اور کوئی نہیں۔ اس خط کے پہنچنے پر آنے کی جلدی کریں۔ اور وہاں اپنی جگہ برخوردار احمد سعید کو چھوڑیں اور دعائے خیر۔ فاتحہ بالخیر۔ درود و استغفار اور ختم کلمہ طیبہ۔ اور ختم قرآن شریف اور ختم پیران کبار اور لقائے جانفزا اور اتباع حبیب مصطفٰے سے مدد فرمائیں۔ والسلام

مکتوب ثانی:- حمد و صلوٰۃ کے بعد واضح ہو۔ کہ جو مقامات اور اصطلاحات طریقہ علیہ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ میں مقرر ہیں۔ ہر درجہ میں وہ کیفیات۔ حالات۔ انوار اور اسرار پیش آتے ہیں۔ ان کے بغیر طریقہ اختیار کرنا لاحاصل ہے۔ کیوں عمر ضائع کی جائے۔ اور توبہ سے رضا تک کے دسوں درجے اگر باطن میں نہ ہوں۔ تو اس طریقے کا کچھ فائدہ نہیں عالم امر کے لطائف کی سیر میں بہت کیفیتیں ہوتی ہیں۔ اور لطیفہ قلبی کی سیر میں کہ مراقبہ احدیت صرف اور پھر مراقبہ معیت دکھلاتا ہے۔ بیخودی۔ استغراق۔ قطع تعلقات اور قطع آرزو وغیرہ حاصل ہوتا ہے۔ لطیفہ نفس کی سیر میں مراقبہ۔ اقربیت اور محبت معمول ہے۔ اور استہلاک۔ اضمحلال اور فنائے انا وغیرہ حاصل ہوتی ہیں۔ عالم خلق کے لطائف کی سیر میں سوائے عنصر خاک کے تینوں عناصر پر فیض ہوتا ہے۔ اور تجلیات باطن اور ملاء الاعلیٰ سے مناسبت اور لطیفہ قالبیہ

کوئی اہل دُنیا آپ کے ہاں آیا تھا۔ فرمایا کہ اغیار کے آنے سے تاریکی آتی ہے۔ ظہر اور عصر کے مابین عید الفطر کے روز ہفتے کے دن انتقال فرمایا۔ نواب اور اہل شہر حاضر ہوئے۔ مولوی حبیب اللہ صاحب اور دُوسرے اہل قافلہ غسل کے متکفل ہُوئے۔ قاضی شہر مولوی خلیل الرحمٰن نے نماز کی امامت کی۔ آپ کا تابوت شریف دہلی لایا گیا۔ جب چالیس روز بعد نعش مبارک صندوق سے نکالکر لحد میں رکھی گئی۔ تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ابھی غسل دیا گیا ہے۔ اور کسی قسم کا تغیر نہ آیا تھا۔ جو رُوئی نیچے تھی نہایت خوشبودار تھی۔ جسے لوگ تبرک کے طور پر لے گئے۔ آنجناب کی تربت کے قریب مدفون ہُوئے۔ لوگوں نے تاریخ وفات بہت سی کہی ہیں۔ جن میں سے ایک عربی اور فارسی نقل کی جاتی ہے۔ "نور اللہ مضجعہ" فارسی مولوی خلیل احمد صاحب نے یوں کہی ہے:-

امام و مرشدِ ما شاہ بو سعید سعید ۔۔۔ بروز عید چو شد واصل جناب خدا

دل شکستہ و مغموم گفت تاریخش ۔۔۔ ستونِ محکم دینِ نبی فتاد ز پا

حضرت شاہ ابو سعید صاحب سلمہ اللہ تعالےٰ۔ آپ آنجناب کے بڑے فرزند ہیں۔ آپکی ولادت ۱۲۱۷ھ میں ہُوئی۔ تاریخ ولادت "مظہر یزداں" ہے۔ والد ماجد کی حسن تربیت سے کلام مجید حفظ کیا۔ اور مولوی فضل امام اور مفتی شرف الدین وغیرہ سے علوم عقلی حاصل کئے۔ اور حدیث حضرت شاہ عبد العزیز کے شاگردوں رشید الدین خان وغیرہ سے پڑھی۔ اور طریقہ مجددیہ کا سلوک آنجناب سے اور نیز اپنے والد ماجد سے حاصل کیا۔ اور اجازت اور خلافت سے مشرف ہُوئے۔ لوگوں کو علوم ظاہری اور باطنی کا فیض دیا۔

آنجناب آپ کے حالات اپنے رسالے میں یوں تحریر فرماتے ہیں "احمد سعید فرزند حضرت ابو سعید علم و عمل۔ حفظ قرآن۔ اور احوال نسبت شریفہ میں اپنے والد ماجد کے قریب قریب ہے" نیز آنجناب ایک مکتوب میں لکھتے ہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ تم چار شخصوں کو سلامت رکھے۔ کیونکہ دوستی کا راہ و ربط قرابت سے بڑھ کر ہوتا ہے۔ وُہ چار یہ ہیں۔ حضرت ابو سعید اسعدہم اللہ سبحانہٗ احمد سعید جعلہ اللہ محموداً۔ رؤف احمد رأف اللہ بہ۔ بشارت اللہ جعلہ اللہ مبشر القبولہ اللہ تعالےٰ۔ ان چار بزرگوں کی عمر میں برکت عطا فرمائے۔ اور موجب رواج طریقہ ہوں۔

آپ اپنے والد کی وفات کے بعد حضرتین کے قائم مقام بنے۔ ہند اور خراسان سے طالب آپ کی خدمت میں آنے شروع ہوئے۔ جو اپنے حوصلے کے موافق بہرہ ور ہُوئے۔ آپکے خلفاء قندھار اور غزنی کے اضلاع میں بہت مشہور ہیں۔ کاتب الحروف آپ کا دُوسرا فرزند ہے۔

حاضر خدمت ہوتے۔ رمضان مبارک مینی بندر میں واقع ہوا۔ اسی شہر میں تراویح میں ایک مرتبہ قرآن شریف ختم کیا۔ اور شوال میں جہاز میں سوار ہوئے۔ ذالحج کے شروع میں جدہ پہنچے۔ مولانا محمد جان رحمۃ اللہ علیہ جو اپنے وقت کے گویا شیخ الحرام تھے۔ چنانچہ انشاء اللہ ان کا ذکر حضرت ایشاں کے خلفاء میں آئیگا۔ استقبال کے لئے آئے۔ ماہ مذکور کی دوسری یا تیسری تاریخ بلد الحرام میں داخل ہوئے۔ اہل حرمین میں قاضی، مفتی، امراء اور علماء نہایت تعظیم و تکریم سے پیش آئے۔ اور شیخ عبداللہ السراج۔ شیخ عمر شافعیہ مفتی۔ مفتی سید عبداللہ۔ میر غنی حنفی۔ ان کے چچا شیخ یٰسین حنفی۔ شیخ محمد عابد سندھی اور دوسرے عزیز ملاقات کے لئے حاضر ہوئے۔ اسی شہر میں مرض اسہال لاحق ہوا۔ عین مرض اور بیہوشی میں مدینہ منورہ کا اشتیاق از حد غالب ہوا۔ جونہی ذرا افاقہ ہوا جھٹ مدینہ منورہ کا ارادہ کیا۔ مولانا شریف کے ایام میں ربیع الاول کو آپ وہیں تھے کسی نے خواب میں دیکھا کہ گویا آنحضرت صلعم مع اصحاب آپ کے مکان کی طرف تشریف فرما ہو رہے ہیں۔ اور تو سب پیادہ ہیں۔ لیکن امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ گھوڑے پر سوار ہیں۔ کسی نے اس کی تعبیر یوں کی۔ کہ شاید آپ ان کی نسل سے ہیں۔ حلقہ میں اسقدر لوگ حاضر ہوتے کہ مکان پُر ہو جاتا۔ شیخ الحرم نے دعوت کہلا بھیجی۔ کہ یہ دعوت سرور کائنات کی طرف سے ہے۔ مدینہ منورہ میں مرض میں اسقدر تخفیف آگئی۔ کہ قریباً آدھا کوس پا پیادہ جا سکتے تھے۔ حرمین شریفین کی زیارت سے فارغ ہو کر وطن کی طرف رجوع کیا۔ لیکن مرض روز بروز ترقی کرتا گیا۔ رمضان کا پہلا روزہ رکھا کہ اگر تکلیف نہ ہوگی تو باقی کے بھی رکھ لئے جائینگے۔ اس روزے میں سخت تکلیف ہوئی تو فدیہ کا حکم دیا۔ اور فرمایا اگرچہ مریض اور مسافر پر فدیہ کا حکم تو نہیں۔ لیکن طبیعت چاہتی ہے کہ فدیہ ادا کیا جائے۔ بائیسویں رمضان کو شہر ٹونک میں داخل ہوئے۔ نواب وزیر الدولہ نے بڑی تعظیم و تکریم کی۔ عید کے روز موت کے آثار شروع ہوئے۔ اس نالائق کو وصیت دلپذیر کی۔ کہ سنت نبوی کا پیرو رہنا اور اہل دُنیا سے کنارہ کشی کرنا۔ اگر اہل دُنیا کے دروازے پر جائیگا تو سخت ذلیل ہوگا۔ نہیں تو وہ کتوں کی طرح تیرے دروازے پر لیٹیں گے۔ نیز فرمایا۔ جو اشغال اور اوراد ہمیں پہنچے ہیں۔ ان سب کی اجازت تجھے اور عبدالغنی کو دی۔ پھر پُوچھا۔ کہ کونسی نماز کا وقت ہے۔ مولوی حبیب اللہ صاحب نے عرض کی۔ آپ جو نماز چاہیں ادا کریں۔ فرمایا آج ساری رات میں نے نماز میں بسر کی ہے۔ ظہر کی نماز کے بعد حافظ کو سورہ یٰسین پڑھنے کیلئے فرمایا تین مرتبہ سُنکر فرمایا۔ بس کرو اب فرصت تھوڑی ہے۔ فرمایا آج نواب ہمارے گھر نہ آئیں۔ اس سے پیشتر

ہی معلوم کر لیا۔

آپ کے مُریدوں کو بھی کشف ہوتی۔ اور عجائب وغرائب باتیں بیان کرتے۔ ارواح کی ملاقات حاصل ہوتی۔ آپ کی دختر مال مسروقہ کا پتہ بتا دیتیں۔ کہ فلاں مقام پر ہے۔ آپ کے بعض خلفاء ترکستان میں پُورے طور پر مشہور ہیں۔ آپ کی تاریخ وفات "شیخ زمن" ہے۔ سلخ شوال یا غرہ ذیقعدہ کو شہر خرجہ میں وفات پائی۔ آنجناب کے اکثر مریدوں نے آپ سے توجہات حاصل کیں۔ مثلاً میاں محمد اصغر اور میاں احمد یار۔ اور اغلب ہے کہ مولوی محمد جان نے بھی آپ ہی سے توجہات حاصل کی ہوں۔

حضرت شاہ رؤف احمد رحمۃ اللہ علیہ۔ آپ میرے والد ماجد کے خالہ زاد بھائی ہیں۔ میرے والد کے ہمراہ حضرت شاہ درگاہی کی خدمت میں حاضر ہُوئے۔ جب اُنہوں نے آنجناب کی طرف رجُوع کیا۔ تو آپ بھی آنجناب ہی کی خدمت میں حاضر ہُوئے۔ اور بہُت سی عنایات حاصل کیں۔ آپ آنحضرت کے ملفوظات۔ مکتوبات اور مقامات کے جامع ہیں۔ اور نیز اور کتابیں بھی فقہ وغیرہ میں تصنیف فرمائی ہیں۔ آپ کے ہندی اور فارسی اشعار مشہور ہیں۔ آپ کی نسبت حضرت مجدّد صاحب سے شیخ محمد یحییٰ علیہ الرحمتہ کے وسیلے پہنچی ہے۔ جو حضرت مجددؒ صاحب کے سب سے چھوٹے فرزند ہیں۔ خلافت حاصل کر کے شہر بھوپال گئے۔ اور وہاں پر طریقے کو رواج دیا۔ اُمرا اور فقرا آپ کے حلقہ میں حاضر ہوتے۔ میرے والد ماجد کی وفات کے بعد ایک یا دو سال ہندوستان رہ کر حرمین شریفین کا ارادہ کیا۔ یلملم کے قریب سمندر میں وفات پائی۔ بیرعلی کے قریب جسے یلملم کہتے ہیں مدفون ہوئے۔ حضرت شاہ خطیب احمد مرحوم آپ کے فرزند اخلاق حمیدہ کا عجیب نسخہ تھے۔ حلم۔ سخاوت۔ تحمل۔ جفا آپ کا شیوہ تھا۔ اپنے والد سے نسبت حاصل کی۔ اور انہیں کے ہمراہ حج کے لئے روانہ ہُوئے۔ اپنے والد ماجد کی وفات کے بعد اپنی آبائی مجلس کو رونق دی۔ شہر بھوپال میں جمادی الثانی ۱۲۲۶ھ ہجری کو وفات پائی۔ تاریخ وفات: "هو ذا من المقربین" ہے۔ جب آپ کو قبر میں رکھا گیا۔ تو آنکھیں کھول لیں۔

شاہ عبد الرحمٰن مجددی جالندھری۔ آپ کی نسبت حضرت شیخ سیف الدین کے واسطہ سے حضرت مجدّد صاحب رحمۃ اللہ علیہم تک پہنچتی ہے۔ آپ کے والد شاہ سیف الرحمٰن حضرت شہید کے مُرید تھے۔ آپ نے آنجناب سے بیعت کی اور نسبت حاصل کی۔ تہذیب اخلاق میں بے نظیر تھے۔ پنجاب کے لوگ آپ کے اخلاق کے شیفتہ ہیں۔ آپکے مُرید بھی

آپ کے تیسرے فرزند حافظ عبد الغنی ہیں۔ جو فقہ و حدیث حاصل کر کے اخلاق حمیدہ سے موصوف ہیں۔ آپکی تاریخ ولادت "ضیاء الرحمٰن" ہے۔ مولوی محمد شریف سے رامپور وغیرہ میں تحصیل علوم کر کے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ توان کے حال پر آپ نے بہت عنایت فرمائی۔ اور مقامات سلوک سے گذار کر خلافت عنایت کر کے رخصت فرمایا۔ جنہیں پنجاب اور کشمیر میں کمال شہرت حاصل ہوئی۔ بہت لوگوں نے آپ سے فایدہ اٹھایا۔ ہوشیار پور میں وفات پائی۔ آپکا تابوت سرہند لایا گیا۔ اور حضرت محمد معصوم کے روضہ کے قریب مدفون ہوئے۔

مُلّا خدا بردی ترکستانی نے آنجناب کی زندگی ہی میں لکھنؤ میں آپ سے سلوک حاصل کیا۔ اور رخصت لی۔ آپ سے بلغار وغیرہ کے لوگوں کو فایدہ پہنچا۔

مُلّا علاؤ الدین آپ سے طریقہ حاصل کر کے پشاور گئے۔ وہاں کا حاکم آپ کا مخلص بنگیا لیکن اس کی طرف توجہ نہ کی۔ اور اور لوگوں نے بہت فایدہ اٹھایا۔

شاہ سعد اللہ صاحب نے آپ کی خدمت میں آکر سلوک شروع کیا۔ اور آپ کی توجہات سے اجازت وخلافت لیکر حرمین الشریفین گئے۔ وہاں سے شرف حاصل کر کے حیدر آباد پہنچے۔ وہاں کے چھوٹے بڑے سبھی بڑے اخلاص سے پیش آئے۔ ایک سو پچاس آدمی آپکی خانقاہ میں وظیفہ خوار رہتے۔ آپ حضرتین کا عرس پر تکلف کیا کرتے۔ آپ اہل دنیا سے کنارہ کش اور فیاض وسخی تھے۔

مُلّا عبد الکریم ترکستانی بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ نسبت حاصل کر کے توجہات لیں پھر اجازت حاصل کر کے رخصت ہوئے۔ شہر سبز میں آپ کے طریقے کو رواج ہوا۔ ہزارہا لوگ مرید بنے۔ خانقاہ اور لنگر خانہ بڑا بھاری ہے۔ شہر کا حاکم مخلص ہے۔

مُلّا غلام محمد نے ضلع اٹک سے آکر آپ کی زندگی ہی میں آپ سے نسبت حاصل کی۔ اور وطن جاکر لوگوں کو فیض پہنچایا۔ حرمین شریفین جاکر مشرف ہوکر واپسی کے وقت راہ میں وفات پائی۔

حضرت مرزا عبد الغفور خرجوی عنوان شباب ہی سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور بہت عنایات حاصل کیں۔ سلب امراض میں آپ کی توجہ اکسیر تھی۔ چنانچہ آنجناب اکثر کو آپ ہی کی خدمت میں سلب امراض کے لئے بھیجتے۔ کبھی ایک ہی توجہ میں سلب مرض کر دیتے۔ ایک شخص طریقے میں داخل ہوا۔ تو فرمایا کہ اسے آپ کے پاس لے جائیں۔ تاکہ لطائف جاری کریں۔ آپ نے ایک ہی توجہ سے لطائف جاری کر کے آنجناب کی خدمت میں بھیجدیا۔ دیکھتے

ہزاروں کی تعداد میں ہیں۔ جب حضرت غوث الثقلین کی رُوح کی طرف متوجہ ہوتے تو حضرت خواجہ نقشبند کو دیکھتے۔ جو فرماتے کہ ہماری طرف متوجہ ہو۔ ایک شخص بیان کرتا ہے کہ آپ کی سواری کا جانور بھی مشتبہ چارہ نہیں کھاتا تھا۔ الغرض آپ سے بہت سی کرامات ظاہر ہوئیں اتنا مرتبہ تو اس ولائیت کے رئیسوں کا نہ تھا۔ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ والئے بغداد کو آپ نے ناراض ہو کر مجلس سے نکال دیا۔ ایک مرتبہ آپ کا نام لیا گیا تو لوگ بیہوش ہو گئے۔ آپکے خلیفہ شیخ عبدالوہاب جو صاحب کرامات اور مرجع خلائق تھے آپ سے منحرف ہو گئے جس سے انکی نسبت سلب ہو گئی۔ اور لوگوں کی نظروں میں حقیر ہو گئے۔ جب میرے والد بیت اللہ شریف گئے۔ تو بڑے عجز و انکسار سے پیش آئے۔ پھر آپ نے اسے توجہات عنایت کیں۔ مَیں نے سنا ہے۔ کہ بعد ازاں پھر اسے قبولیت حاصل ہوئی۔ چند سال بعد فوت ہُوئے۔ مولانا مرحوم اپنے اکثر مریدوں کو میرے والد ماجد کی اطاعت کا حکم کرتے۔ آپ کے مرید عرب میں آکر کہتے۔ کہ مولانا آنجناب کے بعد آپ کو مقدم سمجھتے۔ جو مکتوب میرے والد کے نام لکھا ہے وُہ یہاں پر نقل کیا جاتا ہے:۔

مکتوب:۔ مرکز دائرہ غربت و مہجوری خالد کردی شہرزوری مخدومی جناب ابی سعید مجددی معصومی کی خدمت میں عرض پرداز ہے۔ کہ اگرچہ آنجناب کے آبا و اجداد کرام کے خاندان عالیہ کے فیوض جو حضرت قبلہ عالم روحی فداہٗ کی وُہ کی برکت سے اس گمنام اور مقصر کو پہنچے۔ حد تحریر سے اور حوصلہ تقریر سے باہر ہیں۔ لیکن "ما لا یدرک کلہ لا یترک کلہ" کے مطابق مقام شکر گذاری میں آکر عرض کرتا ہے کہ مملکت روم عربستان. حجاز، عراق اور عجم کے بعض ملک اور تمام کردستان طریقہ علیہ کی تاثیرات اور جذبات سے سرشار ہے۔ اور مسجدوں۔ مدرسوں۔ محفلوں اور مجلسوں میں دن رات آنحضرت امام ربانی مجدد و منور الف ثانی قدسنا اللہ سرہٗ سامی کے محامد کا ذکر اس طور پر ہوتا ہے۔ کہ کسی قرن میں کسی ولائیت میں نہیں ہوا۔ گویا زمانہ نے اس زمزمے کا نظیر نہیں دیکھا۔ اور نہ ہی آسمان نے ایسی رغبت اور اجتماع کو دیکھا ہے۔ چونکہ حضرت صاحب قبلہ کی بہت رغبت اس مہجور مسکین کے غمناک دل میں تھی۔ اس لئے گستاخی کے مقام میں آکر آنجناب اور تمام احباب کے دل کی فرحت افزائی کی ہے۔ گو ایسے امورات کا اظہار گستاخی اور خود بینی ہے اور مجھے بھی اس سے شرم آتی ہے۔ لیکن دوستوں کے پہلو کی رعائیت کو مقدم رکھ کر بے ادبی سے یہ کلمات رکھے گئے ہیں۔ ورنہ مجھ نالائق سے ایسے امور کا لکھنا بعید از قیاس تھا۔ اُمید ہے۔ کہ مشافہۃً یا مراسلۃً جیسا کہ آپکی نیک خصلت مقتضی ہو۔ اس مسکین ذلیل کے ذکر جمیل سے حضور حضرت

بُہت ہیں۔ ایک مرتبہ حج کر کے آئے۔ تو پھر اشتیاق ہُوا۔ جب گئے تو واپس ہوتے وقت سندھ میں ۱۲۵۸ھ ہجری میں وفات پائی۔

مولوی بشارت اللہ صاحب پہلے اپنے خسر حضرت مولانا نعیم اللہ بھڑائچی کے مرید ہُوئے۔ بعدازاں آنجناب کی خدمت میں حاضر ہُوئے۔ آنجناب کو آپ کے حال پر خاص عنائت تھی۔ جیساکہ مکتوبات سے ظاہر ہوتا ہے۔ نیز لکھتے ہیں کہ مولوی صاحب میرے اصحاب میں ممتاز ہیں۔ آپ کو علم ظاہری میں بھی کمال حاصل تھا۔ آپ کی نسبت حضرت شیخ بڈھن بھڑائچی سے ملتی ہے۔ آپ کے والد مولوی کرم اللہ محدث مشرف باسلام ہُوئے۔ اور مولوی فخرالدین کے مُرید ہوئے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز نے تفسیر عزیزی انہیں کی خاطر تصنیف فرمائی۔ آپ نے آنجناب کی خدمت میں آکر بیعت کی۔ اور اجازت حاصل کی۔ اکثر اہل دہلی باواسطہ یا بلا واسطہ فن قرأت اور وجوہات سبعہ میں آپ ہی کے شاگرد ہیں۔ دُوسری مرتبہ جب حرمین شریفین کی زیارت کا ارادہ کیا۔ تو راستے ہی میں وفات پائی۔

حضرت مولانا خالد شہرزوری کردی رحمتہ اللہ علیہ مشہور عالم تھے۔ ہر فن میں خاص استعداد رکھتے تھے۔ علمائے ہند سے حدیث کی بچپاس کتابیں سندکیں۔ حضرت شاہ عبدالعزیز کی بہُت تعریف کرتے۔ آپ کے اشعار فارسی اور عربی فردوسی اور فرزدق سے بڑھ چڑھ کر ہیں آنجناب آپ کے اشعار کو عارف جامی سے مناسبت فرماتے ہیں۔ آپ نے جو آنجناب کی مدح میں عربی اور فارسی قصائد کہے ہیں۔ وُہ خسرو جامی کی ان ملفوظات سے جو سلطان المشائخ اور خواجہ احرار کی مدح میں کہی گئی ہیں کسی طرح کم نہیں۔ علم حاصل کر کے کسی مدرسہ کے مدرس بنے۔ خدا طلبی کی خواہش دل میں تھی۔ اتفاقاً مرزا رحیم اللہ بیگ جہان گشت آپ کے پاس پہنچے۔ اور نو مہینے آنجناب کی خدمت میں بسر کئے۔ بعض آدمیوں نے آنجناب کے حق میں نامناسب کلمات کہے تو آپ نے ان اشخاص کو سُور کی شکل میں دیکھا۔ جس سے اعتقاد اور بھی بڑھ گیا پانی لانے کی خدمت بجالایا کرتے تھے۔ نیز آخری صف میں گردن ٹیڑھی کر کے جُھکا کر بیٹھا کرتے تھے۔ الغرض آنجناب نے آپ پر بڑی عنائت کی۔ اور خلافت سے بہرہ ور کر کے حضرت شیخ محمد عابد کے مزار تک وداع کر کے خدا کو سونپا۔ کہتے ہیں کہ آنجناب نے رخصت ہوتے وقت اس ولائت کی قطبیت کی بشارت دی۔ وہاں جا کر ریاضت شاقہ کی۔ خلقت کا ہجوم اسقدر ہُوا کہ گویا وہاں کی سلطنت ہی ان کی ہے۔ آپ کے خلفاء اور خلفاء کے خلفاء

وانا لنے اعلے المآرب والمنے — اعنے لقاء المرشد المفضال
من نور الآفاق بعد ظلامہا — وہدی جمیع الخلق بعد ضلال
اعنی غلام علی القرم الذی — من لحظہ یحیی الرمیم البالی
تمثیلہ ما ساغ الا انہ — ما نافق الادبار فی التمثال
ہو یم فضل طود طول والکرم — ینبوع کل فضیلۃ وخصال
نجم الہدی بدر الدجی بحر التقی — کنز الفیوض خزانۃ الاحوال
کالارض حلماً والجبال تمکنا — والشمس ضوءاً والسماء معالی
عین الشریعۃ معدن العرفان — عون البریۃ منبع الافضال
قطب الطرائق قدوۃ الاوتاد — غوث الخلائق حلیۃ الابدال
شیخ الانام وقبلۃ الاسلام — صدر العظام ومرجع الاشکال
ہادی الی الاولی بہدی مختف — داع الی المولی بصوت عال
محبوب رب العالمین من اقتدی — بہداہ قل یا قدوۃ الامثال
کم من جہول بالہوی مکبول — نجاہ من لحظ کحل عقال
کم من ولی کامل من صدرہ — قد صدعتہ عجائب الاحوال
کم منکر لعلو شانہ قد رای — فاذاقہ المولی اشد نکال
معطی کمال تمام اہل نقیصۃ — ومزیل نقص جمیع اہل کمال
اخفاہ رب العز جل جلالہ — فی قبۃ الاعزاز والاجلال
یا اہل مکۃ حولہ در طائفا — واہجر حجاز ان سمعت مقالی
ومبیت خیف ودع وکف محسر — ومنے منی والرمی للامیال
واسکن بذا الوادی المقدس خالعاً — نعلی ہوی الکونین باستعجال
حجر مقامک بالمطاف بلا صفا — من طوف حضرۃ کعبۃ الآمال
ما السعی الا فی رضاہ بملتزم — ما الطوف الا حولہ بجلال
من شام لمعاسن بروق دیارہ — بمشام روض الشام کیف یبالی
آنست من تلقاء مدین مصرہ — نارا فابلی البال بالبلبال
فہجرت اہلی قائلا لہم امکثو — ارجع الیکم غب الاستشعال

باقر و سعادت میں حضرت صاحب قبلہ کوئین کوتاہی نہ فرمائینگے۔ اور کسی نہ کسی تقریب سے ہمیں اس آستانہ میں ہیچ بختیاروں اور صادقوں کے ٹھیرنے کا مقام ہے یاد فرمائینگے۔ اور خود بھی کبھی کبھی نیم نگاہ سے ہم بینوائیوں کے دل سے قساوت کا زنگ دُور فرمائینگے۔ اور کیا لکھوں۔ آپ منعم حقیقی اور پیران کبار کی دُعا کی پناہ میں ہوں +

نیز عربی قصیدہ جو آپ نے آنجناب کی مدح میں لکھا ہے نقل کیا جاتا ہے۔ تاکہ ناظرین کو حظ وافر حاصل ہو +

قصیدۂ عربیہ در مدح حضرت ایشان رضؓ

کملت مسافۃ کعبۃ الآمال	حمد المن قد من بالاکمال
واراح مرکبے الطلیح من السرے	ومن اعتوار الحط والترحال
نجانی من قید الاقارب والوطن	وعلاقۃ الاحباب والاموال
وہموم اہلے وحسرۃ اخوتے	وغموم عم او خیال الخال
ومواعظ السادات والعلماء	وملامۃ الحُسّاد والعُذّال
وعاذنے من فرقۃ افاکۃ	واجارنے من اُمۃ جُہّال
اعنی روافض اردبیجان التے	ہم اشنع المخلوق فے الافعال
ومضلہا الکاشے اسمٰعیل اذ	قد حار لما شب نازجدا لے
سحقا لہ من مدع کذاب	بعدا لہ من منکر قوال +
وغلاۃ فرس العراق وفی الخبر	قد بشروا بعبادۃ الدجال
وشرار اہل الطوس سموا الرضے	ونفوسہم سموا احبۃ آل
ومن الہزارۃ والبلوج المفقدۃ	وتمسروا الامراء والافیال
ومن الافاغنۃ التے جبلوا علے	خوض المفاسد واقتحام قتال
وفساد قطاع الطریق بخیبر	ومن المجوس وما لہم من وال
منعوا الاذان ورعایۃ الاسلام	ضلوا وخاضوا الیوم فی الاضلال
وہجوم امواج البحار الزاخرۃ	واذیۃ المکاس والعُمّال
ومن الثلثۃ العلوج الطاغیہ	ما مثلہم فی الارض عال غال

زود کل یوم فی فوادے وقعۃ — مادمت حیا فی جمیع الحال
واستنے مرضیا لدیہ وراضیاً — عنہ رضی یجدے مفاز مآلے
فالحمد للرب الرحیم المنعم — القادر المتقدس الفعال

ثم الصلوۃ علی الرسول المجتبےٰ
خیر الوریٰ والصحب بعد الآل

نیز ایک فارسی قصیدہ جو سلسلہ نظم میں لاجواب ہے نقل کیا جاتا ہے +

قصیدۂ فارسیہ در مدح حضرت ایشان رح

دہید از من خبر آں شاہ خوباں را بہ پنہانی — کہ عالم زندہ شد بارو گر از ابر نیسانے
صف نظارگاں در انتظارش چشم در راہند — پری رویاں ہمہ جمعند مطرب در غزل خوانی
خراماں و چماں با صد ہزاراں عشوہ و ستان — کند تشریف را یکدم بصحن گلشن ارزانی
گذارد از کف پا لالہ را مرہم بداغ دل — نہد داغ غلامی لالہ رویاں را بہ پیشانی
برد آب از لطافت تازہ گلہائی بہاری را — دہد آب از خجالت نونہالان گلستانی
غلام قد خود سازد ہمہ آزاد سرواں را — دہد شمشاد را از لاف رعنائی پشیمانی
کند آگندہ از رشک رخش گل را بخون دل — کند شرمندہ طاؤس چمن را از خرامانی
سر و روشن بدیدار شریفش دیدۂ نرگس — دہد از پائے بوسش سنبل تر را پریشانی
بوجہ داوری و عزم گشت گلستان امروز — کند گلزار را غیرت فزائے باغ رضوانی
کہت اندر نزاکت سخت بنیاد جدل محکم — ز نوزاداں بستانی و خوباں شبستانی
زیکسو دلبراں ہمہ ہفت کردہ برقع انگندہ — ہمہ ستند اشک خامہ صورت گری مانی
ز دیگر سو گلستاں شد بدانسان خرم و خنداں — نباشد حاصل تحریر وصفش غیر حیرانی
بکلک صنعت از منشی قدرت بدایع ہا — نوشتہ بر حواشی چمن از خط ریحانی
بنفشہ میزند با خال جانان لاف ہمرنگی — گل شبنم زدہ با روئے مہران خوئی افشانی
کند راز دہن را غنچہ فاش آہستہ آہستہ — بدیدہ میکند نرگس اشارت ہائے پنہانی
ریاحین از خط و سنبل ز زلف دلبراں گوید — زند سرو سہی با قد خوباں لاف یکسانی

ولویت ہجران الاحبۃ والوطن
ورکبت من الامکنۃ الصہال

فطوے منازل فی سیرۃ منزل
واہا بحار سائغ شملال

فقفیت اصحابی علٰی میثاقہم
وتواعدی من فرط شوق جمال

من لی تبلیغ السلام لاخوتی
وبسط عذر العذر والاہمال

سلب الہوی لبی فمانی خاطرے
غیر الحبیب وطیف شوق وصال

قدحان حین تشرفی بوصالہ
من لی بشکر عطیۃ الایصال

یارب لااحصے ثناء ک انہ
سفہ علی من شمم ریح زوال

واللّٰہ لواعطیت عمر الآخرہ
وترکت غیر الحمد کل فعال

واتیح فی کل منبت شعرۃ
الفالسان فی الوف مقال

وامیط عنی النفس والشیطان کے
لایلہیانی بخطرۃ فی البال

فصرفت عمری کلہ فی حمدہ
بشرا شرے ابدا بلا اہمال

مااقدرن علی کفار عطیتہ
فضلا عن التفصیل بالاجمال

این العطایا وہے غیر حدیدۃ
کیف التشکر وہو بعض نوال

ام کیف احمد ناظما او ناثرا
ذاتا ترقت عن حضیض خیال

سلب التجوز والمجاز ابلغ
منہ تقدسہ عن الامثال

الا الخلائق فی نعوت کمالہ
سبحانہ من خالق متعال

فالعجز نطقی والتحیر فکرتی
ماینبغی الا السکوت بحال

فلما قضیت آہنا فی اشہر
طیاً لبعد مسافۃ الاحوال

وواہیت اقداما علی طی الفلا
ونزول غور وارتقاء جبال

وجبتنا حفظا من الآفات
ومنحتنا امنا من الاہوال

ورزقتنا تقبیل عتبۃ قبلۃ
فاز المقبل منہ بالاقبال

فارزق آلہ العالمین بحقہ
اوما یلیق بذا الجناب العالی

وامدنا بلقائہ وبقائہ
وعطائہ ولنوالہ المتوالے

زد من حیاتی فی اطالۃ عمرہ
ادم الورے بجاہ تحت ظلال

واجعلنی مسعود الحسن قبولہ
واغنی مایرضیہ من اعمال

اگرچہ کافرستانست باشد از وجود او — بہشت و این سخن نبود خلاف نص قرآنی
بسے پژمردہ گیہا بود گلزار ہدائیت را — دگر رہ زابر فیضش یافت سرسبزی وریانی
اگر نار سلفش قصر ایمان را دریں آخر — اساس از تو بنیستی روی بنہادی بویرانی
مرا نادیدہ باشد باسر کوئیش سروکاری — پس از دیدن عراقے را بند ما پیر ملتانی
بسے تو بیخ کردند اہل توران و خراسانم — بدار الکفر رفتن چون پسندی گر مسلمانی
بدہلی ظلمت کفرست گفتند و بدل گفتم — بظلمت رو اگر در جستجوئی آب حیوانی
نشد با طول صحبت زاد لیائی یثرب و بطحا — میسر آنچہ از روی شد مرا نادیدہ ارزانی
بجان شو بندہ اش اے آنکہ میخواہی شدن آزاد — ز تسویلات نفسانی و تلبیسات شیطانی
در انگشت ار بکردی صخرہ روزی خاتم عہدش — بموری کہ خریدی حاصل ملک سلیمانی
بہ بدبختی خود ناید کہ خون گرید سیہ بختی — دراں کوئیست و دارد میل سوئے عالم فانی
لئیمے گفت من نزد یکیم نشناسمش گفتم — مگر نقل ابوجہل و محمدؐ را نمیدانی
ز بندہ خاکروبان درش را باد صد زنہار — زکف ندہند آن اکسیر اعظم را بآسانی
تمنائے قبولش دارم و دانم کہ نا اہلم — مدد یا روح شاہ نقشبند و غوث گیلانی
سگم از سگ بسی کمتر تو نجم الدین صفت جانان — برین سگ بنگر از روئے کرم زانسان کہ میدانی
گریزاں از نہیب بار نفسم صعوہ سان تسو — زہے دولت بلطف ایں صعوہ راگر باز گردانی
بخود کن آشنا گردیم چون از خویش بیگانہ — عطائے احمدی فرما چو ما گردیم سلمانی
بدین سان مظہری شد جان پاکت جانجانا نرا — بچشم اہل بینش این زمان خود جان جانانی
زجام فیض خود کن خالد درماندہ را سیراب — کہ او لب تشنہ مستسقے و تو دریائے احسانی

آنجناب کے بعد ایک یا دو سال تک زندہ رہے اور پھر طاعون میں شہادت کا درجہ پایا کہتے ہیں کہ چار آدمیوں کو اپنے تعاقب پر نصب فرمایا۔ کہ میرے بعد فلاں اور فلاں کے بعد فلاں۔ چنانچہ چاروں شخص اسی طاعون میں آپ کے پیچھے راہی ملک عدم ہوئے۔ اب آپ کا قائیم مقام شیخ عبداللہ مرد بزرگ سنا جاتا ہے۔ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی امیرؓ کے تعاقب میں تین اصحابوں یعنی زید بن حارثہ۔ جعفر طیار اور عبداللہ ابن رواحہ کو فرمایا تھا۔ تینوں بزرگ اسی جنگ میں شہید ہو گئے۔ ان کے بعد خالد ابن ولید نے بحکم جھنڈا پکڑا۔ تو فتح نصیب ہوئی۔ اور سیف اللہ کا خطاب پایا +

بروئے برگ گل ہر قطرہ ژالہ میچکد گوئے | کہ ہر لعل یمانی رستہ مروارید عمانی

زفرش سبز گلشن بر زمرد میزند طعنہ | بخندند وہ شگفتن لالۂ یاقوت رمانی

دم از اعجاز عیسیٰ می زند بادی سحر گاہے | نشان می بخشد از احیائی موتی ابر نیسانی

ہزاراں را بہ بوئے گل اگر راہ دیدہ شد روشن | بسانِ چشم یعقوب از شمیم ماہِ کنعانی

گلستان سبز طوطی سبز حنا سبز در سبز ست | نکیسارا دریں محفل کجا زیبد خوش الحانی

سمندر ہا شدند از سایۂ گل آتشین آبی | وحوش پر ز لطف گلستان گشتند بستانی

ز جوش گریہ برابر بہاراں غنچہ می خندد | چو معشوقان بیباک از خروش عاشق فانی

ہزاراں گل شگفتند از نسیم صبح در یکدم | چو دلہائے مریدان از نگاہِ قطب ربّانی

امام اولیا سیّاح بیدائے خدا بینے | ندیم کبریا سباح دریائے خدا دانی

مہین رہنمایان شمع جمع اولیائے دین | دلیل پیشوایان قبلۂ اعیان روحانی

چراغِ آفرینش مہر برج دانش و بینش | کلید گنج حکمت مخزنِ اسرارِ سبحانی

امین قدس عبد اللہ شہ کز التفاتِ او | دہد سنگ سیہ خاصیت لعلِ بدخشانی

یمن شد گوئیا ہندوستان از یمن انفاسش | دما دم میدہد زو نفحۂ انفاس رحمانی

اگرچہ مشعلستانش بود شاہجہان آباد | ولی از مشعلش از قاف تا قاف ست نورانی

از اقصائے خطا تا غایتِ مغرب زمین امروز | نباشد ہیچکس مانند او از نوعِ انسانی

ز خورشید کمالش نیست جز خفاش بے بہرہ | بجز احول نہ بیند کس درین عالم ورا ثانے

پس از مظہر بجز وی در ضمیر کس نہ شد مضمر | کمالاتے کہ ظاہر گشت بر قیوم ربّانے

نزیبد مہر را با فیض او لاف جہان گیری | نباشد چرخ را با قدر او امکان ہمسانے

نباشد باد را در حضرتش تاب سبک روحی | نباشد کوہ را با ہمتش حد گراں جانے

سبق گویان سابق گر دریں ایام مے بودند | بمحفل می نشستندش بجان بہر سبق خوانے

نخست نسبت عزائے آں قوم سعادت مند | ندارد ہوش در دم یا نظر اندر قدم رانے

بزرگانے کہ صد دفتر معارف گفتہ اند از بر | بنزدیکش ہمہ ہستند اطفالِ دبستانے

بسی چوں قطب بسطامی و منصور ست در کویش | انا الحق بر زبان ہرگز نمی رانند و سبحانے

ز اقطاب جہان دعوائے ہمتائیش نمیزیبد | سہا را گر سزد با مہر تابان لاف رخشانے

چنان ارواح زاری شد ز روحانیتش دہلی | نمی گردد بگرد قلعہ او فکر نفسانے

اس واسطے بخارا وغیرہ میں شافعی لقب ہے۔ ترکستان کے کسی حاکم نے جو شہر سبز کے حاکم سے دشمنی رکھتا تھا۔ آپ کو پوشیدہ طور پر قتل کرا دیا۔ اس طرح آپ نے شربت شہادت چکھا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ؕ

حضرت اخوند شیر محمد رحمتہ اللہ علیہ تحصیل علوم کر کے آنجناب کی آستان بوسی سے مشرف ہوئے۔ اور نسبت حاصل کر کے اجازت پائی۔ آنجناب کی خدمت میں علم ظاہری بھول گئے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ مجھے علم نحو کی سہل سی ترکیب بھی مشکل دکھائی دیتی تھی۔ پھر میں نے علم ظاہری کی طرف توجہ کی۔ کہ مُبادا تلف ہو جائے۔ سینکڑوں آدمی علم سے بہرہ ور ہوئے آپ اپنے شاگردوں کو پرہیزگاری اور نیک کاموں کی تاکید فرماتے۔ جو طالب علم مجلس میں کسی طالب علم یا اور کی غیبت کرتا۔ اس کے لئے آپ نے جرمانہ مقرر کر رکھا تھا۔ آخر عمر میں بہت کمزور ہو گئے تھے۔ کتابیں بیچ دیں۔ اور درس و تدریس ترک کر دیا۔ گویا تلاوت قرآن شریف اور نماز مفروضہ کے سوا آپ کو کوئی کام ہی نہ تھا۔ آخر کار ملک ہندوستان میں رہنا جو کہ دار الحرب ہو گیا تھا۔ مکروہ جان کر عین بیماری کی حالت میں ہجرت کی نیت سے حرمین شریفین کی طرف متوجہ ہوئے۔ ملتان پہنچکر وفات پائی۔

مولانا محمد جان شیخ الحرم رحمتہ اللہ علیہ تحصیل علم کے بعد آنجناب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور بہت سی ریاضتیں کیں۔ سات کوس کا فاصلہ طے کر کے ہر روز حضرت خواجہ قطب الدین کی زیارت کو جاتے۔ اور رات وہاں عبادت میں مشغول رہتے۔ صبح کو وہاں سے پانی کا ایک گھڑا آنجناب کے لئے لاتے۔ ایک خادم نے بیان کیا۔ کہ میرا بیٹا قریب المرگ تھا۔ رات کو قطب الاقطاب کی درگاہ میں لایا۔ آپ اس وقت مراقبہ میں تھے۔ ان کے پاس میں بچے کو لے گیا۔ اور سلب مرض کے لئے دُعا کی التماس کی۔ اسی وقت آپ نے سلب مرض کی۔ جس سے اُسے شفا حاصل ہوئی۔

ایک اور شخص بیان کرتا ہے۔ کہ میں ایک عورت کی محبت میں مبتلا ہوا۔ قریب تھا کہ زنا میں گرفتار ہوتا۔ آپ سے میں نے عرض کی کہ اب زنا کے سوا اور کوئی چیز باقی نہیں رہی۔ اگر مجھ سے یہ فعل سرزد ہو گا۔ تو آپ کا نام خدا کے پاس لونگا۔ کہ انہوں نے میرے حال پر توجہ نہ فرمائی۔ آپ نے مجھے لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ کا عمل سکھایا۔ میں نے عرض کی۔ سُبحان اللہ یہ تو میں ہر روز پڑھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا میرے کہنے سے کرو۔ پڑھنے

مولوی عبدالرحمٰن شاہجہان پوری سلمہ اللہ تعالیٰ نے کئی بزرگوں کی خدمت میں گئے۔ لیکن کہیں مقصود حاصل نہ ہوا۔ آخر آنجناب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سلوک طے کر کے خلافت کی خلعت حاصل کی۔ آپ دنیا سے بالکل قطع تعلق کئے ہوئے ہیں۔ اور ان کی طرف ہرگز توجہ نہیں کرتے۔ فرخ آباد کے نواب نے ہر چند آرزو کی اور کئی مرتبہ حاضر خدمت بھی ہوا لیکن آپ نے بالکل توجہ ہی نہ کی۔ آپ کے مرید نسبت قوی اور کشف صحیح رکھتے ہیں۔ ضلع فرخ آباد اور شاہجہان پور میں آپ کے طریقے کو بڑا رواج ہوا+

میر طالب علی المشتہر بہ مولوی عبدالغفار نے علم ظاہری حاصل کر کے آنجناب سے نسبت قلبی حاصل کی۔ اور پھر حرمین شریفین کی طرف متوجہ ہوئے۔ ملک یمن کے شہر زبید میں عروج پایا۔ کہتے ہیں کہ آپ اس شہر کے قاضی بھی ہو گئے تھے۔ واللہ اعلم+

سید اسمٰعیل مدنی علیہ الرحمۃ نے پہلے مولانا خالد سے بیعت کی اور نقشبندی نسبت حاصل کی۔ ایک روز واقعہ میں آنحضرت صلعم کو فرماتے دیکھا۔ کہ دہلی جا کر شاہ غلام علی سے نسبت مجددی حاصل کرو۔ حکم شریف کے مطابق حاضر خدمت ہو کر اجازت اور خلافت پائی۔ اور اپنے وطن چلے گئے۔ آپ کو کشف اور وجدان صحیح ہوتا تھا۔ آپ کے جانے کا ذکر آثار نبویہ اور وہاں کی ظلمت کا ادراک کرنے کے بارے میں پہلے ہو چکا ہے+

مرزا رحیم اللہ بیگ مسمی بہ محمد درویش عظیم آبادی رحمۃ اللہ علیہ علاقہ روزگار کو ترک کر کے آنجناب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور نسبت حاصل کی۔ اور اجازت اور خلافت سے مشرف ہوئے۔ آپ سیاہ گودڑی پہنکر حضرت خواجہ نقشبند کی زیارت کو گئے۔ مسلمانی اکثر شہروں مثلاً روم، شام، حجاز، عراق، مغرب، ماوراء النہر، خراسان اور ہندوستان کی سیر کی۔ آپ فرمایا کرتے تھے۔ کہ میں نے شاہ غلام علی کا سا شیخ نہیں دیکھا۔ آپ نے والدین سے حقوق معاف کرا لئے۔ امر معروف اور نہی عن المنکر میں ہرگز نہ ڈرتے۔ شاہزادہ کامران والی ہرات آپ کا مخلص بنگیا۔ احتساب میں اس کو سخت اور بے باک الفاظ کہے۔ اسی طرح ترکستان کا والی بھی آپ کا مخلص بنگیا۔ شرعیہ امور کے سبب ہر جگہ سے ناراض ہو کر نکل آتے۔ قہقند کے بادشاہ سے جو آپ کا نہائیت مخلص تھا۔ ناراض ہو کر چلے آئے۔ آخر شہر سبز میں قرار پکڑا۔ وہاں کے حاکم نے ایک بڑا گاؤں نذر کیا اور اپنی حکومت اس گاؤں سے اٹھالی۔ آخری عمر میں نکاح کیا۔ اور آئندہ و رونده کی خدمت اپنے ذمے لی۔ شافعی مذہب اختیار کیا۔

مولوی نور محمد علیہ الرحمتہ نے بہت سی ریاضات کرنے کے بعد آنجناب کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت کی۔ اور مراقبات اور اشغال میں مشغول رہ کر اجازت پائی۔ کہتے ہیں۔ کہ آنجناب فرمایا کرتے تھے کہ چار آدمی میرے خاندان کے لئے باعث فخر ہیں۔ مولوی شیر محمد۔ مولوی محمد جان۔ مولوی محمد عظیم اور مولوی نور محمد۔ یہ چاروں ہم پیالہ و ہم نوالہ تھے۔ اور چاروں ہی بڑے جیّد عالم تھے۔

مرزا مراد بیگ علیہ الرحمتہ۔ کہتے ہیں کہ کمال زہد کے باعث آنجناب آپکو جنید وقت فرمایا کرتے تھے۔ نسبت قوی رکھتے تھے۔ لوگوں کو آپ سے بڑی بڑی کیفیتیں حاصل ہوئیں۔ آنجناب کے مجاز تھے۔ آنجناب کی زندگی ہی میں وفات پائی۔ اور حضرت شہید کی پائنتی میں مدفون ہوئے۔

محمد منوّر امام مسجد اکبر آبادی آنجناب کے خلفار سے نسبت قوی رکھتے تھے۔ اور فیوض کا افاضہ فرماتے۔

میاں محمد اصغر صاحب نہائت قوی النسبت تھے۔ آنجناب کی اجازت سے میرے والد ماجد کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جو آپ پر نہائت عنائت مبذول فرماتے۔ خانقاہ کا انتظام آپ ہی کے متعلق تھا۔ آپ کی توجہات سے لوگوں کو حظ وافر حاصل ہوا۔ حرمین شریفین کا پہلا سفر کر کے آئے۔ پھر میرے والد ماجد کے ہمراہ گئے۔ پھر دہلی آئے اور ۱۲۵۵ھ ہجری کو وفات پائی۔ خانقاہ ہی میں مدفون ہوئے۔

میر نقش علی آنجناب سے نسبت حاصل کر کے لکھنؤ چلے گئے۔

میاں احمد یار رحمتہ اللہ علیہ سوداگر تھے۔ آنجناب سے تمام نسبت مجددی لیگئے آپ کی قبر بھی خانقاہ ہی میں ہے۔

میاں قمر الدین بزرگان قادری سے طریقہ مجددیہ کے منکر تھے۔ پشاور سے آنجناب کی خدمت میں حاضر ہو کر حلقہ بگوش ہو کر اجازت پائی اور چلے گئے۔

محمد شیر خاں پٹھانوں کی ولائت سے آکر نسبت حاصل کر کے چلے گئے۔

شیخ جلیل الرحمٰن علیہ الرحمتہ آنجناب کے خاص خادم اور قوی النسبت تھے۔ آنجناب آپ پر خاص عنائت فرمایا کرتے۔ عین حلقہ ذکر میں جب کہ آپ آنجناب

ہُئے گویا میرے اور اُس عورت کے مابین سد سکندری حائل ہوگئی۔ اور دو تین سال کے لئے میری قوت شہویہ جاتی رہی ‌‌+

آپ آنجناب سے خلعت خلافت حاصل کر کے حرم محترم پہنچے۔ ابتدا میں بہت کچھ کھلکھیڑیں اُٹھائیں۔ آخر فتوح کا دروازہ کھل گیا۔ اور سلطانی آپ کی طرف متوجہ ہُوئے آپ کے خلفاء استنبول اور اضلاع رُوم تک پھیلے ہُوئے ہیں۔ سلطان رُوم کی طرف سے تنخواہ مقرر ہوئی۔ سُلطان کی والدہ آپ کی معتقد بنی۔ اور ایک خانقاہ بنوائی۔ آتے جاتے کی خدمت کرتے۔ عین مکہ معظمہ میں ۱۲۶۶؁ ہجری کو انتقال فرما گئے +

سیّد احمد کروی نے بغداد میں مولانا خالد سے طریقہ حاصل کیا۔ پھر آنحضرت صلعم کے اذن سے بغداد سے دہلی پہنچے۔ اور آنجناب سے طریقہ مجدّدیہ اخذ کیا۔ راستے میں جب بیمار ہُوئے۔ تو آنحضرت صلعم کو خواب میں دیکھا۔ جنہوں نے درُود کی تعلیم فرمائی۔ شفا کے لئے پڑھا تو صحت نصیب ہُوئی +

سید عبداللہ مغربی نے بھی پہلے مولانا خالد علیہ الرحمتہ سے فیض حاصل کیا۔ اور بعد میں آنجناب کی خدمت بابرکت میں حاضر ہُوئے اور اجازت پائی +

مُلّا پیر محمد نے آنجناب سے سلوک طے کیا۔ عجب صاحب استغراق تھے۔ حضرت شہید کے مزار پر بیٹھے بیٹھے رات گذر جاتی۔ اگر بارش ہوتی تو بھی پرواہ نہ کرتے۔ علاقہ کشمیر میں آپ کو شہرت تامہ حاصل ہُوئی +

مُلّا گُل محمد علیہ الرحمتہ غزنی سے آنجناب کی خدمت میں حاضر ہُوئے۔ اور نسبت حاصل کر کے خلافت سے مشرف ہُوئے۔ ولایتی آدمیوں کو آپ سے بہت فائدہ پہنچا۔ چند آدمیوں کو اجازت بھی دی۔ حج کو گئے اور وہیں وفات پائی +

مولوی ہراتی المشہور بہ مولوی محمد جان علیہ الرحمتہ آنجناب سے فیض حاصل کر کے خلافت سے ممتاز ہوئے۔ وہاں کے آدمی آپ کی کرامات بیان کرتے ہیں۔ قندھار میں ہزاروں آدمیوں کو ہدایت کی +

مولانا محمد عظیم رحمتہ اللہ علیہ عجب مرد مہذب الاخلاق تھے۔ گویا آپ قدرتی طور پر صاحب اخلاق حمیدہ تھے۔ آنجناب سے اجازت حاصل کی تھی۔ آنجناب کی وفات کے بعد حرمین شریفین گئے اور وہیں انتقال فرمایا +

سکینۃ الاولیا

یہ کتاب تصنیف حضرت خواجہ شہزادہ محمد دارا شکوہ رحمۃ اللہ علیہ کی ہے۔ اس میں مصنف علیہ الرحمۃ نے اپنے مشائخان عظام کے حالات نہایت عمدگی سے لکھے ہیں۔ اور ہر چار طریقہ عالیہ کی نسبت نہایت محبت اور اخلاص سے اظہار عقیدت فرماکر وہ رموز باریک بیان فرمائے جس کی تلاش میں طالبان مولے اپنی عمریں کھو دیتے ہیں۔ اور انہیں سے واقفیت تک نصیب نہیں ہوتی۔ نہایت سلیس بامحاورہ اردو ترجمہ کرا کر شایع کی گئی ہے + قیمت ۱۲ر

سرالعارفین

کتاب ہذا تصنیف لطیف قدوۃ العارفین زبدۃ الواصلین ہادئے شیخ و شاب ناطق بالحق والصواب مقبول بارگاہ ایزد الودود حضرت شیخ بہاؤالدین محمود ناگوری رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ حضرت شیخ عماد الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ۔ اس کتاب میں بزرگان دین سلسلہ چشت اہل بہشت کے نہایت تحقیق اور تجسس سے حالات قلمبند کئے گئے ہیں۔ جناب رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم سے لیکر حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ تک اور پھر اُن کے خلیفہ عالیمقام شیخ المشائخ حضرت بدرالدین غزنوی سے تا حضرت عماد الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ تک بہ تفصیل درج ہیں۔ اس کتاب میں یہ بڑی خوبی ہے۔ کہ پڑھتے جاؤ اور محبت حقیقی کے لطف اُٹھاتے جاؤ۔ یہ کتاب نہایت خوش قلم چھپ کر تیار ہے۔ اور ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو رہی ہے + قیمت .. .. عہ

انیس الارواح

یعنی ملفوظات حضرت خواجہ خواجگان خواجہ عثمان ہارونی چشتی رحمۃ اللہ علیہ۔ جن کو جناب حضرت خواجہ غریب النواز حضرت خواجہ معین الدین حسن سنجری چشتی ثم الاجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے خود اپنے پیر بزرگوار کے جمع کئے۔ نہایت خوش قلم طبع ہو چکے ہیں + قیمت ۴ر

دلیل العارفین

یعنی ملفوظات ملک المشائخ سلطان السالکین منہاج المتقین۔ قطب الاولیا۔ شمس الفقرا ختم المتہدین حضرت خواجہ معین الملت والدین حسن سنجری نور اللہ مرقدہٗ۔ جن کو حضرت مقتداء العارفین مرشد المؤمنین قطب الاقطاب والمسلمین جناب خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشی قدس اللہ تعالے سرالعزیز نے جمع کیا۔ اور اپنے پیشوائے عالیمقام کی محبت اور جاں نثاری کا اعلےٰ ثبوت دیا ہے۔ کتاب قابل دید ہے + قیمت ۴ر

فوائد السالکین

یعنی ملفوظات حضرت مقتداء العارفین مرشد المؤمنین قطب الاقطاب والمسلمین حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشی چشتی قدس سرہٗ اور ان ملفوظات عالیمقام کو اپنے پیشوا کی یادگار میں حضرت زبدۃ الانبیا سراج الاولیا بابا فریدالدین گنجشکر مسعود اجودھنی چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے تصنیف فرمایا۔ جو نہایت عمدہ خوش قلم اردو ترجمہ ہو کر چھپ چکے ہیں + قیمت ۲ر

اسرار الاولیا

یعنی ملفوظات صاحب المکارم۔ سلطان الاولیا۔ قطب العالم۔ وارث الانبیا۔ تاج الاصفیا شمس العارفین۔ حضرت خواجہ بابا فریدالدین شکرگنج اجودھنی رحمۃ اللہ علیہ۔ ان ملفوظات کو خواجہ بدر اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے جمع کیا۔ جو نہایت عمدہ خوشخط اردو ترجمہ ہو کر چھپ گئے ہیں + قیمت ۸ر

کے عین سامنے بیٹھے تھے۔ کسی شخص نے تلوار کا وار کیا۔ جس سے آپ آنجناب کے قدموں پر گر پڑے۔ اور عنقریب ہی شربت شہادت چکھا۔ یہ معاملہ آنجناب کے مرض کے آخری ایام میں واقع ہوا۔

اس شہید کی قبر بھی حضرت شہید کی پائینتی میں ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

باختتام رسید